إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ﴿٣٠﴾
(الزمر ۳۹:۳۰)

وفاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ
۲۱۵ھ-۳۰۳ھ

مترجم
ابو امامہ نوید احمد بشار

فوائد، تحقیق وتخریج
غلام مصطفی ظہیر امن پوری

اسلامک بک کمپنی

کتاب .... وفاۃ النبی ﷺ

تالیف .... امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی

ناشر .... حافظ محمد عباد

اشاعت 2014ء

قیمت ....

اسلامک بک کمپنی

مین امین پور بازار بالمقابل بینک آف پنجاب فیصل آباد پاکستان

041-2647308 - 0321-6607308

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور پاکستان

0333-6607308 - 0300-8658535

e-mail: islamicbookcompany@gmail.com

فہرست

تفصیلی فہرست

کتاب سے ملحق ابحاث

عرضِ مترجم

اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ اِس دنیا فانی میں جو آیا، اِسے ایک دن ضرور جانا ہے، کسی نے ساڑھے نو سو سال سے زائد عمر پائی، کوئی سو سال زندہ رہا، کوئی ایک دن ہی دنیاوی زندگی کی بہار سے لطف اندوز ہو سکا، کسی نے شکمِ مادر ہی میں دنیا کو خیر آباد کہہ کر داعی اَجل کو لبیک کہہ دیا، مختصر یہ کہ ہر جن و انس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، منزلِ دنیا سے سامان باندھ کر آخرت کی طرف کوچ کرنا ہے، اس اٹل حقیقت سے کسی نبی یا غیر نبی کو استثنا حاصل نہیں، یہاں تک کہ سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی دنیا کی تریسٹھ بہاریں پوری کرنے کے بعد ''رفیقِ اعلیٰ'' سے ملاقات کی خواہش کر ڈالی، محدثین کرام اور سیرت نگاروں نے نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے ہر گوشہ کو قلم بند کیا، البتہ نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی کے آخری ایام کے ساتھ آپ ﷺ کی بڑی یادیں وابستہ ہیں، کہیں اُمت کو پند و نصائح کی جا رہی ہیں، کہیں مشکل و پریشانی میں صبر کا دامن نہ چھوڑنے کا درس دیا جا رہا ہے، کہیں ہمارے محبوب نبی کریم ﷺ اپنی امت کو قبر پرستی کے شرک سے ڈرا رہے ہیں، بہر حال اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو ان یادگار ساعتوں میں آخری نصیحتیں، شرعی مسائل کے ساتھ ساتھ اور بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔

شافع محشر ﷺ کا سفر آخرت کیسے شروع ہوا؟ اس ضمن میں مسلمانوں کی خیر خواہی چاہتے ہوئے الحافظ، شیخ الاسلام، ناقد الحدیث، صاحب السنن الامام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی رحمہ اللہ (۲۱۵۔۳۰۳ھ) نے ''وفاة النبی ﷺ'' کے نام سے احادیث کا خوبصورت، مختصر، جامع اور بے مثال مجموعہ پیش کیا، جس میں نبی کریم ﷺ کی علالت کی ابتدا، ایام مرض کی سختیاں، تکلیفوں پر صبر، وفات کی گھڑی، غسل، نمازِ جنازہ، قبر مبارک کی کیفیت، تدفین، صحابہ کرام کی اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کی جدائی میں حالت اور اس موضوع سے جڑی بے شمار علمی معلومات اس کتاب کا حصہ ہیں۔

اللہ رب العزت کی خاص توفیق اور فضل عظیم سے ہم نے اسے اُردو قالب میں ڈھالنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اہل علم سے التماس ہے کہ ہماری بھرپور کوشش کے باوجود بھی اگر کسی مقام پر غلطی نظر آئے تو ہمیں مطلع فرما کر ضرور اس نیک کام میں اپنا حصہ ڈالیں، ایسے ہر خیر خواہ کی راہنمائی اور مثبت تنقید کا کھلے دل سے استقبال اور اعتراف کیا جائے گا، اس ہمدردی کے شکر گزار بھی ہوں گے۔

ناسپاسی ہوگی اگر یہاں ہم اپنے ان رفقا کا ذکر نہ کریں جنہوں نے ہمارا ساتھ دیا، فضیلۃ الشیخ علامہ غلام مصطفےٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ اس کاوش کے روحِ رواں ہیں، جنہوں نے اپنی مصروفیات میں سے قیمتی وقت نکال کر اس کتاب کی تحقیق و تخریج، علمی فوائد اور ملحق ابحاث کا اہم کام بخوبی سرانجام دیا، اللہ رب العزت ان کے علم و عمل میں مزید برکت فرمائے، جن خیر خواہ رفقا نے اس کتاب کی تیاری میں ہمارا ساتھ دیا ہم ان کے بے حد شکر گزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں خدمتِ دین کی مزید توفیق

عطا فرمائے۔

اس عاجزانہ کوشش کو علم اور علما سے محبت کرنے والے ہمارے دوست برادرِ محترم حافظ محمد عباد حفظہ اللہ اپنے طباعتی ادارے ''اسلامک بک کمپنی'' کی زینت بنا رہے ہیں۔

آخر میں مولائے رحیم وکریم سے عاجزانہ دعا ہے کہ اس کاوش کو قبول فرما کر ہمارے لئے، ہمارے اساتذہ، والدین اور دوستوں کے لئے روزِ محشر ذریعہ نجات بنادے۔

آمین یا رب العالمین

خادم العلم والعلماء

أبو أُمامه نوید أحمد بشّار

ای میل: na.rubbani@gmail.com

مورخہ: 6/11/2014

تَأْوِيلُ قَوْلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾

سورت نصر کی تفسیر کا بیان

١ - أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ عُمَرَ كَانَ يَسْأَلُ الْمُهَاجِرِينَ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ، ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ﴾ (النصر:٢) فِيمَ نَزَلَتْ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَمَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا رَأَى النَّاسَ وَدُخُولَهُمْ فِي الْإِسْلَامِ، وَتَشَدُّدَهُمْ فِي الدِّينِ أَنْ يَحْمَدَ اللّٰهَ وَيَسْتَغْفِرَهُ قَالَ عُمَرُ: أَلَا أُعْجِبُكُمْ مِنَ ابْنِ عَبَّاسٍ؟، يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، مَا لَكَ لَا تَكَلَّمُ؟ قَالَ: عَلَّمَهُ مَتَى يَمُوتُ، قَالَ: ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ، وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا﴾ (النصر:١-٢) فَهِيَ آيَتُكَ مِنَ الْمَوْتِ قَالَ: صَدَقْتَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهَا إِلَّا الَّذِي عَلِمْتَ.

١۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مہاجرین (صحابہ) سے سورت نصر کا شانِ نزول پوچھ رہے تھے، ان میں سے کچھ نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دیکھ لیا کہ وہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اور اس میں مضبوط ہو گئے ہیں، تب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی

تعریف کریں اور استغفار کریں، سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم لوگ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو نگاہ تعجب سے نہیں دیکھتے؟ اے ابن عباس! آپ کیوں بات نہیں کر رہے؟ انہوں نے کہا: (اس آیت کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ) اللہ عزوجل نے نبی کریم ﷺ کو وقتِ مقررہ کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: جب اللہ کی نصرت و فتح آ جائے اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیں تو یہ آپ کی وفات کی علامات ہیں، سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ نے سچ کہا، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ سمجھا ہے، میرا بھی یہی خیال ہے۔

تحقیق و تخریج:

صحیح البخاری: ۳۶۲۷۔۴۲۹۶۔۴۴۳۰۔۴۹۶۹۔۴۹۷۰

فوائد الحدیث:

۱۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

'كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ: سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا هٰذِهِ الْكَلِمَاتُ الَّتِي أَرَاكَ أَحْدَثْتَهَا تَقُولُهَا؟ قَالَ: جُعِلَتْ لِي عَلَامَةٌ فِي أُمَّتِي إِذَا رَأَيْتُهَا قُلْتُهَا ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ (النصر: ۱) إِلَى آخِرِ السُّورَةِ'

''رسول اللہ ﷺ وفات سے پہلے یہ کلمات بکثرت پڑھا کرتے تھے: 'سُبْحَانَكَ

وَبِحَمْدِكَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ' ''اے اللہ! تو پاک ہے، تیری ہی ذات حمد کے لائق ہے، میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! اب آپ ﷺ نے یہ کلمات پڑھنے کیوں شروع کر دیئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے بارے میں میرے لئے ایک علامت مقرر کی گئی ہے کہ جب مجھے وہ علامت نظر آئے گی تو میں یہ کلمات شروع کر دوں، وہ علامت سورت نصر (کا نزول) ہے۔'' (صحیح مسلم: ۲۱۸/۴۸۴)

۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

'مَا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً بَعْدَ أَنْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ: ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ (النصر:۱) إِلَّا يَقُولُ فِيهَا: سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي'

''سورت نصر نازل ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ ہر نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے: 'سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي' ''اے ہمارے رب! تو پاک ہے، تیری ہی ذات حمد کے لائق ہے، اے اللہ! مجھے معاف فرما دے۔''

(صحیح البخاری: ۴۹۶۷؛ صحیح مسلم: ۴۸۴)

۳۔ نبی کریم ﷺ نے اشارۃً صحابہ کرام کو اپنی وفات کی خبر دے دی تھی جیسا کہ سیّدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

'رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمِي عَلَى رَاحِلَتِهِ يَوْمَ النَّحْرِ، وَيَقُولُ:

لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ ، فَإِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلِّي لَا أَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِي هٰذِهِ'

''میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ قربانی کے دن سواری پر کنکریاں مارتے ہوئے فرما رہے تھے: تم مجھ سے مناسکِ حج سیکھ لو، کیونکہ میں نہیں جانتا کہ شاید میں اس حج کے بعد کوئی حج کرسکوں۔'' (صحیح مسلم:۱۲۹۷)

۴۔ عاصم بن حمید سکونی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

'لَمَّا بَعَثَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوصِيهِ وَمُعَاذٌ رَاكِبٌ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي تَحْتَ رَاحِلَتِهِ ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: يَا مُعَاذُ إِنَّكَ عَسَى أَنْ لَا تَلْقَانِي بَعْدَ عَامِي هٰذَا وَلَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِي هٰذَا ، وَقَبْرِي.فَبَكَى مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، ثُمَّ الْتَفَتَ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهِ نَحْوَ الْمَدِينَةِ فَقَالَ: إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيَ الْمُتَّقُونَ مَنْ كَانُوا وَحَيْثُ كَانُوا'

''جب نبی کریم ﷺ نے سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو آپ ﷺ خود بھی انہیں وصیتیں کرتے ہوئے ان کے ساتھ شہر سے باہر نکلے، سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سوار تھے اور رسول کریم ﷺ سواری کے ساتھ پیدل چل رہے تھے، جب آپ ﷺ (انہیں وصیتیں کر کے) فارغ ہوئے تو فرمایا:

اے معاذ! شاید آپ مجھے اس سال کے بعد نہ مل سکیں اور شاید آپ میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزریں۔

سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ اپنے محبوب کے غمِ جدائی کے باعث رونے لگے، پھر نبی کریم ﷺ نے اپنا رخ مدینہ منورہ کی طرف پھیر لیا اور فرمایا: تمام لوگوں میں میرے

سب سے زیادہ قریبی متقی ہیں، خواہ وہ کوئی بھی ہوں اور کہیں بھی۔"

(مسند الامام احمد:۵/۲۳۵؛ دلائل النبوۃ للبیہقی:۵/۴۰۴۔۴۰۵؛وسندہٗ صحیحٌ)

۵۔ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

'أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: إِنَّ عَبْدًا خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَا شَاءَ، وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ: فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا، فَعَجِبْنَا لَهُ، وَقَالَ النَّاسُ: انْظُرُوا إِلَى هٰذَا الشَّيْخِ، يُخْبِرُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدٍ خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا، وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ، وَهُوَ يَقُولُ: فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا، فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخَيَّرَ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ هُوَ أَعْلَمَنَا بِهِ، وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبَا بَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا مِنْ أُمَّتِي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ، إِلَّا خُلَّةَ الإِسْلَامِ، لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ إِلَّا خَوْخَةُ أَبِي بَكْرٍ'

"رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کی نعمتوں میں سے جو چاہے اپنے لئے پسند کر لے یا پھر اس چیز کو اختیار کر لے جو اللہ رب العزت کے پاس ہے، یہ سن کر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہمارے والدین آپ ﷺ پر فدا ہوں۔

راوی حدیث بیان کرتے ہیں: ہمیں (صحابہ کرام کو) ان کی اس حالت پر حیرانگی ہوئی۔ لوگوں نے کہا: اس بزرگ کو دیکھو، رسول اللہ ﷺ ایک بندے کے

بارے میں بتا رہے ہیں کہ اللہ رب العزت نے اسے اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کی نعمتیں پسند کر لے یا اس چیز کو پسند کر لے جو اس کے پاس ہے اور یہ کہہ رہا ہے: ہمارے والدین آپ ﷺ پر فدا ہوں۔

(راویٔ حدیث بیان کرتے ہیں:) جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا، وہ رسول اللہ ﷺ خود ہی تو تھے اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہماری نسبت اس بات کو زیادہ جاننے والے تھے۔

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی رفاقت اور مال (قربان کرنے) کے اعتبار سے ابو بکر سے بڑھ کر مجھ پر احسان کرنے والا کوئی نہیں اور اگر میں لوگوں میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر کو ہی بناتا لیکن اسلامی دوستی بہتر ہے۔ ابو بکر صدیق کی کھڑکی کے علاوہ اس مسجد (نبوی) کی طرف کھلنے والی تمام کھڑکیوں کو بند کر دو۔" (صحیح البخاری: ۳۹۰۴)

۶۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

'كَشَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّتْرَ وَرَأْسُهُ مَعْصُوبٌ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا يَرَاهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ أَوْ تُرَى لَهُ'

"نبی کریم ﷺ نے (حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کا) پردہ اٹھایا، اس وقت آپ ﷺ نے کپڑے سے سر مبارک کو باندھ رکھا تھا، یہ اس مرض کی بات ہے جس میں آپ ﷺ نے وفات پائی۔ آپ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے۔ راویٔ حدیث بیان کرتے ہیں: آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی، پھر

آپ ﷺ نے فرمایا: نبوت کی خوشخبریوں میں سے صرف سچے خواب ہی باقی رہ گئے ہیں جو کوئی نیک مسلمان دیکھتا ہے یا اُسے دکھائے جاتے ہیں۔ (یہ راوی کا شک ہے)۔" (صحیح مسلم:۲۰۸/۴۷۹)

ذِكْرُ مَا اسْتَدَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى اقْتِرَابِ أَجَلِهِ

نبی کریم ﷺ کا وقت مقررہ قریب آنے کا استدلال

۲۔ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ قَالَتْ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَمِيعًا مَا تُغَادِرُ مِنَّا وَاحِدَةٌ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ، تَمْشِي وَلَا وَاللّٰهِ أَنْ تُخْطِءَ مِشْيَتُهَا مِشْيَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى انْتَهَتْ إِلَيْهِ فَقَالَ: مَرْحَبًا بِابْنَتِي فَأَقْعَدَهَا، عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ يَسَارِهِ ثُمَّ سَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيدًا ثُمَّ سَارَّهَا بِشَيْءٍ فَضَحِكَتْ فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لَهَا: خَصَّكِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِنَا بِالسِّرَارِ، وَأَنْتَ تَبْكِينَ، أَخْبِرِينِي مَا قَالَ لَكِ، قَالَتْ: مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرَّهُ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لَهَا: أَسْأَلُكِ بِالَّذِي لِي عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ، مَا سَارَّكِ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ: أَمَّا الْآنَ فَنَعَمْ سَارَّنِي الْمَرَّةَ الْأُولَى فَقَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُنِي بِالْقُرْآنِ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً، وَإِنَّهُ عَارَضَنِي بِهِ الْعَامَ مَرَّتَيْنِ وَلَا أَرَى الْأَجَلَ إِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ فَاتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِي فَبَكَيْتُ، ثُمَّ قَالَ لِي: يَا فَاطِمَةُ أَلَا تَرْضَيْنَ أَنَّكِ

سَيِّدَةُ نِسَاءِ هٰذِهِ الاُمَّةِ ، أَوْ سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ فَضَحِكْتُ "

۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم سب (ازواج مطہرات) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں موجود تھیں، کوئی بھی غیر حاضر نہ تھی، اتنے میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدل چلتی ہوئی آئیں، اللہ کی قسم! ان کے چلنے کا انداز بالکل رسول اللہ ﷺ جیسا تھا، یہاں تک کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری بیٹی کو خوش آمدید ہو اور انہیں اپنے دائیں یا بائیں طرف بٹھایا، پھر ان سے کوئی سرگوشی کی تو وہ بڑی شدت سے رونے لگیں پھر دوبارہ کوئی سرگوشی کی تو وہ مسکرانے لگ گئیں، جب رسول اللہ ﷺ چلے گئے تو میں نے ان سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ہمارے درمیان راز کی بات کرنے کے لئے منتخب کیا ہے اور آپ رو رہی ہو؟ مجھے بتاؤ، رسول اللہ ﷺ نے آپ سے کیا فرمایا تھا؟، کہنے لگیں: میں رسول اللہ ﷺ کا یہ راز فاش نہیں کرسکتی، جب رسول اللہ ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے تو میں نے ان سے دوبارہ کہا: میں آپ کو اس حق کا واسطہ دے کر پوچھتی ہوں، جو میرا آپ پر ہے، (یعنی میں آپ کی سوتیلی ماں ہوں) کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے ساتھ کیا سرگوشی فرمائی تھی؟ وہ کہنے لگیں: ہاں! اب میں بتلاتی ہوں، پہلی مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا تھا: میں ہر سال جبرائیل کے ساتھ ایک دفعہ قرآن کا دَور کیا کرتا تھا، مگر اس سال دو مرتبہ دَور کیا ہے، یوں لگتا ہے کہ میرا مقررہ وقت قریب آ پہنچا ہے، پس تم تقویٰ پر قائم رہنا اور صبر کرنا، تو میں رونے لگ گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تو اس بات پر خوش نہیں ہے کہ تم اس امت کی یا تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہو تو میں ہنس پڑی۔"

تحقیق و تخریج:

صحیح البخاری: ٦٢٨٥؛ صحیح مسلم: ٩٨/٢٤٥٠

بَدْءُ عِلَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی کریم ﷺ کی علالت کی ابتدا

۳۔ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: رَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جِنَازَةٍ، وَأَنَا أَجِدُ صُدَاعًا فِي رَأْسِي وَأَنَا أَقُولُ: وَارَأْسَاهْ قَالَ: بَلْ أَنَا وَارَأْسَاهْ ثُمَّ قَالَ: وَمَا ضَرَّكِ لَوْ مُتِّ قَبْلِي فَغَسَّلْتُكِ وَكَفَّنْتُكِ وَصَلَّيْتُ عَلَيْكِ ثُمَّ دَفَنْتُكِ قُلْتُ: لَكَأَنِّي بِكَ لَوْ فَعَلْتَ ذٰلِكَ رَجَعْتَ إِلَى بَيْتِي فَأَعْرَسْتَ فِيهِ بِبَعْضِ نِسَائِكَ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ بُدِءَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ؟۔خَالَفَهُ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ فَرَوَاهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَعْقُوبَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عُرْوَةَ.

۳۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جنازہ سے واپس تشریف لائے، اس وقت میرے سر میں درد ہورہا تھا، میں کہہ رہی تھی: ہائے درد سے میرا سر پھٹا جارہا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں عائشہ! بلکہ میرا سر درد سے پھٹا جارہا ہے، مزید آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، اگر تم مجھ

سے پہلے وفات پا گئی، تو میں تمہیں خود غسل دوں گا، تجھے کفن پہناؤں گا، تمہاری نماز جنازہ ادا کروں گا اور تمہیں دفن کر دوں گا۔ میں نے عرض کیا: مجھے تو یوں نظر آ رہا ہے کہ جب آپ ﷺ یہ سب کام کر چکیں گے تو میرے گھر واپس تشریف لائیں گے اور وہاں اپنی کسی زوجہ محترمہ کے ساتھ صحبت فرمائیں گے، اس پر رسول اللہ ﷺ مسکرا پڑے، پھر آپ ﷺ کی اس علالت کی ابتدا ہو گئی، جس میں آپ ﷺ اس دنیا فانی سے رخصت ہوئے۔

محمد بن احمد نے اس سند سے اختلاف کیا ہے، انہوں نے اس روایت کو محمد بن سلمہ عن ابن اسحاق عن یعقوب عن الزہری عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن عروہ کی سند سے بیان کیا ہے۔

تحقیق و تخریج:

(اسنادہ ضعیف)

سنن ابن ماجہ: ۱۴۶۵، امام زہری رحمہ اللہ "مدلس" ہیں، سماع کی تصریح نہیں مل سکی۔ محمد بن اسحاق (حسن الحدیث) نے دلائل النبوۃ للبیہقی (۷/۱۶۸) میں سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔ مگر اس میں بھی زہری کی تدلیس موجود ہے۔

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۵۸۶) نے "صحیح" کہا ہے۔

٤۔ أَخْبَرَنِي أَبُو يُوسُفَ الصَّيْدَلَانِيُّ الرَّقِّيُّ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ مِنْ كِتَابِهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَعْقُوبَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: رَجَعَ إِلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ذَاتَ يَوْمٍ

مِنْ جِنَازَةٍ بِالْبَقِيعِ وَأَنَا أَجِدُ صُدَاعًا فِي رَأْسِي وَأَنَا أَقُولُ: وَارَأْسَاهْ، فَقَالَ: بَلْ أَنَا يَا عَائِشَةُ، وَارَأْسَاهْ ثُمَّ قَالَ: وَاللّٰهِ مَا ضَرَّكِ لَوْ مُتِّ قَبْلِي فَغَسَّلْتُكِ وَكَفَّنْتُكِ وَصَلَّيْتُ عَلَيْكِ، ثُمَّ دَفَنْتُكِ قُلْتُ: لَكَأَنِّي بِكَ وَاللّٰهِ لَوْ فَعَلْتَ ذٰلِكَ لَقَدْ رَجَعْتَ إِلَى بَيْتِي فَأَعْرَسْتَ فِيهِ بِبَعْضِ نِسَائِكَ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ بُدِءَ بِوَجَعِهِ الَّذِي مَاتَ تَعْنِي مِنْهُ

خَالَفَهُ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، فَرَوَاهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ

۴۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بقیع میں جنازہ پڑھا کر واپس میرے پاس تشریف لائے، اس وقت میرے سر میں درد ہو رہا تھا اور میں کہہ رہی تھی: ہائے درد سے میرا سر پھٹا جا رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں عائشہ! بلکہ میرا سر درد سے پھٹا جا رہا ہے، مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، اگر تم مجھ سے پہلے وفات پا گئی، تو میں تمہیں خود غسل دوں گا، کفن پہناؤں گا، نماز جنازہ ادا کروں گا اور تمہیں دفن کر دوں گا۔ میں نے عرض کیا: مجھے تو یوں نظر آ رہا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب کام کر چکیں گے تو میرے گھر واپس تشریف لائیں گے اور وہاں اپنی کسی زوجہ محترمہ کے ساتھ صحبت فرمائیں گے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس علالت کی ابتدا ہو گئی، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا فانی سے رخصت ہوئے۔

صالح بن کیسان نے اس سند سے اختلاف کیا ہے، انہوں نے اس روایت کو عن الزہری عن عروہ کی سند سے بیان کیا ہے۔

تحقیق و تخریج:

(اسنادہ ضعیف)

امام زہری رحمہ اللہ "مدلس" ہیں، سماع کی تصریح نہیں مل سکی، دیکھیں: حدیث سابق

۵۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَامٍ الطَّرَسُوسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الْيَوْمِ الَّذِي بُدِءَ بِهِ فَقُلْتُ: وَارَأْسَاهْ فَقَالَ: وَدِدْتُ أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ وَأَنَا حَيٌّ فَهَيَّأْتُكِ وَدَفَنْتُكِ فَقُلْتُ: غَيْرَى، كَأَنِّي بِكَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ عَرُوسًا بِبَعْضِ نِسَائِكَ قَالَ: وَارَأْسَاهُ ادْعِي لِي أَبَاكِ وَأَخَاكِ حَتَّى أَكْتُبَ لِأَبِي بَكْرٍ، كِتَابًا فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَقُولُ قَائِلٌ وَيَتَمَنَّى تَأَوِّلًا، وَيَأْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ

۵۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس دن رسول اللہ ﷺ کی علالت کی ابتدا ہوئی، آپ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے، میں نے عرض کیا: ہائے درد سے میرا سر پھٹا جا رہا ہے، آپ ﷺ نے بطور مزاح فرمایا: میری خواہش ہے کہ جو ہونا ہے، وہ میری زندگی میں ہی ہو جائے، تو میں تمہیں اچھی طرح دفن کروں گا، میں نے عرض کیا: آپ ﷺ کا مقصد کچھ اور ہے، آپ ﷺ اسی دن کسی دوسری زوجہ محترمہ کے ساتھ صحبت فرمائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہائے درد سے میرا سر پھٹے جا رہا ہے، اپنے والد اور بھائی کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں ابوبکر کے لئے ایک تحریر لکھ دوں، کیونکہ مجھے خدشہ ہے، کوئی کہنے والا کہے گا، یا خواہش کرنے والا خواہش

کرے گا، خلافت کا زیادہ مستحق میں ہوں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابو بکر کے علاوہ کسی کو تسلیم نہیں کریں گے۔

تحقیق و تخریج:

مسند الامام احمد:٦/١٤٤؛ صحیح مسلم:٢٣٨٧

فوائد الحدیث:

١۔ نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی پوری ہوئی کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو اپنا امیر تسلیم نہیں کیا۔

٢۔ نبی کریم ﷺ اپنے مرض وفات میں جو تحریر لکھنا چاہتے تھے وہ سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ نامزد کرنا ہی تھا۔

○۔ نبی کریم ﷺ کی بیماری کی ابتدا سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے ہوئی، یہی صحیح حدیث سے ثابت ہے، لیکن جس روایت میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ کی بیماری کی ابتدا بقیع الغرقد سے واپسی پر ہوئی، وہ ''ضعیف'' ہے، ملاحظہ ہو:

رسول اللہ ﷺ کے غلام سیّدنا ابو مویہبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَعَثَنِی رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ، فَقَالَ: يَا أَبَا مُوَيْهِبَةَ، إِنِّي قَدْ أُمِرْتُ أَنْ أَسْتَغْفِرَ لِأَهْلِ الْبَقِيعِ فَانْطَلِقْ مَعِي، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، فَلَمَّا وَقَفَ بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْمَقَابِرِ، لِيَهْنِ لَكُمْ مَا أَصْبَحْتُمْ فِيهِ، مِمَّا أَصْبَحَ فِيهِ النَّاسُ، لَوْ تَعْلَمُونَ مَا نَجَّاكُمُ اللّٰهُ مِنْهُ، أَقْبَلَتِ الْفِتَنُ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يَتْبَعُ أَوَّلُهَا آخِرَهَا، الْآخِرَةُ شَرٌّ مِنَ الْأُولَى قَالَ: ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيَّ فَقَالَ: يَا أَبَا مُوَيْهِبَةَ، إِنِّي قَدْ أُوتِيتُ مَفَاتِيحَ

خَزَائِنِ الدُّنْيَا ، وَالْخُلْدَ فِيهَا ، ثُمَّ الْجَنَّةَ ، وَخُيِّرْتُ بَيْنَ ذٰلِكَ ، وَبَيْنَ لِقَاءِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ وَالْجَنَّةِ قَالَ: قُلْتُ: بِأَبِي وَأُمِّي ، فَخُذْ مَفَاتِيحَ الدُّنْيَا ، وَالْخُلْدَ فِيهَا ، ثُمَّ الْجَنَّةَ ، قَالَ: لَا وَاللّٰهِ يَا أَبَا مُوَيْهِبَةَ ، لَقَدِ اخْتَرْتُ لِقَاءَ رَبِّي ، وَالْجَنَّةَ "ثُمَّ اسْتَغْفَرَ لِأَهْلِ الْبَقِيعِ ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَبُدِءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجَعِهِ الَّذِي قَبَضَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ حِينَ أَصْبَحَ '

''نبی کریم ﷺ نے رات کے ایک حصہ میں مجھے بلا کر فرمایا: اے ابومویہبہ! مجھے اہل بقیع کے لیے دعائے مغفرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تم بھی میرے ساتھ چلو، چنانچہ میں آپ ﷺ کے ساتھ چلا، نبی کریم ﷺ نے قبرستان کے درمیان پہنچ کر فرمایا: اے قبرستان والو! تم پر سلامتی ہو، تمہیں مبارک ہو، جس حال میں تم ہو اور جس حالت میں باقی لوگ ہیں، کاش تمہیں پتہ ہوتا کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں بچایا ہے، یکے بعد دیگرے فتنے اندھیری رات کی طرح آ چکے ہیں، ہر آنے والا فتنہ پہلے سے برا ہے، پھر آپ ﷺ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ابومویہبہ! مجھے دنیا کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں، اس میں ہمیشہ رہنے اور پھر (دنیا کے بعد) جنت کا پروانہ دیا گیا ہے، مجھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور جنت دونوں میں سے ایک کا اختیار دیا ہے، میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ دنیا کی چابیاں اور اس میں ہمیشگی کو اختیار کیجیے! اور اس کے بعد جنت کا پروانہ حاصل کیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ابومویہبہ نہیں! میں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور جنت کو پسند کر لیا ہے، پھر آپ ﷺ نے اہل بقیع کے لیے دعائے مغفرت کی اور واپس پلٹ آئے، چنانچہ جب اگلے دن صبح کی تو آپ ﷺ کی اس مرض کی ابتدا ہو چکی تھی، جس میں

اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کی روح کو قبض کیا۔“

(مسند الامام احمد: ٤٨٩/٣؛ سنن الدارمی: ٧٩؛ المعجم الکبیر للطبرانی: ٣٤٦/٢٢؛ المستدرك علی الصحیحین للحاکم: ٥٥/٣؛ ٥٦، دلائل النبوۃ للبیهقی: ١٦٣/٧)

تبصرہ:

اس کی سند عبداللہ بن عمر عبلی اور اس کے استاد عبید بن جبیر مولی الحکم بن ابی العاص دونوں کی جہالت کے سبب ضعیف ہے۔

مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عمر کی بجائے عبیداللہ بن عمر بن حفص اور عبید بن جبیر کی جگہ عبید بن حنین ہیں، یہ وہم ہے۔

○۔ مسئلہ خلافت اور حدیث قرطاس ملاحظہ ہو:

۱۔ سیّدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ، فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ، فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ كَأَنَّهَا تُرِيدُ الْمَوْتَ، قَالَ: إِنْ لَمْ تَجِدِينِي، فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ‘

”نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک خاتون حاضر ہوئی، اس نے کسی معاملہ میں آپ ﷺ سے بات چیت کی، پھر نبی کریم ﷺ نے اُسے دوبارہ آنے کا حکم دیا، اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں آؤں اور آپ ﷺ کو نہ پاؤں، تو کیا کروں؟

راویٔ حدیث بیان کرتے ہیں: گویا کہ اس کا اشارہ نبی کریم ﷺ کی وفات کی طرف تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر صدیق کے پاس

چلی جانا۔'' (صحیح البخاری:۷۲۲۰؛ صحیح مسلم:۲۳۸۶)

۲۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

'لَمَّا حُضِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، قَالَ عُمَرُ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ فَحَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ، وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغَطَ وَالِاخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قُومُوا عَنِّي، قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ، فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ مِنَ اخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ'

''جب نبی اکرم ﷺ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو اس وقت گھر میں کچھ مرد موجود تھے، جن میں ایک سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم (میرے پاس کاغذ اور قلم) لاؤ تاکہ میں تمہیں ایک تحریر لکھ دوں، جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ پر تکلیف کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن موجود ہے، لہٰذا ہمیں اللہ کی کتاب ہی کافی ہے۔ گھر والوں نے اس بارے میں اختلاف کیا اور وہ جھگڑنے لگے، ان میں سے کچھ کہہ رہے تھے کہ تم (کاغذ و قلم) دے دو، اللہ کے رسول تمہیں ایک تحریر لکھ دیں، جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے، جبکہ کچھ لوگ وہی بات کہہ رہے تھے، جو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہی تھی۔ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بکثرت اختلاف اور شور کیا تو رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔

راویٔ حدیث عبیداللہ کہتے ہیں کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ ساری کی ساری مصیبت وہ اختلاف اور شور بنا تھا، جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے لکھنے کے درمیان حائل ہو گیا تھا۔" (صحیح البخاری:٧٣٦٦، صحیح مسلم :١٦٣٧)

٣۔ ایک روایت میں ہے:

'ائْتُونِي بِالْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ أَوِ اللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ -أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا ، فَقَالُوا: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْجُرُ'

"میرے پاس چوڑی ہڈی، دوات یا تختی اور دوات لاؤ، میں تمہیں ایک تحریر لکھ دیتا ہوں تا کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو سکو، انہوں نے کہا، اللہ کے رسول ﷺ بیماری کی وجہ سے اس طرح کی بات کر رہے ہیں۔"

(صحیح البخاری :٤٤٣١، صحیح مسلم :١٦٣٧)

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ خلافت و امامت کے اوّل حقدار تھے، نبی اکرم ﷺ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت لکھ کر دینا چاہتے تھے، لیکن سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لکھنے نہیں دی....

تبصرہ نمبر1:

ہم کہتے ہیں کہ آپ اس مسلّم الثبوت حدیث کا بنظرِ غور مطالعہ کریں، اس میں اس بات کا کہیں ذکر نہیں ہے کہ آپ ﷺ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت لکھ کر دینا چاہتے تھے۔ جیسا کہ اہلِ سنت کے مشہور مفسر حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'وَهٰذَا الْحَدِيْثُ مِمَّا قَدْ توَهَّم بِهٖ بَعْضُ الْأَغْبِيَاءِ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ مِنَ الشِّيعَةِ

وَغَيْرِهِمْ كُلِّ مُدَّعٍ أَنَّهُ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَكْتُبَ فِي ذٰلِكَ الكتاب ما يرمون إِلَيْهِ مِنْ مَقَالَاتِهِمْ ، وَهٰذَا هُوَ التَّمَسُّكُ بِالْمُتَشَابِهِ.وَتَرْكُ الْمُحْكَمِ وَأَهْلُ السُّنَّةِ يَأْخُذُونَ بِالْمُحْكَمِ.وَيَرُدُّونَ مَا تَشَابَهَ إِلَيْهِ ، وَهٰذِهِ طَرِيقَةُ الرَّاسِخِينَ فِي الْعِلْمِ كَمَا وَصَفَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ ، وَهٰذَا الْمَوْضِعُ مِمَّا زَلَّ فِيهِ أَقْدَامُ كَثِيرٍ مِنْ أَهْلِ الضَّلَالَاتِ ، وَأَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَلَيْسَ لَهُمْ مَذْهَبٌ إِلَّا اتِّبَاعُ الْحَقِّ يَدُورُونَ مَعَهُ كَيْفَمَا دَارَ ، وَهٰذَا الَّذِي كَانَ يُرِيدُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنْ يَكْتُبَهُ قَدْ جَاءَ فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ التَّصْرِيحُ بِكَشْفِ الْمُرَادِ مِنْهُ.....'

''یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے، جن سے اہلِ بدعت، شیعہ وغیرہ میں سے بعض کند ذہن لوگوں نے وہم کھایا ہے۔ ان میں سے ہر شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آپ ﷺ اس کتاب میں وہ چیز لکھنا چاہتے تھے، جس کے وہ بانگِ دہل دعوے کرتے ہیں۔ یعنی متشابہ کو لینا اور محکم کو چھوڑنا، جبکہ اہل سنت محکم کو لیتے اور متشابہ کو چھوڑتے ہیں، راسخ علم والوں کا یہی طریقہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے اوصاف میں فرمایا ہے، یہ وہی جگہ ہے جہاں سے اکثر گمراہ لوگوں کے قدم پھسل گئے ہیں۔ اہل سنت کا تو مذہب ہی حق کی پیروی کرنا ہے، وہ اسی کے ساتھ ساتھ گھومتے رہتے ہیں ،جس چیز کو لکھنے کا آپ ﷺ ارادہ فرمارہے تھے، صحیح احادیث میں اس کے معنیٰ ومفہوم کی وضاحت آگئی ہے.......'' (البداية والنهاية :٥/٢٢٧۔٢٢٨)

مطلب یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ نبی اکرم ﷺ خلافت وامامت لکھنا چاہتے تھے تو سوال یہ ہے کہ کس کی خلافت لکھنا چاہتے تھے؟ صحیح

احادیث اس حقیقت کو یوں آشکارا کرتی ہیں:

حدیث نمبر 1:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

'لَمَّا كَانَ وَجَعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ، قَالَ: ادْعُوا لِي أَبَا بَكْرٍ وَابْنَهُ، فَلْيَكْتُبْ لِكَيْلَا يَطْمَعَ فِي أَمْرِ أَبِي بَكْرٍ طَامِعٌ، وَلَا يَتَمَنَّى مُتَمَنٍّ، ثُمَّ قَالَ: يَأْبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ مَرَّتَيْنِ، وقَالَ مُؤَمَّلٌ مَرَّةً: وَالْمُؤْمِنُونَ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأَبَى اللّٰهُ وَالْمُسْلِمُونَ، وقَالَ مُؤَمَّلٌ مَرَّةً: وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ أَبِي، فَكَانَ أَبِي'

''جب نبی اکرم ﷺ مرض الموت میں تھے تو فرمایا: میرے پاس ابوبکر اور اُن کے بیٹے کو بلا لاؤ، وہ لکھ لے تا کہ ابوبکر (کی خلافت) میں کوئی آدمی لالچ اور خواہش نہ کر سکے، پھر دو مرتبہ فرمایا، اللہ تعالیٰ اور مسلمان اس بات (کسی دوسرے کی خلافت) کو تسلیم نہیں کریں گے، ایک مرتبہ مؤمل راوی نے ''مؤمنون'' کا لفظ بیان کیا ہے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: چنانچہ اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں نے میرے باپ کے علاوہ کسی کو تسلیم نہیں کیا، ایک مرتبہ مؤمل راوی نے یہ الفاظ بیان کیے چنانچہ اللہ تعالیٰ اور مومنوں نے میرے باپ کے علاوہ کسی کو تسلیم نہیں کیا، وہ (نبی کریم ﷺ کی مراد) میرے باپ ہی تھے۔''

(مسند الامام أحمد: ۱۰۶/۶، وسندہٗ حسنٌ، مؤمل بن اسماعیل ثقة عند الجمهور)

حدیث نمبر 2:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے مرض الموت

میں فرمایا تھا:

'أُدْعِی لِی أَبَا بَكْرٍ ، أَبَاكِ ، وَأَخَاكِ ، حَتَّی أَكْتُبَ كِتَابًا ، فَإِنِّی أَخَافُ أَنْ يَتَمَنَّی مُتَمَنٍّ وَيَقُولُ قَائِلٌ: أَنَا أَوْلَی ، وَيَأْبَی اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ '

''میرے پاس اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلالاؤ تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں، میں خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ کوئی تمنا کرنے والا (خلافت میں) تمنا کرے گا اور کوئی کہنے والا کہے گا، میں زیادہ حق دار ہوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مومن ابوبکر کے علاوہ سب (کی خلافت) کا انکار کردیں گے۔'' (مسند الامام أحمد :١٤٤/٦ ، صحيح مسلم :٢٣٨٧)

حدیث نمبر 3:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا:

'لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْ أَرَدْتُ أَنْ أُرْسِلَ إِلَی أَبِی بَكْرٍ وَابْنِهِ فَأَعْهَدَ ، أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ أَوْ يَتَمَنَّی الْمُتَمَنُّونَ'

''میں نے ارادہ کیا ہے کہ ابوبکر اور اُن کے بیٹے کی طرف پیغام بھیجوں، اور (خلافت کی) وصیت کردوں، تاکہ کہنے والے کہہ نہ سکیں یا تمنا کرنے والے تمنا نہ کرسکیں۔''

(صحيح البخاری:٧٢١٧)

یہ احادیثِ مبارکہ تو پتا دے رہی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا، پھر ارادہ ترک کردیا، اس لیے کہ جب خلافت کے لیے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کا نام آئے گا تو اللہ تعالیٰ اور مومن انکار کردیں گے۔ فی الواقع بھی ایسا ہی ہوا۔

یاد رہے کہ دین کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے۔ یہ کیسے ممکن

ہے کہ خلافت وامامت اللہ کی طرف سے منصوص ہو، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اس کے اوّل حقدار ہوں، پوری کی پوری امت اس کے خلاف متفق ہو جائے، عقل کیا کہتی ہے؟ اس پر سہاگہ یہ کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری زندگی اس بات کا کبھی اظہار نہیں کیا کہ میں خلیفہ بلافصل ہوں، لیکن مجھے میرے حق سے محروم کردیا گیا ہے۔ کوئی دلیل ہے جو پیش کی جاسکے؟ مانا کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے حق کے لیے اعلانِ جنگ نہیں کیا، امت کو ایک نئی آزمائش میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے تھے، لیکن اپنے دورِ خلافت میں اس بات کے اظہار میں کیا رکاوٹ تھی؟ راوی قصہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جنہوں نے پریشانی کا اظہار بھی کیا ہے، ان سے بھی یہ کہنا ثابت نہیں کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے زیادتی ہوئی ہے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خلافت لکھنا چاہتے تھے، لیکن لکھ نہ سکے وغیرہ۔ لکھ نہیں سکے تو فرما ہی دیتے کہ میرے بعد علی خلیفہ بلافصل ہے۔ کیا مانع تھا؟ بلکہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے معترف تھے اور آپ کی خلافت کو برحق تسلیم کرتے تھے، جیسا کہ فرماتے ہیں:

'دَخَلْتُ عَلَى عُمَرَ حِينَ طُعِنَ فَقُلْتُ: أَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَسْلَمْتَ حِينَ كَفَرَ النَّاسُ، وَجَاهَدْتَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَذَلَهُ النَّاسُ، وَقُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ، وَلَمْ يَخْتَلِفْ فِي خِلَافَتِكَ اثْنَانِ، وَقُتِلْتَ شَهِيدًا ...'

''جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو میں ان کے پاس آیا، میں نے کہا: اے امیرالمومنین! آپ کو جنت مبارک ہو! جب لوگوں نے کفر کیا تو آپ نے اسلام قبول کیا، جب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا تھا تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ مل کر جہاد کیا، رسول اللہ ﷺ دنیا سے رخصت ہوتے وقت آپ سے راضی تھے۔ آپ کی خلافت کے متعلق دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا اور اب آپ شہادت کے منصب پر فائز ہونے والے ہیں......"

(المستدرك للحاكم :٣/٩٢، وصححه ابن حبان :٦٨٩١، وسندهٗ صحيحٌ)

نیز دیکھیں: (صحيح البخاری:٣٦٩٢)

اس بات کا کہیں اشارہ تک نہیں ملتا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے ہوں یا آپ نے فرمایا ہو کہ میں وصی رسول اللہ ﷺ ہوں، بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

(۱) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

'أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، فَقَالَ النَّاسُ: يَا أَبَا حَسَنٍ، " كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟، فَقَالَ: أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا "، فَأَخَذَ بِيَدِهِ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ وَاللّٰهِ بَعْدَ ثَلَاثٍ عَبْدُ الْعَصَا، وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَأَرَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْفَ يُتَوَفَّى مِنْ وَجَعِهِ هٰذَا، إِنِّي لَأَعْرِفُ وُجُوهَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ، اذْهَبْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْنَسْأَلْهُ فِيمَنْ هٰذَا الْأَمْرُ، إِنْ كَانَ فِينَا عَلِمْنَا ذٰلِكَ، وَإِنْ كَانَ فِي غَيْرِنَا عَلِمْنَاهُ، فَأَوْصَى بِنَا، فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّا وَاللّٰهِ لَئِنْ سَأَلْنَاهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنَعَنَاهَا لَا يُعْطِينَاهَا النَّاسُ بَعْدَهُ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَا أَسْأَلُهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'

''سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت سے اٹھ کر باہر تشریف لائے، یہ اس مرض کا واقعہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی، صحابہ کرام نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابوالحسن! رسول اللہ ﷺ کی طبیعت کیسی ہے؟ انہوں نے بتایا: الحمد اللہ! اب آپ ﷺ کی طبیعت کافی بہتر ہے، پھر سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام کر فرمایا: اللہ کی قسم! تین دن کے بعد تم غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاؤ گے، خدا کی قسم! مجھے تو ایسے آثار نظر آرہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس مرض سے صحت یاب نہیں ہو سکیں گے، بوقت وفات بنو عبدالمطلب کے چہروں کی مجھے خوب شناخت ہے، اب ہمیں آپ ﷺ کے پاس چلنا چاہیے اور آپ ﷺ سے پوچھنا چاہئے کہ ہمارے بعد خلافت کسے ملے گی؟ اگر ہم اس کے مستحق ہیں تو ہمیں معلوم ہو جائے، اگر کوئی دوسرا مستحق ہے تو بھی پتہ چل جائے اور اس خلیفہ کے بارے میں آپ ﷺ ہمیں کوئی وصیت فرما دیں، اس پر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر ہم نے اس وقت آپ ﷺ سے اس بارے میں کچھ پوچھا اور آپ ﷺ نے انکار کر دیا تو پھر لوگ کبھی بھی ہمیں خلافت نہیں دیں گے، میں تو اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے ہرگز نہیں پوچھوں گا۔''

(صحیح البخاری: ٤٤٤٧)

(ب) سیّدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ؟ قَالَ: " لَا، إِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ، أَوْ فَهْمٌ أُعْطِيَهُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ، أَوْ مَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ. قَالَ: قُلْتُ: فَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ؟ قَالَ: الْعَقْلُ، وَفَكَاكُ الْأَسِيرِ، وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ'

”کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں، صرف اللہ کی کتاب یا اس کا فہم ہے جو مسلمان آدمی کو دیا جاتا ہے یا جو اس صحیفہ میں ہے۔ میں نے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا: دیت، قیدی کو آزاد کرنا اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے (کے مسائل ہیں)۔“ (صحیح البخاری: ۱۱۱)

ان دلائل و براہین سے واضح ہوا کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ وصی رسول اللہ ﷺ نہیں تھے، نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو خلیفہ بلافصل خیال کرتے تھے، بلکہ آپ نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت و امامت کی بیعت کر رکھی تھی۔

تبصرہ نمبر 2:

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (م: ۷۲۸ھ) حدیثِ قرطاس کے متعلق لکھتے ہیں:

’وَمَنْ تَوَهَّمَ أَنَّ هٰذَا الْكِتَابَ كَانَ بِخِلَافَةِ عَلِيٍّ فَهُوَ ضَالٌّ بِاتِّفَاقِ (عَامَّةِ النَّاسِ) عُلَمَاءِ السُّنَّةِ وَالشِّيعَةِ، أَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَمُتَّفِقُونَ عَلَى تَفْضِيلِ أَبِي بَكْرٍ وَتَقْدِيمِهِ. وَأَمَّا الشِّيعَةُ الْقَائِلُونَ بِأَنَّ عَلِيًّا كَانَ هُوَ الْمُسْتَحِقَّ لِلْإِمَامَةِ، فَيَقُولُونَ: إِنَّهُ قَدْ نَصَّ عَلَى إِمَامَتِهِ قَبْلَ ذٰلِكَ نَصًّا جَلِيًّا ظَاهِرًا مَعْرُوفًا، وَحِينَئِذٍ فَلَمْ يَكُنْ يَحْتَاجُ إِلَى كِتَابٍ. وَإِنْ قِيلَ: إِنَّ الْأُمَّةَ جَحَدَتِ النَّصَّ الْمَعْلُومَ الْمَشْهُورَ، فَلِأَنْ تَكْتُمَ كِتَابًا حَضَرَهُ طَائِفَةٌ قَلِيلَةٌ أَوْلَى وَأَحْرَى.

وَأَيْضًا فَلَمْ يَكُنْ يَجُوزُ عِنْدَهُمْ تَأْخِيرُ الْبَيَانِ إِلَى مَرَضِ مَوْتِهِ، وَلَا يَجُوزُ لَهُ تَرْكُ الْكِتَابِ لِشَكِّ مَنْ شَكَّ، فَلَوْ كَانَ مَا يَكْتُبُهُ فِي الْكِتَابِ مِمَّا يَجِبُ بَيَانُهُ وَكِتَابَتُهُ، لَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَيِّنُهُ وَيَكْتُبُهُ، وَلَا يَلْتَفِتُ إِلَى قَوْلِ أَحَدٍ، فَإِنَّهُ أَطْوَعُ الْخَلْقِ لَهُ، فَعُلِمَ أَنَّهُ لَمَّا تَرَكَ

الْـكِتَـابَ لَـمْ يَكُنِ الْكِتَابُ وَاجِبًا، وَلَا كَانَ فِيهِ مِنَ الدِّينِ مَا تَجِبُ كِتَابَتُهُ حِينَئِذٍ، إِذْ لَوْ وَجَبَ لَفَعَلَهُ، وَلَوْ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اشْتَبَهَ عَلَيْهِ أَمْرٌ، ثُمَّ تَبَيَّنَ لَهُ أَوْ شَكَّ فِي بَعْضِ الْأُمُورِ، فَلَيْسَ هُوَ أَعْظَمَ مِمَّنْ يُفْتِي وَيَقْضِي بِـأُمُـورٍ وَيَـكُونُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حَكَمَ بِخِلَافِهَا، مُجْتَهِدًا فِي ذٰلِكَ، وَلَا يَـكُـونُ قَـدْ عَـلِمَ حُكْمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ فَإِنَّ الشَّكَّ فِي الْحَقِّ أَخَفُّ مِنَ الْجَزْمِ بِنَقِيضِهِ.

وَكُلُّ هٰذَا (إِذَا كَانَ) بِاجْتِهَادٍ سَائِغٍ كَانَ غَايَتُهُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْخَطَأ الَّذِي رَفَعَ اللّٰهُ الْمُوَاخَذَةَ بِهِ،

''جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ یہ تحریر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں لکھی جانی تھی، وہ عام سنی و شیعہ علما کے ہاں بالاتفاق گمراہ ہے۔ اہل سنت تو سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تفضیل و تقدیم پر متفق ہیں، جبکہ شیعہ جو اس بات کے قائل ہیں کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ہی امامت کے مستحق تھے، وہ کہتے ہیں کہ ان کی امامت پر آپ ﷺ نے پہلے ہی واضح و ظاہر اور معروف نص قائم کر دی تھی۔ چنانچہ اس صورت میں کسی تحریر کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اگر کہا جائے کہ امت نے اس معلوم و مشہور نص کا انکار کر دیا تھا تو (کہا جائے گا) جس کے پاس بہت تھوڑے لوگ حاضر تھے، اس کتاب کو چھپانا زیادہ ممکن تھا، نیز ان کے نزدیک امامت کے بیان کو مرض الموت تک موخر کیا جانا ممکن نہیں اور نہ ہی کسی شک کرنے والے کے شک کی وجہ سے تحریر کے لکھنے کو چھوڑنا ہی ممکن تھا۔ اگر کتاب میں وہی چیز لکھی جانی تھی، جس کو بیان کرنا اور لکھنا واجب تھا تو نبی اکرم ﷺ اسے بیان کرنے اور لکھنے میں کسی کی طرف بھی دھیان نہ فرماتے، کیونکہ

آپ ﷺ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے مطیع وفرمانبردار تھے، جب آپ ﷺ نے تحریر کا ارادہ ترک کر دیا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ واجب نہ تھا، نہ ہی اس میں دین کی کوئی ایسی بات تھی، جس کو لکھنا اس وقت ضروری تھا، کیونکہ اگر یہ کام ضروری ہوتا تو آپ ﷺ ایسا کر گزرتے، اگر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ پر کوئی چیز مشتبہ ہونے کے بعد پھر واضح ہوگئی یا انہیں بعض امور میں شک ہوگیا تھا تو وہ اس شخص سے بڑے (مجرم) نہیں تھے، جو بعض امور میں نبی اکرم ﷺ کے فیصلے کو نہ جاننے کی وجہ سے اجتہاد کر کے آپ کے خلاف فتویٰ یا فیصلہ دے دیتا ہے، حق میں شک کرنا، اس کے خلاف بالجزم فیصلے سے کم جرم ہے۔ یہ سب کچھ جب اجتہادی غلطی سے ہو تو زیادہ سے زیادہ اسے ایسی خطا کہیں گے، جس پر اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں کرتے......"(منہاج السنۃ :۳/۱۳۵)

تبصرہ نمبر 3:

ایسی چیز جس کا لکھنا واجب ہو، وہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ یا دیگر صحابہ کرام کی وجہ سے نہ لکھی جائے، یہ ناممکن ہی نہیں، بلکہ تبلیغِ دین پر حرف ہے، جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'وَإِنَّمَا قَصَدَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمَا قَالَ التَّخْفِيفَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَآهُ، قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ، وَلَوْ كَانَ مَا يُرِيدُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ شَيْئًا مَفْرُوضًا، لَا يَسْتَغْنُونَ عَنْهُ لَمْ يَتْرُكْهُ بِاخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾(المائدۃ:٦٧) كَمَا لَمْ يَتْرُكْ تَبْلِيغَ غَيْرِهِ بِمُخَالَفَةِ مَنْ خَالَفَهُ، وَمُعَادَاةِ مَنْ عَادَاهُ ....'

''بلا شبہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے کہنے کا مطلب رسول اللہ ﷺ پر تخفیف کرنا تھا، کیونکہ انہوں نے دیکھا تھا کہ آپ ﷺ پر تکلیف کا غلبہ ہے۔ اگر وہ چیز فرض ہوتی جسے نبی اکرم ﷺ لکھنا چاہتے تھے، جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا تو آپ اسے صحابہ کے اختلاف اور شور کی وجہ سے نہ چھوڑتے، کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''اس بات کی آگے تبلیغ کر دیجئے جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کی گئی ہے۔'' (المائدۃ: ٦٧) جیسا کہ آپ ﷺ نے دیگر (دینی معاملات) کی تبلیغ مخالفین کی مخالفت اور دشمنوں کی دشمنی کی وجہ سے نہیں چھوڑی تھی۔'' (دلائل النبوۃ للبیهقی: ١٨٤/٧)

ہمارے نبی کریم ﷺ کفار کے روکنے کے باوجود تبلیغِ دین سے نہ رکے، تو صحابہ کرام کے روکنے سے کیسے رُک سکتے تھے؟ بھلا صحابہ کرام آپ ﷺ کو تبلیغِ دین سے کیوں روکتے؟ جبکہ تبلیغِ دین میں تو وہ آپ کے معاون و مددگار تھے۔ کوئی ہے انصاف کرنے والا؟

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَأَمَّا عُمَرُ فَاشْتَبَهَ عَلَيْهِ هَلْ كَانَ قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ شِدَّةِ الْمَرَضِ، أَوْ كَانَ مِنْ أَقْوَالِهِ الْمَعْرُوفَةِ؟ وَالْمَرَضُ جَائِزٌ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ، وَلِهٰذَا قَالَ: مَا لَهُ؟ أَهَجَرَ فَشَكَّ فِي ذٰلِكَ وَلَمْ يَجْزِمْ بِأَنَّهُ هَجَرَ، وَالشَّكُّ جَائِزٌ عَلَى عُمَرَ، فَإِنَّهُ لَا مَعْصُومَ إِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا سِيَّمَا وَقَدْ شَكَّ بِشُبْهَةٍ، فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مَرِيضًا، فَلَمْ يَدْرِ أَكَلَامُهُ كَانَ مِنْ وَهَجِ الْمَرَضِ، كَمَا يَعْرِضُ لِلْمَرِيضِ، أَوْ كَانَ مِنْ كَلَامِهِ الْمَعْرُوفِ الَّذِي يَجِبُ قَبُولُهُ؟ وَكَذٰلِكَ ظَنَّ أَنَّهُ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى

تَبَيَّنَ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَزَمَ عَلَى أَنْ يَكْتُبَ الْكِتَابَ الَّذِي ذَكَرَهُ لِعَائِشَةَ ، فَلَمَّا رَأَى أَنَّ الشَّكَّ قَدْ وَقَعَ ، عَلِمَ أَنَّ الْكِتَابَ لَا يَرْفَعُ الشَّكَّ ، فَلَمْ يَبْقَ فِيهِ فَائِدَةٌ ، وَعَلِمَ أَنَّ اللّٰهَ يَجْمَعُهُمْ عَلَى مَا عَزَمَ عَلَيْهِ ، كَمَا قَالَ:وَيَأْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ

وَقَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ:إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ الْكِتَابَ يَقْتَضِي أَنَّ هٰذَا الْحَائِلَ كَانَ رَزِيَّةً ، وَهُوَ رَزِيَّةٌ فِي حَقِّ مَنْ شَكَّ فِي خِلَافَةِ الصِّدِّيقِ ، أَوِ اشْتَبَهَ عَلَيْهِ الْأَمْرُ؛ فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ هُنَاكَ كِتَابٌ لَزَالَ هٰذَا الشَّكُّ ، فَأَمَّا مَنْ عَلِمَ أَنَّ خِلَافَتَهُ حَقٌّ فَلَا رَزِيَّةَ فِي حَقِّهِ ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ'

''سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ پر یہ بات مشتبہ ہوگئی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کیا شدت مرض کی وجہ سے ہے یا حسب معمول (بقائمی ہوش وحواس) یہ بات فرما رہے ہیں ، نیز کیا انبیائے کرام بھی بیمار ہو سکتے ہیں؟، اسی لیے انہوں نے کہا تھا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہوا ہے؟ کیا بے ہوشی کی حالت میں کہہ رہے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے بالیقین نہیں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوشی میں بات کر رہے ہیں، بلکہ شک کا اظہار کیا ہے اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو شک ہو جانا ممکن تھا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی بھی معصوم نہیں ہے، بالخصوص جب شک کا معقول عذر بھی تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے، لہٰذا انہیں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کلام بیماری کی شدت کی وجہ سے ہے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ معروف کلام ہے، جس کو قبول کرنا واجب ہے، اسی طرح سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کر لیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے ، یہاں تک کہ انہیں

آپ ﷺ کی وفات کا یقین ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ وہی بات لکھوانا چاہتے تھے، جس کا ذکر آپ ﷺ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا تھا۔ جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ شک واقع ہو گیا ہے، نیز آپ ﷺ کو یقین ہو گیا کہ یہ تحریر شک کو رفع نہیں کرے گی، لہٰذا اسے لکھوانے کا کوئی فائدہ نہیں رہا نیز آپ ﷺ کو یقین ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسی بات پر جمع کر دے گا، جس کا آپ نے ارادہ کیا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اور مومن ابوبکر کے سوا سب کا انکار کر دیں گے۔ اسی طرح سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ کہنا کہ ساری کی ساری مصیبت اس چیز (اختلاف) کی وجہ سے ہے، جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے لکھنے کے درمیان حائل ہوئی تھی، یہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ رکاوٹ ہی اصل مصیبت تھی اور یہ مصیبت اس شخص کے لیے تھی، جو صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شک کرتا یا اس پر یہ معاملہ مشتبہ ہوتا، اگر اس وقت تحریر لکھ لی جاتی تو یہ شک رفع ہو جاتا۔ رہا وہ شخص جسے معلوم ہو گیا تھا کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت حق ہے، اس کے لیے یہ کوئی مصیبت نہیں تھی۔ وللہ الحمد۔"

(منهاج السنة: ۱۳۵/۳)

ذِكْرُ مَا كَانَ يُعَالَجُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ

دورانِ علالت نبی کریم ﷺ کے علاج کا بیان

٦۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، وَأَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ مَعْمَرٍ، قَالَ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فِي وَجَعِهِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ: صُبُّوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ فَأَجْلَسْنَاهُ فِي مِخْضَبٍ، لِحَفْصَةَ، فَمَا زِلْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ حَتَّى طَفِقَ يُشِيرُ عَلَيْنَا أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: خَالَفَهُمَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، فَرَوَاهُ عَنْ مَعْمَرٍ، وَيُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَائِشَةَ

٦۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض وفات میں فرمایا: مجھ پر سات ایسے مشکیزوں کا پانی ڈالو، جن کا منہ نہ کھولا گیا ہو، شاید میں لوگوں کو نصیحت کر سکوں، چنانچہ ہم نے نبی کریم ﷺ کو سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود ایک ٹب میں بٹھایا، ہم ان مشکیزوں کا پانی آپ پر ڈالتے رہے، یہاں تک کہ

نبی کریم ﷺ ہمیں اشارہ سے فرمانے لگے: تم نے کام پورا کر دیا۔

تحقیق و تخریج:

(اسنادہ صحیح)

مسند الامام احمد:۶/۱۵۱-۲۲۸؛ السنن الکبری للبیہقی:۱/۳۱

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ (۱۹۸) نے ابو یمان عن شعیب، اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ (صحیح البخاری:۴۴۴۲) نیز امام مسلم (۴۱۸۵) نے عقیل بن خالد سے نیز امام بخاری رحمہ اللہ (۵۷۱۴) نے عبداللہ بن المبارک سے عن معمر عن یونس عن الزہری عن عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ عن عائشہ کی سند سے ذکر کی ہے۔

۷۔ أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ مَعْمَرٍ، وَيُونُسَ، قَالَا: قَالَ الزُّهْرِيُّ وَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ، اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسٍ، وَبَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ قَالَتْ عَائِشَةُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَمَا دَخَلَ بَيْتَهَا، وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ: أَهْرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأَجْلَسْنَاهُ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقِرَبِ حَتَّى جَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا بِيَدِهِ أَنْ قَدْ فَعَلْتُمْ قَالَتْ: ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ، فَصَلَّى بِهِمْ وَخَطَبَهُمْ

۷۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی طبیعت میں دشواری آ گئی، بیماری نے شدت اختیار کر لی تو آپ ﷺ نے تمام ازواج مطہرات سے میرے گھر میں ایامِ علالت بسر کرنے کی اجازت طلب فرمائی، جب سب نے اجازت دے دی تو آپ ﷺ ان (سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا) کے گھر سے دو آدمیوں سیّدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور دوسرے ایک اور صحابی کے سہارے تشریف لائے، اس وقت آپ ﷺ کے مبارک پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مزید بیان فرماتی ہیں: رسول اکرم ﷺ جب میرے گھر تشریف لائے، اس وقت بیماری کافی بڑھ چکی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر سات ایسے مشکیزوں کا پانی ڈالو، جن کے منہ نہ کھولے گئے ہوں، شاید اس طرح میں لوگوں کو نصیحت کر سکوں، چنانچہ ہم نے نبی کریم ﷺ کو ام المومنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود ایک ٹب میں بٹھایا اور ان مشکیزوں کا پانی آپ ﷺ پر ڈالنے لگے، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مزید بیان فرماتی ہیں: پھر نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے، ان کو نماز پڑھائی اور خطاب فرمایا۔

تحقیق و تخریج:

صحیح البخاری: ٥٧١٤؛ صحیح مسلم: ٩١/٤١٨

۸۔ أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرِ بْنِ سُوَيْدٍ ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ، عَنْ زَائِدَةَ ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ،

قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ، فَقُلْتُ لَهَا: أَلَا تُحَدِّثِينِي عَنْ مَرَضِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَصَلَّى النَّاسُ؟ قُلْنَا: لَا هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ: أَصَلَّى النَّاسُ؟ قُلْنَا: لَا هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ: أَصَلَّى النَّاسُ؟ قُلْنَا: لَا هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَتْ: وَالنَّاسُ عُكُوفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُونَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلَاةِ الْعِشَاءِ، قَالَتْ: فَأَرْسَلَ رَسُولًا إِلَى أَبِي بَكْرٍ، بِأَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ، وَكَانَ رَجُلًا رَقِيقًا: يَا عُمَرُ، صَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَنْتَ أَحَقُّ بِذٰلِكَ، قَالَ: فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ تِلْكَ الْأَيَّامَ

۸۔ عبیداللہ بن عبداللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا: کیا آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی علالت کے بارے میں مجھے کچھ بتائیں گی؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں! انہوں نے بیان فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی طبیعت میں دشواری آ گئی تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! نہیں، وہ تو آپ ﷺ کا انتظار کررہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: میرے لئے ٹب میں پانی ڈالو، ہم نے پانی ڈال دیا، آپ ﷺ نے غسل فرمایا، البتہ جب اُٹھنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی، پھر افاقہ ہوا تو پوچھا: کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں، ہم نے عرض کیا: یارسول

اللہ ﷺ! نہیں، وہ تو آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: میرے لئے ٹب میں پانی ڈالو، ہم نے پانی ڈال دیا، آپ ﷺ نے غسل فرمایا: البتہ جب اٹھنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ پر پھر غشی طاری ہوگئی، جب افاقہ ہوا تو پوچھا: کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! نہیں، وہ تو آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں، صحابہ کرام مسجد میں بیٹھے نماز عشا کے لئے نبی کریم ﷺ کا انتظار فرما رہے تھے، بیان فرماتی ہیں: آپ ﷺ نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف قاصد کے ذریعے پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے رقیق القلب تھے، انہوں نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں، سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: آپ رضی اللہ عنہ اس کے زیادہ حقدار ہیں، چنانچہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ان دنوں نماز پڑھاتے رہے۔

تحقیق و تخریج:

صحيح البخاری:٦٨٧؛ صحيح مسلم:٤١٨

فوائد الحدیث:

۱۔ نبی کریم ﷺ عالم الغیب نہیں تھے، تب ہی تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟

۲۔ نبی کریم ﷺ کا مرضِ موت شدت اختیار کر گیا تھا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ پر غشی طاری ہو جاتی تھی۔

۳۔ غشی کے بعد غسل کرنا مستحب ہے، اگر بار بار بے ہوشی طاری ہو جائے تو ہر

بار غسل کرنا بھی مستحب ہے۔ البتہ وضو کرنا ضروری ہے۔

۴۔ انبیائے کرام جنون کے علاوہ باقی سب امراض میں مبتلا ہو جاتے تھے، اس میں حکمتِ بالغہ یہ تھی کہ ان کا اجر و ثواب بڑھ جائے، وہ درجات کی معراج کو پہنچ جائیں، مصائب و پریشانی میں افرادِ امت ان کے احوال سے صبر و استقلال کا درس لیں اور ان کی ڈھارس بندھ جائے، لوگ انبیا کے معجزات دیکھ کر ان میں صفات الٰہیہ کا اعتقاد نہ بنالیں، جنون چونکہ نقص ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو کمال تام سے نوازا تھا۔

۵۔ سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت و منقبت ثابت ہوتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تمام صحابہ کرام پر ترجیح دی۔

۶۔ سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سب سے بڑھ کر قرآن کریم کو پڑھنے والے اور اس کا علم رکھتے تھے۔ تب ہی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی حیات طیبہ میں اپنے مصلیٰ امامت پر کھڑا ہونے کا شرف بخشا۔

۷۔ سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انتہائی رقیق القلب اور متواضع انسان تھے۔

۸۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی زندگی میں سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت صغریٰ سونپنا، خلافت کبریٰ کی طرف واضح اور لطیف اشارہ تھا۔

۹۔ سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فضیلت حاصل ہے۔ تب ہی تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لیے کہا۔

۱۰۔ جب عجب و تکبر اور فتنہ کا ڈر نہ ہو تو کسی کے منہ پر بھی تعریف کی جاسکتی ہے۔

۱۱۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے حکم اور فیصلے کا بہت احترام کرتے تھے۔

۱۲۔ نبی کریم ﷺ آخری دم تک اپنے اصحاب سے راضی، خوش اور بے پناہ محبت کرتے رہے۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحابہ کرام کی زندگیوں میں خیر کا سایہ قائم رہا۔

۱۴۔ صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کا ہر حکم مانتے تھے۔

۱۵۔ صحابہ کرام ایثار کے جذبہ سے سرشار تھے۔

۱۶۔ اگر امام راتب کسی عذر کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے تو کسی صاحب فضیلت کو شرف امامت سونپ سکتا ہے۔

۱۷۔ اگر کوئی فاضل کسی مفضول پر کوئی ذمہ داری ڈال دے، ایسی صورت میں کسی وجہ سے معذرت کرلے تو کوئی حرج نہیں۔

۱۸۔ نبی کریم ﷺ کے ایام مرض میں امامت کی سعادت صرف سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی۔

۱۹۔ باجماعت نماز کی فضیلت، اہمیت اور وجوب ثابت ہوتا ہے۔

۲۰۔ مریض کو بھی حتی المقدور مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنی چاہیئے۔

۲۱۔ عذر کی بنا پر امام بیٹھ کر نماز پڑھا سکتا ہے، ایسی صورت میں مقتدی خواہ بیٹھ کر نماز پڑھیں یا کھڑے ہو کر، دونوں طرح جائز ہے۔

۲۲۔ بوقت ضرورت مقتدیوں تک امام کی آواز پہنچانے کے لئے مکبّر مقرر کیا جا سکتا ہے۔

۲۳۔ دوسروں کے سہارے چل کر مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنا اسوۂ رسول ہے۔

۲۴۔ ائمہ مساجد کو اپنے مقتدیوں کی نماز کی فکر ہونی چاہئے۔

۲۵۔ غسل اور وضو میں دوسرے سے مدد لی جاسکتی ہے۔

۲۶۔ بیٹھ کر بھی غسل کیا جاسکتا ہے۔

۲۷۔ نماز عشا کو عشا آخرہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

۲۸۔ نبی کریم ﷺ نے بیماری کے ایام میں آخری نماز ظہر کی پڑھائی تھی۔

۲۹۔ کسی وجہ سے امامِ راتب لیٹ ہو جائے، اگر اس کے آنے کی امید ہو تو انتظار کر لینا چاہئے۔

۳۰۔ مقتدی پر امام کی اقتدا ضروری ہے۔

۳۱۔ صحابہ کرام کو حالت نماز میں دیکھ کر نبی کریم ﷺ کا رخِ انور خوشی سے تمتما اٹھا اور اپنے جانثاروں کا یہ منظر دیکھ کر آپ ﷺ کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا۔

۳۲۔ آپ ﷺ کا رخِ زیبا قرآن کریم کے اوراق کی مانند تھا۔

۳۳۔ مریض بھی امامت کرواسکتا ہے۔

۳۴۔ اگر امامِ راتب اپنی جگہ کسی کو نائب مقرر کرے تو نائب بھی آگے کسی کو امام بنا سکتا ہے۔

۳۵۔ نبی کریم ﷺ کے سارے حکم واجبی نہیں تھے، مستحب اور مسنون بھی تھے۔

۳۶۔ اہل بیت عظام کی فضیلت و مرتبت ثابت ہوتی ہے۔

۳۷۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کمال دیانت و امانت اور کمال صداقت و فراست کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

۳۸۔ عورت کی آواز پردہ نہیں ہے، شرعی حدود میں رہ کر عورت تبلیغ دین کا فریضہ

سرانجام دے سکتی ہے۔

۳۹۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصدیق کر کے انہیں صدیقہ کائنات تسلیم کر لیا۔

۴۰۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ کی گھریلو زندگی اور خصوصاً آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے آخری لمحات کا علم رکھتی تھیں۔

۴۱۔ خبر واحد دین میں حجت ہے۔

۴۲۔ حدیث دین ہے اور شریعت کی مستقل دلیل ہے۔

۴۳۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے ساتھ حدیث محفوظ ہے، قیامت تک محفوظ رہے گی۔

۴۴۔ حدیث اسوۂ رسول ﷺ ہے۔

۴۵۔ بیان حدیث میں صحابہ کرام انتہائی اہتمام و احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے، صحابہ کرام نے دین کو بلاکم و کاست امت تک پہنچانے کی ذمہ داری بدرجہ احسن پوری کی۔

۴۶۔ سیّدنا عباس اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہما کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، جن کے سہارے نبی کریم ﷺ نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے۔

۴۷۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ختم نبوت پر بین دلیل ہے۔

۴۸۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہرگز خلافت کے متمنی نہیں تھے۔

۴۹۔ بتقاضائے بشریت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا نام ذکر نہ کیا۔

۵۰۔ لغوی اعتبار سے مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھنے کو بھی اعتکاف کہہ دیتے ہیں۔

۹۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ،

قَالَ: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَدَدْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ فَقَالَ: لَا تَلُدُّونِي قُلْنَا: كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ: لَا يَبْقَى أَحَدٌ مِنْكُمْ إِلَّا لُدَّ غَيْرَ الْعَبَّاسِ فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ

۹۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دورانِ مرض ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک میں دوائی ڈال دی، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے منہ میں دوائی زبردستی نہ ڈالو، مگر ہم یہ سمجھے کہ مریض دوائی کو تو ناپسند کرتا ہی ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہوا تو فرمایا: عباس جو اس وقت تمہارے پاس موجود نہیں تھے، کے علاوہ سب کے منہ میں (بطور سزا) زبردستی دوائی ڈالی جائے۔

تحقیق و تخریج:

صحيح البخاري:٤٤٥٨؛ صحيح مسلم:٢٢١٣

فوائد الحديث

۱۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

'لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ: وَاكَرْبَ أَبَاهُ، فَقَالَ لَهَا: لَيْسَ عَلَى أَبِيكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ، فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ: يَا أَبَتَاهُ، أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ، يَا أَبَتَاهْ، مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ، مَأْوَاهْ يَا أَبَتَاهْ إِلَى جِبْرِيلَ نَنْعَاهْ، فَلَمَّا دُفِنَ، قَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ: يَا أَنَسُ أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْثُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ'

''جب نبی کریم ﷺ کا مرض شدت اختیار کر گیا تو آپ ﷺ پر غشی چھانے لگی، سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ہائے ابا جان کو کتنی تکلیف ہے؟ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: آج کے بعد تیرے بابا کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ جب آپ ﷺ وفات پا گئے، سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے ابا جان! آپ ﷺ نے اپنے رب کے بلاوے پر لبیک کہا: ابا جان! آپ ﷺ جن کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے، ابا جان! ہم سیّدنا جبریل علیہ السلام کو آپ ﷺ کی وفات کی خبر سناتے ہیں، جب آپ ﷺ کو دفن کر دیا گیا تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے انس! تمہارے دل رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالنے کے لئے کیسے آمادہ ہو گئے۔'' (صحیح البخاری:٤٤٦٢)

۲۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

'قَلَّ لَيْلَةٌ تَأْتِي عَلَيَّ إِلَّا وَأَنَا أَرَى فِيهَا خَلِيلِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَسٌ يَقُولُ ذٰلِكَ وَتَدْمَعُ عَيْنَاهُ'

''کم ہی کوئی رات ایسی گزری ہوگی جس رات (خواب میں) مجھے اپنے دوست رسول اللہ ﷺ کی زیارت نہ ہوئی ہو، یہ بات بیان کرتے ہوئے سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔''

(مسند الامام احمد:۳/۲۱٦؛ و سندهٗ صحيحٌ)

۳۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

'مَا مِنْ لَيْلَةٍ إِلَّا وَأَنَا أَرَى فِيهَا حَبِيبِي ، ثُمَّ يَبْكِي'

''میں ہر رات اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کرتا ہوں۔ اس کے

بعد آپ رضی اللہ عنہ رونے لگ جاتے۔" (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۲/۲۹۷، وسندہٗ صحیحٌ)

۴۔ سیّدہ ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

'سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا، ثُمَّ مَا صَلَّى لَنَا بَعْدَهَا حَتَّى قَبَضَهُ اللّٰهُ'

"میں نے نماز مغرب میں رسول اللہ ﷺ کو سورۂ مرسلات تلاوت فرماتے ہوئے سنا، اس کے بعد آپ ﷺ ہمیں نماز نہ پڑھا سکے، یہاں تک آپ کی روح کو قبض کر لیا گیا۔" (صحیح البخاری: ٤٤٢٩، صحیح مسلم: ٤٦٢)

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

'صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ الْمَغْرِبَ فَقَرَأَ الْمُرْسَلَاتِ مَا صَلَّى بَعْدَهَا صَلَاةً حَتَّى قُبِضَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'

"رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اپنے گھر میں نماز مغرب پڑھائی، اس میں سورۂ مرسلات تلاوت فرمائی، اس کے بعد آپ ﷺ ہمیں نماز نہ پڑھا سکے، یہاں تک کہ آپ کی روح پرواز کر گئی۔" (مسند الامام احمد: ٦/٣٣٨؛ سنن النسائی: ٩٨٢؛ وسندہٗ حسنٌ)

سیّدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا نے اس آخری نماز کا تذکرہ کیا ہے جو آپ ﷺ نے گھر میں پڑھائی تھی، نہ کہ اس نماز کا جو آپ ﷺ نے مسجد میں ادا کی تھی۔

تنبیہ:

سیّدہ ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

'خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَاصِبٌ رَأْسَهُ فِي مَرَضِهِ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، فَقَرَأَ: بِالْمُرْسَلَاتِ، فَمَا صَلَّاهَا بَعْدُ حَتَّى لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ'

''رسول اللہ ﷺ حالت مرض میں ہمارے پاس تشریف لائے، اس وقت آپ ﷺ نے سر مبارک باندھ رکھا تھا۔ ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی، اس میں سورۃ مرسلات کی تلاوت کی، اس کے بعد آپ ﷺ ہمیں کوئی نماز نہ پڑھا سکے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔'' (سنن الترمذی:۳۰۸)

تبصرہ:

یہ روایت امام زہری رحمہ اللہ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ذِكْرُ مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَى نَفْسِهِ إِذَا اشْتَكَى

رسول اللہ ﷺ کا بوقت تکلیف اپنے آپ کو دم کرنا

۱۰۔ أَخْبَرَنَا زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: اشْتَكَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يَقْرَأُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ، وَيَنْفُثُ فَلَمَّا اشْتَدَّ شَكْوُهُ كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَيْهِ، وَأَنْفُثُ وَأَمْسَحُ عَلَيْهِ بِيَدَيْهِ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا

۱۰۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیمار ہوئے تو معوذات پڑھ کر اپنے اوپر پھونکتے۔ جب بیماری شدت اختیار کر گئی تو میں معوذات پڑھ کر آپ ﷺ پر پھونکتی اور برکت کی خاطر آپ ﷺ کا دستِ مبارک آپ ﷺ کے جسم اطہر پر پھیرتی۔

تحقیق و تخریج:

صحیح البخاری:٤٤٥٨؛ صحیح مسلم:٢١٩٢

فوائد الحدیث:

۱۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

’كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ، نَفَثَ فِي كَفَّيْهِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَبِالْمُعَوِّذَتَيْنِ جَمِيعًا، ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ، وَمَا بَلَغَتْ يَدَاهُ مِنْ جَسَدِهِ قَالَتْ عَائِشَةُ: فَلَمَّا اشْتَكَى كَانَ يَأْمُرُنِي أَنْ أَفْعَلَ ذٰلِكَ بِهِ قَالَ يُونُسُ: كُنْتُ أَرَى ابْنَ شِهَابٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ إِذَا أَتَى إِلَى فِرَاشِهِ‘

’’رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر لیٹتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں پر سورت اخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر دم کرتے، پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے رخِ انور اور جسدِ اطہر کے جس حصے تک ہاتھ پہنچ پاتے، پھیرتے تھے۔‘‘

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مزید بیان کیا: ’’جب آپ ﷺ بیمار ہوتے تو مجھے اسی طرح کرنے کا حکم فرماتے۔‘‘

راویٔ حدیث یونس بیان کرتے ہیں: ’’میں نے امام زہری رحمہ اللہ کو بھی دیکھا کہ جب وہ بستر پر لیٹتے تو اسی طرح ان (سورتوں) کو پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔‘‘

(صحيح البخاری:۵۷۴۸)

۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

’كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا اشْتَكَى مِنَّا إِنْسَانٌ، مَسَحَهُ بِيَمِينِهِ، ثُمَّ قَالَ: أَذْهِبِ الْبَاسَ، رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا فَلَمَّا مَرِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَقُلَ، أَخَذْتُ بِيَدِهِ لِأَصْنَعَ بِهِ نَحْوَ مَا كَانَ يَصْنَعُ، فَانْتَزَعَ يَدَهُ مِنْ يَدِي، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَاجْعَلْنِي مَعَ الرَّفِيقِ الْأَعْلَى قَالَتْ: فَذَهَبْتُ أَنْظُرُ، فَإِذَا هُوَ قَدْ قَضَى‘

’’جب ہم میں سے کوئی بیمار ہوتا تو نبی کریم ﷺ اپنا دایاں ہاتھ مبارک اس

پر پھیرتے اور یہ دعا فرماتے: ''أَذْهِبِ الْبَاسَ، رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا'' ''اے انسانوں کے پروردگار! اس تکلیف کو دور کر دے اور شفا عطا فرما! تو ہی شفا عطا کرنے والا ہے، تیری عطا کی ہوئی شفا کے علاوہ صحت نہیں مل سکتی اور ایسی شفا عطا فرما کہ جس کے بعد بیماری بالکل باقی نہ رہے۔''

پھر جب نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے اور آپ ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو میں نے آپ ﷺ کا دستِ اقدس پکڑ کر اسی طرح کرنا چاہا جیسے آپ ﷺ خود کیا کرتے تھے، (یعنی نبی کریم ﷺ کا ہاتھ مبارک آپ ﷺ کے جسدِ اطہر پر پھیر کر وہی دعا پڑھوں) تو نبی کریم ﷺ نے اپنا دستِ اطہر میرے ہاتھ سے چھڑا لیا اور دعا کی: اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھے رفیق اعلیٰ میں شامل کر لے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: جب میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ وفات پا چکے تھے۔'' (صحیح مسلم: ۲۱۹۱)

ذِكْرُ شِدَّةِ وَجَعِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ ﷺ کا شدتِ مرض

۱۱۔ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّيْمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ الْوَجَعَ عَلَى أَحَدٍ أَشَدَّ مِنْهُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۱۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر کسی پر شدتِ مرض کا اثر نہیں دیکھا۔

تحقیق و تخریج:

صحيح البخاري: ٥٦٤٦؛ صحيح مسلم: ٢٥٧٠

فوائد الحديث:

۱۔ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

'أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ، وَهُوَ يُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا، وَقُلْتُ: إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا، قُلْتُ: إِنَّ ذَاكَ بِأَنَّ لَكَ

أَجْرَيْنِ؟ قَالَ: أَجَلْ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى إِلَّا حَاتَّ اللّٰهُ عَنْهُ خَطَايَاهُ، كَمَا تَحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ'

''میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آپ ﷺ کی بیماری کے دوران حاضر ہوا، آپ ﷺ اس وقت سخت بخار میں مبتلا تھے، میں نے عرض کیا: آپ ﷺ کو بہت سخت بخار ہے؟، مزید میں نے عرض کیا: یہ اس لئے کہ آپ ﷺ کے لئے دوگنا اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا ہی ہے۔ پھر فرمایا: جب بھی کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس وجہ سے اس کے گناہ اس طرح گرا دیتے ہیں، جس طرح (موسم خزاں میں) درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔''

(صحیح البخاری:٥٦٤٧؛ صحیح مسلم:٢٥٧١)

۲۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

'دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوعَكُ، فَوَضَعْتُ يَدِي عَلَيْهِ فَوَجَدْتُ حَرَّهُ بَيْنَ يَدَيَّ فَوْقَ اللِّحَافِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا أَشَدَّهَا عَلَيْكَ قَالَ: إِنَّا كَذٰلِكَ يُضَعَّفُ لَنَا الْبَلَاءُ، وَيُضَعَّفُ لَنَا الْأَجْرُ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ: الْأَنْبِيَاءُ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ الصَّالِحُونَ، إِنْ كَانَ أَحَدُهُمْ لَيُبْتَلَى بِالْفَقْرِ، حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُهُمْ إِلَّا الْعَبَاءَةَ يَحُوبُهَا، وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمْ لَيَفْرَحُ بِالْبَلَاءِ، كَمَا يَفْرَحُ أَحَدُكُمْ بِالرَّخَاءِ'

''میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ ﷺ کو بخار تھا، میں نے آپ ﷺ کے جسم مبارک پر ہاتھ رکھا تو لحاف کے اوپر رکھے ہوئے میرے ہاتھ کو حرارت محسوس ہوئی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کو کتنا سخت بخار ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہم انبیا اسی طرح ہوتے ہیں کہ ہمیں آزمائش بھی دُگنی آتی ہے اور ثواب بھی دُگنا ملتا ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! سب سے زیادہ سخت آزمائش کن لوگوں کو آتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: انبیائے کرام کو، میں نے عرض کیا: انبیا کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نیک لوگوں کو۔ انہیں فقر کے ذریعے آزمایا جاتا ہے یہاں تک کہ بسا اوقات ایک آدمی کو ایک ہی چادر میسر ہوتی ہے جسے وہ جسم پر لپیٹ لیتا ہے اور وہ آزمائش پر اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح تم خوشحالی پر خوش ہوتے ہو۔'' (سنن ابن ماجة: ٤٠٢٤؛ سندهٗ حسنٌ و له شواهد كثيرة)

امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۴۰) نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ بوصیری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'هٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيحٌ وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ'

''اس روایت کی سند صحیح اور راوی ثقہ ہیں۔''

(مصباح الزجاجة بزوائد ابن ماجة: ١٨٨/٤)

۳۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

'كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ: يَا عَائِشَةُ مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ، فَهٰذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي مِنْ ذٰلِكَ السُّمِّ'

''نبی کریم ﷺ اپنے مرض وفات میں فرماتے تھے: اے عائشہ! خیبر میں جو زہر آلود لقمہ میں نے منہ میں رکھ لیا تھا، اس کی تکلیف آج بھی محسوس کر رہا ہوں، اس وقت

مجھے ایسے معلوم ہو رہا ہے کہ میری شہ رگ اس زہر کی تکلیف سے کٹ جائے گی۔“

(صحیح البخاری:٤٤٢٨)

۴۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَلَا يَأْكُلُ الصَّدَقَةَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، وَلَمْ يَذْكُرْ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَلَا يَأْكُلُ الصَّدَقَةَ زَادَ: فَأَهْدَتْ لَهُ يَهُودِيَّةٌ بِخَيْبَرَ شَاةً مَصْلِيَّةً سَمَّتْهَا فَأَكَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا وَأَكَلَ الْقَوْمُ فَقَالَ: ارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ فَإِنَّهَا أَخْبَرَتْنِي أَنَّهَا مَسْمُومَةٌ فَمَاتَ بِشْرُ بْنُ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُورٍ الْأَنْصَارِيُّ فَأَرْسَلَ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ مَا حَمَلَكِ عَلَى الَّذِي صَنَعْتِ؟ قَالَتْ: إِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ الَّذِي صَنَعْتُ، وَإِنْ كُنْتَ مَلِكًا أَرَحْتُ النَّاسَ مِنْكَ، فَأَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُتِلَتْ، ثُمَّ قَالَ: فِي وَجَعِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ مَازِلْتُ أَجِدُ مِنَ الْأَكْلَةِ الَّتِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهٰذَا أَوَانُ قَطَعَتْ أَبْهَرِي‘

”رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول فرمالیا کرتے، لیکن صدقہ نہیں کھاتے تھے، محمد بن عمرو نے اس روایت کو سیّدنا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، جس میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں ہے، اس میں یہ بیان کیا گیا ہے: رسول اللہ ﷺ تحفہ قبول کرلیا کرتے، مگر صدقہ نہیں کھاتے تھے، اس روایت میں یہ اضافہ بھی نقل کیا گیا ہے: ایک یہودیہ نے خیبر میں آپ ﷺ کو ایک بھنی ہوئی بکری بطور ہدیہ پیش کی، جس میں اس نے زہر ملایا تھا، پس رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے اسے کھالیا، پھر اچانک رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: کھانے سے ہاتھ روک لو کیونکہ اس بکری نے مجھے بتا دیا ہے کہ وہ بکری زہر آلود ہے، چنانچہ سیدنا بشر بن براء بن معرور انصاری رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو آپ ﷺ نے اس یہودیہ کو بلا بھیجا اور اس سے پوچھا: اس کام پر تمہیں کس نے ابھارا ہے؟ اس نے کہا: میرا خیال تھا کہ اگر آپ نبی ہوئے تو یہ کھانا آپ کو نقصان نہیں پہنچائے گا اور اگر آپ بادشاہ ہوئے تو لوگ آپ سے چھٹکارا حاصل کر لیں گے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں حکم فرمایا اور اسے قصاصاً قتل کر دیا گیا، پھر آپ ﷺ نے اپنی مرض الموت کے وقت فرمایا: میں نے جب سے خیبر میں وہ لقمہ کھایا ہے اس وقت سے اس کی اتنی تکلیف محسوس کر رہا ہوں کہ اب تو اس نے میری رگِ جان کاٹ کے رکھ دی ہے۔"

(سنن أبی داوٗد: ٤٥١٢؛ مسند الامام احمد: ٣٥٩/٢ مختصرا، دلائل النبوة للبیهقی: ٢٦٢/٤؛ سندهٗ صحیحٌ)

ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی موت طبعی نہیں تھی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شہادت باسعادت کے منصب پر فائز کیا۔

فائدہ:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

'لَأَنْ أَحْلِفَ بِاللّٰهِ تِسْعًا ، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُتِلَ قَتْلًا ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ وَاحِدَةً ، وَذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اتَّخَذَهُ نَبِيًّا ، وَجَعَلَهُ شَهِيدًا'

"ایک کی جگہ مجھے نو مرتبہ اس بات کی قسم اٹھانا زیادہ پسند ہے کہ نبی کریم ﷺ شہید

کیے گئے، کیونکہ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو اپنا نبی بھی بنایا ہے اور شہید بھی قرار دیا ہے۔" (مسند الامام احمد:۳۸۱/۱؛ دلائل النبوۃ للبیہقی:۱۷۲/۷)

امام حاکم رحمہ اللہ (۵۸/۳) نے اس روایت کو بخاری و مسلم کی شرط پر "صحیح" کہا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

تبصرہ:

اس کی سند سلیمان بن مہران الاعمش کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ذِكْرُ مَا كَانَ يَفْعَلُهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجَعِهِ

رسول اللہ ﷺ اپنی علالت کے دوران کیا کرتے تھے؟

۱۲۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ مَرَضِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ: "اشْتَكَى فَعَلَقَ يَنْفِثُ فَكُنَّا نُشَبِّهُ نَفْثَهُ بِنَفْثِ أَكْلِ الزَّبِيبِ، وَكَانَ يَدُورُ عَلَى نِسَائِهِ فَلَمَّا اشْتَدَّ الْمَرَضُ اسْتَأْذَنَهُنَّ أَنْ يُمَرَّضَ عِنْدِي وَيَدُرْنَ عَلَيْهِ فَأَذِنَّ لَهُ فَدَخَلَ عَلَيَّ، وَهُوَ يَتَّكِءُ عَلَى رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْأَرْضَ خَطًّا أَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: أَلَمْ تُخْبِرْكَ مِنَ الْآخَرُ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: هُوَ عَلِيٌّ"

۱۲۔ عبید اللہ بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے مرض کے بارے میں پوچھا، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اس بیماری میں اس طرح سانس لیتے تھے جس طرح خشک انگور کھانے والا سانس لیتا ہے، اسی بیماری میں آپ ﷺ تمام ازواج مطہرات کے پاس جاتے رہے، جب بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ ﷺ نے ان سے اجازت طلب فرمائی کہ مجھے عائشہ کے پاس رہنے دو، تمام ازواج مطہرات نے اجازت دے دی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ دو بندوں کے سہارے میرے پاس تشریف لائے،

اسوقت آپ ﷺ کے مبارک پاؤں زمین پر گھسٹ (کر لکیر ڈال) رہے تھے، ان میں سے ایک سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تھے۔

راوئ حدیث عبید اللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ بات سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بتائی تو انہوں نے دریافت کیا: دوسرے آدمی کا نام نہیں بتایا؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے فرمایا: وہ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

تحقیق و تخریج:

(اسناده صحیح)

مسند الامام احمد:٣٤/٦، ٣٨، سنن ابن ماجة: ١٦١٨؛ مسند الحميدى:٢٣٣

اس حدیث کو امام ابو عوانہ رحمہ اللہ (١١٣/٢) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦٥٨٨_٢١١٦) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

١٣۔ أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، وَيُونُسَ ، قَالَا: قَالَ الزُّهْرِيُّ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ، أَنَّ عَائِشَةَ ، وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ ، قَالَا: لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يُلْقِي خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا ، عَنْ وَجْهِهِ قَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُودِ ، وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مِثْلَ مَا صَنَعُوا

١٣۔ سیّدہ عائشہ اور سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہیں کہ شدت مرض کے دوران رسول اللہ ﷺ اپنی چادر مبارک کھینچ کر بار بار اپنے رُخِ انور پر

ڈالنے لگے، پھر جب آپ ﷺ کو گھبراہٹ ہوتی تو چادر چہرے سے ہٹا لیتے تھے، اسی حالت میں آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل یہود کو اپنی رحمت سے دور کرے، جنہوں نے اپنے انبیائے کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: (دراصل) رسول اللہ ﷺ ان کی مشابہت سے ڈرا رہے تھے۔

تحقیق و تخریج:

صحیح البخاری:۳۴۵۳۔

۱۴۔ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِّي، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ، قَالَا: لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يُلْقِي خَمِيصَةً عَلَى وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُودِ، وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُهُمْ مِثْلَ مَا صَنَعُوا

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: وَقَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ

۱۴۔ سیّدہ عائشہ اور سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہیں کہ شدت مرض کے دوران رسول اللہ ﷺ اپنی چادر مبارک کھینچ کر بار بار اپنے رُخِ انور پر ڈالنے لگے، پھر جب آپ ﷺ کو گھبراہٹ ہوتی تو چادر چہرے سے ہٹا لیتے تھے، اسی حالت میں آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل یہود کو اپنی رحمت سے دور کرے،

جنہوں نے اپنے انبیائے کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: (دراصل) رسول اللہ ﷺ ان کی مشابہت سے ڈرا رہے تھے۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس روایت کو ابراہیم بن سعد نے عن محمد بن اسحاق عن صالح بن کیسان عن الزہری کی سند سے بیان کیا ہے۔

تحقیق و تخریج:

صحیح البخاری: ٤٣٥؛ صحیح مسلم: ٥٣١

١٥۔ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِّي، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، وَابْنَ عَبَّاسٍ، حَدَّثَاهُ أَنَّهُ، لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً عَلَى وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ وَهُوَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ حَذَرًا عَلَى أُمَّتِهِ مَا صَنَعُوا

وَقَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

١٥۔ سیّدہ عائشہ اور سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہیں کہ شدت مرض کے دوران رسول اللہ ﷺ اپنی چادر مبارک کھینچ کر بار بار اپنے رُخِ انور پر ڈالنے لگے، پھر جب آپ ﷺ کو گھبراہٹ ہوتی تو چادر چہرے سے ہٹا لیتے تھے، اسی حالت میں آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل یہود کو اپنی رحمت سے دور کرے،

جنھوں نے اپنے انبیائے کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:
(دراصل) رسول اللہ ﷺ ان کی مشابہت سے ڈرا رہے تھے۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس روایت کو امام زہری رحمہ اللہ نے عن سعید بن میبّب عن ابی ہریرۃ کی سند سے بیان کیا ہے۔

تحقیق و تخریج:

(اسنادہ صحیح)

مسند الامام احمد:٦/٢٧٥

١٦۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَاتَلَ اللّٰهُ يَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: خَالَفَهُ قَتَادَةُ فَرَوَاهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ عَائِشَةَ

١٦۔ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل یہود کو اپنی رحمت سے دور کرے، جنھوں نے اپنے انبیائے کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قتادہ نے اس سند سے اختلاف کیا ہے، انھوں نے اس روایت کو عن سعید بن میبّب عن عائشۃ کی سند سے بیان کیا ہے۔

تحقیق و تخریج:

صحیح البخاری:٤٣٧؛ صحیح مسلم:٥٣٠

١٧۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ قَوْمًا اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ

١٧۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل یہود کو اپنی رحمت سے دور کرے، جنہوں نے اپنے انبیائے کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

تحقیق و تخریج:

(اسنادہ ضعیف والحدیث صحیح)

مسند الامام احمد:٦/١٤٦۔٢٥٢

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (٢٣٢٧۔٣١٨٢) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سعید بن ابی عروبہ اور ان کے استاذ قتادہ دونوں ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی، السنن الکبریٰ للنسائی (٧٠٥٦؛ طبع جدید) میں سعید کے بجائے شعبہ ہے۔ یہ تصحیف ہے، صحیح بات یہ ہے کہ یہ شعبہ نہیں سعید ہے۔

فوائد الحدیث:

○۔ اولیا و صالحین کی قبروں پر تبرک کے حصول کے لئے یا ویسے مساجد بنانا ممنوع و حرام ہے، یہ منکر عمل شرک کا ذریعہ اور وسیلہ ہے، نیز یہ کافر قوموں کے ساتھ

مشابہت بھی ہے اور قبروں کی حد درجہ تعظیم بھی، اس سے بدعات وخرافات کے چور دروازے کھلتے ہیں، اس حوالے سے دس صحیح احادیث پیش خدمت ہیں:

۱۔ سیّدنا جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات سے پانچ دن پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا:

'إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللّٰهِ أَنْ يَكُونَ لِي مِنْكُمْ خَلِيلٌ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى قَدِ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا، كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ'

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اس بات سے بری کر دیا گیا ہے کہ تم میں سے کوئی میرا خلیل ہو، میرے ربّ نے مجھے اپنا خلیل بنالیا ہے، جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا۔ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر صدیق کو خلیل بناتا۔ خبردار! بے شک تم سے پہلے لوگوں نے اپنے انبیائے کرام اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا، پس تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔''

(صحیح مسلم:۵۳۲)

۲۔ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

'إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ، وَمَنْ يَتَّخِذُ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ'

''بلاشبہ سب سے برے لوگ وہ ہیں، جن کی زندگی میں قیامت قائم ہوگی اور وہ لوگ

جنہوں نے قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔"

(مسند الامام احمد: ۱/۴۰۵، ۴۳۵؛ المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۴۱۳؛ وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۷۸۹) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۳۲۵) نے "صحیح" اور حافظ ہیثمی رحمہ اللہ (مجمع الزوائد: ۲/۲۷) نے اس کی سند کو "حسن" کہا ہے۔

۳۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

'لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْ بَعْضُ نِسَائِهِ كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا: مَارِيَةُ، وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ، وَأُمُّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَتَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ، فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيرَ فِيهَا، فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: أُولَئِكِ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَةَ أُولَئِكِ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ'

"جب نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے تو آپ ﷺ کی کسی زوجہ محترمہ نے کنیسہ کا تذکرہ کیا، جسے انہوں نے سرزمین حبشہ میں دیکھا تھا، اس بت کو ماریہ کہا جاتا تھا، سیّدہ ام سلمہ اور سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہما سرزمین حبشہ گئی تھیں، انہوں نے اس کے حسن اور اس میں رکھی ہوئی تصویروں کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور ارشاد فرمایا: یہی وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے۔ پھر اس مسجد میں ان کی تصویریں بناتے، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔" (صحیح البخاری: ۱۳۴۱؛ صحیح مسلم: ۵۲۸)

○ علامہ ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَقَدْ نَهٰى عَنْ اِتِّخَاذِ الْقُبُوْرِ مَسَاجِدَ فِيْ آخِرِ حَيَاتِهِ، ثُمَّ إِنَّهُ لَعَنَ وَهُوَ فِي السِّيَاقِ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، لِيُحَذِّرَ أُمَّتَهُ أَنْ يَّفْعَلُوْا ذٰلِكَ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کے آخری ایام میں قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمادیا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت کی، کیونکہ یہ کام اہل کتاب کے فعل کے مشابہ ہے، تاکہ آپ اپنی امت کو یہ کام کرنے سے بچائیں۔''

(اغاثة اللهفان من مصايد الشيطان:١/١٨٦)

۴۔ سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بات یہ تھی: 'وَاعْلَمُوا أَنَّ شِرَارَ النَّاسِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ' ''جان لو! بلاشبہ سب سے برے لوگ وہ ہیں، جنہوں نے اپنے انبیائے کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔'' (مسند الامام احمد:١/١٩٦؛ وسندهٗ حسنٌ)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'رِجَالُهُ ثِقَاتٌ' ''اس کے راوی ثقہ ہیں۔'' (مجمع الزوائد:٢/٢٨)

۵۔ سیدہ عائشہ اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں:

'لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ، فَإِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا'

''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرضِ وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر کو بار بار رخِ زیبا پر ڈالتے، جب گھبراہٹ ہوتی تو اپنے چہرۂ مبارک سے چادر ہٹا دیتے،

آپ ﷺ نے اسی اضطراب و پریشانی کی حالت میں فرمایا: یہود و نصاریٰ کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور کرے جنھوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو مسجد بنالیا ہے، آپ ﷺ یہ فرما کر امت کو ایسے کاموں سے ڈراتے تھے۔''

(صحيح البخاري:٤٣٥؛ صحيح مسلم:٥٣١)

جب نبی کریم ﷺ کو علم ہوگیا کہ عنقریب فوت ہو جائیں گے تو وفات سے پہلے آپ ﷺ نے افرادِ امت کو قبر پر مسجد بنانے سے ڈرایا، اسی خدشہ کے پیشِ نظر آپ کو حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں دفن کیا گیا، ورنہ بقیع الغرقد میں دفن کیا جاتا۔

۶۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'أَللّٰهُمَّ لا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا، لَعَنَ اللهُ قَوْمًا اتَّخَذُوا، أَوْ جَعَلُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ'

''اے اللہ! میری قبر کو بت خانہ نہ بنانا، اس قوم پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔'' (مسند الحميدي:١٠٢٥؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ برکوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'وَأَعْظَمُ الْفِتْنَةِ بِهٰذِهِ الْأَنْصَابِ فِتْنَةُ أَصْحَابِ الْقُبُوْرِ وَهِيَ أَصْلُ فِتْنَةِ عُبَّادِ الْأَصْنَامِ كَمَا قَالَ السَّلَفُ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْصِبُ لَهُمْ قَبْرَ رَجُلٍ مُعَظَّمٍ يُعَظِّمُهُ النَّاسُ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ وَثَنًا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ثُمَّ يُوْحِي إِلٰى أَوْلِيَائِهٖ أَنَّ مَنْ نَهٰى عَنْ عِبَادَتِهٖ وَاتِّخَاذِهٖ عِيْداً وَجَعَلَهٗ وَثَناً فَقَدْ تَنَقَّصَهٗ وَهَضَمَ حَقَّهٗ فَيَسْعَى الْجَاهِلُوْنَ فِيْ قَتْلِهٖ وَعُقُوْبَتِهٖ وَيُكَفِّرُوْنَهٗ وَمَا ذَنْبُهٗ إِلَّا أَنَّهٗ أَمَرَ بِمَا أَمَرَ بِهِ اللّٰهُ تَعَالٰى وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَهٰى

عَمَّا نَهَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.'

''بت پرستی میں سب سے بڑا فتنہ قبر پرستوں کا ہے یہی بت پرستی کی جڑ ہے جیسا کہ سلف صالحین میں سے صحابہ کرام اور تابعین عظام نے یہ بات کہی ہے، چنانچہ شیطان ایک ایسے آدمی کی قبران کے سامنے کرتا ہے جس کی وہ تعظیم کرتے ہیں، پھر اُسے معبد خانہ بنا دیتا ہے، بعدازاں شیطان اپنے دوستوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈالتا ہے کہ جو لوگ ان کی عبادت کرنے، ان کی قبر کو میلہ، عرس گاہ اور معبد خانہ بنانے سے روکتا ہے، وہ ان کی گستاخی اور حق تلفی کرتا ہے، اس پر جاہل لوگ ایسے (حق گو) آدمی کو قتل کرنے، سزا دینے اور اس کی تکفیر کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں، حالانکہ اس کا جرم صرف اتنا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی بات ماننے کا حکم دیتا ہے اور اس بات سے روکتا ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے۔''

(زيارة القبور ص:۳۹)

۷۔ سیدنا ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: 'لَا تُصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ ، وَلَا تَجْلِسُوا عَلَيْهَا'

''قبروں کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھو، نہ ہی ان کے اوپر بیٹھو۔''

(صحيح مسلم:۹۷۲)

علامہ برکوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُبُوْرِ وَمَا أَمَرَ بِهِ وَنَهَى عَنْهُ وَمَا كَانَ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُوْنَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ وَبَيْنَ مَا عَلَيْهِ أَكْثَرُ النَّاسِ الْيَوْمَ رَأَى أَحَدَهُمَا مُضَادًا لِلْآخَرِ مُنَاقِضًا لَهُ بِحَيْثُ لَا

يَجْتَمِعَانِ أَبَدًا فَإِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ إِلَى الْقُبُوْرِ وَهُمْ يُخَالِفُوْنَهُ وَيُصَلُّوْنَ عِنْدَهَا ، وَنَهٰى عَنِ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ عَلَيْهَا وَهُمْ يُخَالِفُوْنَهُ وَيَبْنُوْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَيُسَمُّوْنَهَا مَشَاهِدَ .وَنَهٰى عَنْ إِيْقَادِ السُّرُجِ عَلَيْهَا وَهُمْ يُخَالِفُوْنَهُ وَيُوْقِدُوْنَ عَلَيْهَا الْقَنَادِيْلَ وَالشُّمُوْعَ بَلْ يُوْقِفُوْنَ لِذٰلِكَ أَوْقَافاً وَأَمَرَ بِتَسْوِيَتِهَا وَهُمْ يُخَالِفُوْنَهُ وَيَرْفَعُوْنَهَا مِنَ الْأَرْضِ كَالْبَيْتِ وَنَهٰى عَنْ تَجْصِيْصِهَا وَالبِنَاءِ عَلَيْهَا وَهُمْ يُخَالِفُوْنَهُ وَيُجَصِّصُوْنَهَا وَيَعْقِدُوْنَ عَلَيْهَا الْقِبَابَ وَنَهٰى عَنِ الْكِتَابَةِ عَلَيْهَا وَهُمْ يُخَالِفُوْنَهُ وَيَتَّخِذُوْنَ عَلَيْهَا الْأَلْوَاحَ وَيَكْتُبُوْنَ عَلَيْهَا الْقُرْآنَ وَغَيْرَهُ .وَنَهٰى عَنِ الزِّيَادَةِ عَلَيْهَا غَيْرَ تُرَابِهَا وَهُمْ يُخَالِفُوْنَهُ وَيَزِيْدُوْنَ عَلَيْهَا سِوَى التُّرَابِ الْآجُرَ وَالْأَحْجَارَ وَالْجُصَّ وَنَهٰى عَنِ اتِّخَاذِهَا لِلْعِيْدِ وَأَكْثَرُ .وَالْحَاصِلُ أَنَّهُمْ مُنَاقِضُوْنَ لِمَا أَمَرَ بِهِ الرَّسُوْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَنَهٰى عَنْهُ وَمُحَادُّوْنَ لِمَا جَاءَ بِهِ؛

”جو شخص زیارتِ قبور سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی سنت، اوامر ونواہی، صحابہ کرام اور تابعین عظام کے عمل کا موازنہ آج کل کے لوگوں کے عمل سے کرے گا تو وہ ان دونوں کو ایک دوسرے کے اس قدر مخالف پائے گا کہ یہ دونوں کبھی اکٹھے ہو ہی نہیں سکتے۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے اور یہ آپ ﷺ کی مخالفت میں ان کے پاس نماز پڑھتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع کیا ہے، یہ آپ ﷺ کی مخالفت میں قبروں پر مسجدیں اور مزار بناتے ہیں۔ آپ ﷺ نے قبروں پر چراغ جلانے سے منع کیا ہے، یہ مخالفت میں چراغ اور موم بتیاں جلاتے ہیں اور اس پر رقم خرچ کرتے ہیں، آپ ﷺ نے قبروں کو برابر کرنے کا حکم دیا ہے، یہ آپ ﷺ کی مخالفت میں

انہیں گھروں کی طرح بلند کرتے ہیں، آپ ﷺ نے پکی قبریں اور ان پر عمارت بنانے سے روکا ہے، یہ آپ ﷺ کی مخالفت میں انہیں پکا کرتے اور ان پر قبے بنانے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے قبروں پر لکھنے سے منع کیا ہے، یہ آپ ﷺ کی مخالفت میں ان پر قرآن وغیرہ کی لکھی ہوئی تختیاں لگاتے ہیں، آپ ﷺ نے قبروں پر اضافی مٹی ڈالنے سے منع کیا ہے، یہ آپ ﷺ کی مخالفت میں اضافی مٹی کے ساتھ ساتھ پکی اینٹیں، پتھر اور سیمنٹ بھی لگاتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے انہیں میلہ گاہ اور مزار بنانے سے روکا ہے، یہ مخالفت کرتے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ ہر اس بات کی مخالفت کرتے ہیں جس کا نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے یا جس سے روکا ہے، الغرض وہ نبی کریم ﷺ کی لائی شریعت سے دشمنی کماتے ہیں۔" (زیارۃ القبور ص:۱۵)

۸۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

'اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا'

"اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو اور ان کو قبرستان مت بناؤ۔"

(صحیح البخاری:۴۳۲؛ صحیح مسلم:۷۷۷)

۹۔ صحیح مسلم میں ایک جگہ یہ الفاظ بھی آتے ہیں، سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ'۔ "اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ۔"

(صحیح مسلم:۷۸۰)

۱۰۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'اَلْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْحَمَّامَ وَالْمَقْبَرَةَ'

''حمام اور مقبرہ کے علاوہ ساری کی ساری زمین مسجد ہے۔''

(مسند الامام احمد: ۹۶/۳؛ سنن ابی داوٗد: ۴۹۲؛ وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۷۹۱)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۶۹۹) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۲۵۱) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ **تلک عشرۃ کاملۃ**

فائدہ نمبر ①:

علامہ یمن محمد بن اسماعیل صنعانی رحمہ اللہ بیضاوی کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'قَالَ الْبَيْضَاوِيُّ: لَمَّا كَانَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى يَسْجُدُونَ لِقُبُورِ أَنْبِيَائِهِمْ؛ تَعْظِيمًا لِشَأْنِهِمْ، وَيَجْعَلُونَهَا قِبْلَةً يَتَوَجَّهُونَ فِي الصَّلَاةِ نَحْوَهَا، اتَّخَذُوهَا أَوْثَانًا لَهُمْ، وَمَنَعَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: وَأَمَّا مَنِ اتَّخَذَ مَسْجِدًا فِي جِوَارِ صَالِحٍ، وَقَصَدَ التَّبَرُّكَ بِالْقُرْبِ مِنْهُ لَا لِتَعْظِيمٍ لَهُ؛ وَلَا لِتَوَجُّهٍ نَحْوَهُ، فَلَا يَدْخُلُ فِي ذٰلِكَ الْوَعِيدِ.

قُلْتُ: قَوْلُهُ لَا لِتَعْظِيمٍ لَهُ يُقَالُ: اتِّخَاذُ الْمَسَاجِدِ بِقُرْبِهِ وَقَصْدُ التَّبَرُّكِ بِهِ تَعْظِيمٌ لَهُ، ثُمَّ أَحَادِيثُ النَّهْيِ مُطْلَقَةٌ وَلَا دَلِيلَ عَلَى التَّعْلِيلِ بِمَا ذَكَرَ'

''بیضاوی کہتے ہیں: یہود و نصاریٰ چونکہ اپنے انبیائے کرام کی شان و عظمت کے سبب

ان کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا کر ان کی تعظیم کیا کرتے تھے اور نماز وغیرہ میں ان کی طرف منہ کیا کرتے تھے، انہوں نے قبروں کو معبد خانہ بنا رکھا ہے اور مسلمانوں کو اس کام سے منع کیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص کسی نیک آدمی کی قبر کے پڑوس میں مسجد بنا لیتا ہے اور اس کا مقصد نیک آدمی سے تبرک حاصل کرنا ہے، نہ کہ اس کی تعظیم کرنا، نہ ہی وہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

میں (امیر صنعانی رحمہ اللہ) کہتا ہوں: بیضاوی اگر یہ کہتا ہے کہ اگر تعظیم کے لیے نہ ہو تو جائز ہے تو اسے کہا جائے گا، قبر کے قریب مسجد بنانا اور اس سے تبرک حاصل کرنا تعظیم نہیں تو اور کیا ہے؟ نیز منع کی احادیث مطلق ہیں، بیضاوی کی ذکر کردہ تاویل پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔" (سبل السلام شرح بلوغ المرام: ۲۲۹/۱)

فائدہ نمبر 2:

بعض کہنے والے کہتے ہیں کہ یہ مسجدیں قبروں کے اوپر نہیں، ایک طرف بنائی جاتی ہیں، یاد رہے کہ وہ مسجد قبر کے اوپر ہی بنائی گئی ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے:

'بَنَى السُّلْطَانُ عَلٰى مَدِيْنَةِ كَذَا، أَوْ عَلٰى قَرْيَةِ كَذَا سُوْرًا'

"فلاں بادشاہ نے فلاں شہر یا بستی پر فصیل بنائی ہے۔"

حالانکہ فصیل شہر یا بستی کے اوپر نہیں بنائی جاتی، لیکن اس کے اردگرد واقع ہوتی ہے، عربی زبان میں اس کا استعمال بکثرت ہے۔

قبروں پر مسجدیں بنانا بالاجماع حرام اور ممنوع ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'فَهٰذِهِ الْمَسَاجِدُ الْمَبْنِيَّةُ عَلٰى قُبُوْرِ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ ، وَالْمُلُوْكِ وَغَيْرِهِمْ يَتَعَيَّنُ إِزَالَتُهَا بِهَدْمٍ أَوْ بِغَيْرِهٖ ، هٰذَا مِمَّا لَا أَعْلَمُ فِيْهِ خِلَافًا بَيْنَ الْعُلَمَاءِ الْمَعْرُوْفِيْنَ ، وَتُكْرَهُ الصَّلَاةُ فِيْهَا مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ أَعْلَمُهٗ ، وَلَا تَصِحُّ عِنْدَنَا فِيْ ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ لِأَجْلِ النَّهْيِ وَاللَّعْنِ الْوَارِدِ فِيْ ذٰلِكَ ، وَلِأَحَادِيْثَ أُخَرَ'

''انبیائے کرام، صالحین اور بادشاہوں وغیرہم کی قبروں پر بنائی گئی مساجد منہدم کرنا یا کسی دوسرے طریقے سے ان کو ختم کرنا ثابت ہے، میرے علم کے مطابق اس بارے میں مشہور علما کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، اسی طرح بلا اختلاف ان میں نماز بھی جائز نہیں، مذکورہ نہی، لعنت اور دیگر احادیث کی بنا پر ہمارا ظاہر مذہب یہی ہے کہ ایسا کرنا درست نہیں ہے۔'' (اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة اصحاب الجحیم:۲/۲۸۷)

نیز فرماتے ہیں:

'اتَّفَقَ الْأَئِمَّةُ أَنَّهٗ لَا يُبْنٰى مَسْجِدٌ عَلٰى قَبْرٍ؛ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (إِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ .فَإِنِّيْ أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ).

وَأَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ دَفْنُ مَيِّتٍ فِيْ مَسْجِدٍ .فَإِنْ كَانَ الْمَسْجِدُ قَبْلَ الدَّفْنِ غُيِّرَ: إِمَّا بِتَسْوِيَةِ الْقَبْرِ وَإِمَّا بِنَبْشِهٖ إِنْ كَانَ جَدِيْدًا .وَإِنْ كَانَ الْمَسْجِدُ بُنِيَ بَعْدَ الْقَبْرِ: فَإِمَّا أَنْ يُزَالَ الْمَسْجِدُ وَإِمَّا أَنْ تُزَالَ صُوْرَةُ الْقَبْرِ فَالْمَسْجِدُ الَّذِيْ عَلَى الْقَبْرِ لَا يُصَلّٰى فِيْهِ فَرْضٌ وَلَا نَفْلٌ فَإِنَّهٗ مَنْهِيٌّ عَنْهُ.'

''ائمہ کرام کا اتفاق ہے کہ قبر پر مسجد نہ بنائی جائے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ قبروں پر مسجدیں بناتے تھے، البتہ تم قبروں کو سجدہ گاہ مت

بناؤ، میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔ اسی طرح مسجد میں میت کو دفن کرنا بھی جائز نہیں، اگر مسجد دفن کرنے سے پہلے بنی ہو تو قبر کو برابر کر دیا جائے یا اگر قبر نئی ہے تو اُسے اکھاڑ دیا جائے، اگر مسجد بعد میں بنائی گئی ہو تو ایسی صورت میں یا تو مسجد کو ختم کر دیا جائے، یا قبر کی تصویر ختم کر دی جائے گی، قبر پر بنائی گئی مسجد میں فرض یا نفل کوئی بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔" (مجموع الفتاویٰ:۲۲/۱۹۴، ۱۹۵)

مزید فرماتے ہیں:

'وَالَّذِينَ يُعَظِّمُونَ الْقُبُورَ وَالْمَشَاهِدَ: لَهُمْ شَبَهٌ شَدِيدٌ بِالنَّصَارَى حَتَّى إِنِّي لَمَّا قَدِمْتُ الْقَاهِرَةَ اجْتَمَعَ بِي بَعْضُ مُعَظِّمِيهِمْ مِنَ الرُّهْبَانِ وَنَاظَرَنِي فِي الْمَسِيحِ وَدِينِ النَّصَارَى حَتَّى بَيَّنْتُ لَهُ فَسَادَ ذٰلِكَ وَأَجَبْتُه عَمَّا يَدَّعِيهِ مِنَ الْحُجَّةِ وَبَلَغَنِي بَعْدَ ذٰلِكَ أَنَّهُ صَنَّفَ كِتَابًا فِي الرَّدِّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَإِبْطَالِ نُبُوَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَحْضَرَهُ إِلَيَّ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ وَجَعَلَ يَقْرَؤُهُ عَلَيَّ لِأُجِيبَ عَنْ حُجَجِ النَّصَارَى وَأُبَيِّنَ فَسَادَهَا .وَكَانَ مِنْ أَوَاخِرِ مَا خَاطَبْتُ بِهِ النَّصْرَانِيَّ: أَنْ قُلْتُ لَهُ: أَنْتُمْ مُشْرِكُونَ وَبَيَّنْتُ مِنْ شِرْكِهِمْ مَا هُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْعُكُوفِ عَلَى التَّمَاثِيلِ وَالْقُبُورِ وَعِبَادَتِهَا وَالِاسْتِغَاثَةِ بِهَا . قَالَ لِي:نَحْنُ مَا نُشْرِكُ بِهِمْ وَلَا نَعْبُدُهُمْ وَإِنَّمَا نَتَوَسَّلُ بِهِمْ كَمَا يَفْعَلُ الْمُسْلِمُونَ إِذَا جَاءُوا إِلَى قَبْرِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ فَيَتَعَلَّقُونَ بِالشُّبَّاكِ الَّذِي عَلَيْهِ وَنَحْوَ ذٰلِكَ .فَقُلْتُ لَهُ: وَهٰذَا أَيْضًا مِنَ الشِّرْكِ لَيْسَ هٰذَا مِنْ دِينِ الْمُسْلِمِينَ وَإِنْ فَعَلَهُ الْجُهَّالُ فَأَقَرَّ أَنَّهُ شِرْكٌ حَتَّى إِنَّ قِسِّيسًا كَانَ حَاضِرًا فِي هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ .فَلَمَّا سَمِعَهَا قَالَ: نَعَمْ عَلَى هٰذَا التَّقْدِيرِ نَحْنُ مُشْرِكُونَ . وَكَانَ بَعْضُ النَّصَارَى يَقُولُ لِبَعْضِ الْمُسْلِمِينَ: لَنَا سَيِّدٌ وَسَيِّدَةٌ وَلَكُمْ سَيِّدٌ

وَسَيِّدَةٌ لَنَا السَّيِّدُ الْمَسِيحُ وَالسَّيِّدَةُ مَرْيَمُ وَلَكُمْ السَّيِّدُ الْحُسَيْنُ وَالسَّيِّدَةُ نَفِيسَةُ .فَالنَّصَارَى يَفْرَحُونَ بِمَا يَفْعَلُهُ أَهْلُ الْبِدَعِ وَالْجَهْلُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِمَّا يُوَافِقُ دِينَهُمْ وَيُشَابِهُونَهُمْ فِيهِ وَيُحِبُّونَ أَنْ يَقْوَى ذٰلِكَ وَيَكْثُرَ'

''جولوگ قبروں اور خانقاہوں کی تعظیم کرتے ہیں، ان کی نصاریٰ کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت ہے، چنانچہ جب میں قاہرہ آیا تو قبروں کی تعظیم کرنے والے چند صوفی اکٹھے ہو کر میرے پاس آئے اور سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام اور عیسائی مذہب کے متعلق میرے ساتھ مناظرہ کرنے لگے، یہاں تک کہ میں نے ان کی خرابیوں کو واضح کر دیا اور ان کے تمام دلائل کا جواب دے دیا، بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے مسلمانوں اور نبی کریم ﷺ کی نبوت کے رد میں کتابیں لکھی ہیں، بعض مسلمان میرے پاس وہ کتابیں لے آئے، میرے سامنے ان کو پڑھنے لگے، تاکہ میں نصاریٰ کے دلائل کا جواب دوں اور ان کی خرابیوں کو واضح کروں، عیسائیوں کے ساتھ آخری مناظرے میں مَیں نے ان سے کہا: تم مشرک ہو، ان کے مشرک ہونے کی وجہ یہ بیان کی کہ تم قبروں کے مجاور، بت پرست، قبروں کے پجاری اور ان سے مدد مانگتے ہو تو اس نے کہا: نہ ہم انہیں شریک ٹھہراتے ہیں، نہ ہی ان کی عبادت کرتے ہیں، بلکہ ہم تو انہیں وسیلہ بناتے ہیں جیسا کہ مسلمان کرتے ہیں کہ وہ ایک نیک آدمی کی قبر پر جاتے ہیں، اس کی کھڑکیوں سے جا چمٹتے ہیں نیز اسی طرح کے دیگر کام کرتے ہیں۔

میں نے اسے کہا: یہ سب کچھ شرک ہے، دینِ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اگرچہ کچھ جاہل لوگ یہ کام کرتے ہیں، اس پر اس نے اقرار کر لیا کہ یہ شرک ہے، یہاں تک کہ ایک عیسائی عالم بھی وہاں موجود تھا، جب اس نے یہ بات سنی، اس

نے کہا: جی ہاں! ایسے تو پھر ہم مشرک ہی ہیں۔

بعض عیسائی کچھ مسلمانوں سے کہتے ہیں: ہمارا بھی ایک سید اور ایک سیّدہ ہیں، آپ کا بھی ایک سید اور ایک سیّدہ ہیں، ہمارے سید مسیح اور سیّدہ مریم رضی اللہ عنہا ہیں، آپ کے لئے سید حسین اور سیّدہ نفیسہ ہیں۔

جاہل اور بدعتی مسلمانوں کے ان کاموں سے عیسائی بڑے خوش ہوتے ہیں کیونکہ یہ ان کے دین سے موافقت اور مشابہت رکھتے ہیں، وہ یہی چاہتے ہیں کہ وہ مضبوط اور زیادہ ہو جائیں۔" (مجموع الفتاویٰ: ٢٧/٤٦١، ٤٦٢)

ذِكْرُ مَا كَانَ يَقُولُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ

دورانِ مرض نبی کریم ﷺ کیا فرمایا کرتے تھے؟

۱۸۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرُّهَاوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوصِي عِنْدَ مَوْتِهِ: الصَّلَاةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ: لَمْ يَسْمَعْ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ أَنَسٍ

۱۸۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وفات کے وقت نبی کریم ﷺ یہ وصیت فرما رہے تھے: نماز اور اپنے غلاموں کا خیال رکھنا۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سلیمان تیمی نے یہ حدیث سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نہیں سنی۔

تحقیق و تخریج:

(اسنادہ ضعیف)

سلیمان تیمی ''مدلس'' ہیں، ان کا سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں، جیسا کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے، بہر حال یہ روایت جمیع طرق کے

ساتھ ضعیف ہے۔

١٩۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ جَرِيرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَتْ عَامَّةُ وَصِيَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الصَّلَاةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

وَرَوَاهُ الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَاحِبٍ لَهُ عَنْ أَنَسٍ

١٩۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات یہ وصیت فرمایا کرتے تھے: نماز اور اپنے غلاموں کا خیال رکھنا۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: معتمر بن سلیمان تیمی نے اس حدیث کو عن ابیہ عن قتادہ عن صاحب لہ عن انس کی سند سے بیان کیا ہے۔

تحقیق و تخریج:

(اسنادہ ضعیف)

مسند الامام احمد:١١٧/٣؛ سنن ابن ماجة:٢٦٩٧

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦٦٠٥) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سلیمان تیمی اور قتادہ دونوں ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح ثابت نہیں، اس کی ساری کی ساری سندیں ضعیف ہیں۔

٢٠۔ أَخْبَرَنِي هِلَالُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْخَطَّابِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَاحِبٍ لَهُ عَنْ أَنَسٍ نَحْوَهُ

خَالَفَهُ أَبُو عَوَانَةَ، فَرَوَاهُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَفِينَةَ

۲۰۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مذکورہ روایت ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوعوانہ نے اس سند سے اختلاف کیا ہے، انہوں نے عن قتادۃ عن سفینۃ کی سند سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔

تحقیق و تخریج:

(اسنادہ ضعیف)

مشکل الآثار للطحاوی: ٤/٢٣٥، ٢٣٦

سلیمان تیمی اور قتادہ دونوں ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح ثابت نہیں۔

۲۱۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَفِينَةَ، مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَ: كَانَ عَامَّةُ وَصِيَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَجَعَلَ يُرَدِّدُهَا حَتَّى يُلَجْلِجُهَا فِي صَدْرِهِ وَمَا يُفِيضُ

رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَفِينَةَ، عَنِ أُمِّ سَلَمَةَ

۲۱۔ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام سیّدنا سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اکثر اوقات یہ وصیت فرمایا کرتے تھے: نماز اور اپنے غلاموں کا خیال رکھنا، آپ ﷺ اس کو دُہرا رہے تھے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دل سے آواز آ رہی تھی لیکن زبان سے کلمات ادا نہیں ہو رہے تھے۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سعید بن ابی عروبہ نے اس روایت کو عن قتادہ عن سفینۃ عن ام سلمہ کی سند سے بیان کیا ہے۔

تحقیق و تخریج:

(اسنادہ ضعیف)۔قتادہ ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح ثابت نہیں۔

۲۲۔ أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ سَفِينَةَ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَ عَنِ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كَانَتْ عَامَّةُ وَصِيَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهِ الصَّلَاةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ حَتَّى جَعَلَ يُلَجْلِجُهَا فِي صَدْرِهِ وَمَا يُفِيضُ بِهَا لِسَانُهُ

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: قَتَادَةُ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْ سَفِينَةَ

۲۲۔ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بوقت وفات اکثر یہ وصیت فرماتے تھے: نماز اور اپنے غلاموں کا خیال رکھنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بار بار دہرا رہے تھے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے آواز آرہی تھی لیکن زبان سے کلمات ادا نہیں ہو رہے تھے۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قتادہ نے سفینہ سے یہ روایت نہیں سنی۔

تحقیق و تخریج:

(اسنادہ ضعیف)

سعید بن ابی عروبہ اور قتادہ دونوں ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح ثابت نہیں۔ نیز قتادہ نے سفینہ سے کچھ نہیں سنا۔

۲۳۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْ سَفِينَةَ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: كَانَ عَامَّةُ وَصِيَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

رَوَاهُ هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ سَفِينَةَ

۲۳۔ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام سفینہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات یہ وصیت فرمایا کرتے تھے: آگے انہوں نے وہی مذکورہ روایت بیان کی۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمام نے اس روایت کو عن قتادۃ عن ابی الخلیل عن سفینۃ کی سند سے بیان کیا ہے۔

تحقیق و تخریج:

(اسنادہ ضعیف)

قتادہ "مدلس" ہیں، جو کہ لفظ "عن" سے بیان کر رہے ہیں، سماع کی تصریح ثابت نہیں، نیز قتادہ نے سیّدنا سفینہ رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔

۲٤۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ سَفِينَةَ، عَنِ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ فِي الْمَوْتِ جَعَلَ يَقُولُ: الصَّلَاةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَجَعَلَ يَقُولُهَا وَمَا يُفِيضُ

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أَبُو الْخَلِيلِ اسْمُهُ صَالِحُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ

۲۴۔ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بوقت وفات یہ وصیت فرما رہے تھے: نماز اور اپنے غلاموں کا خیال رکھنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بار بار دہرا رہے تھے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے آواز آ رہی تھی لیکن زبان سے کلمات ادا نہیں ہو رہے تھے۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوالخلیل کا نام صالح بن ابی مریم ہے۔

تحقیق و تخریج:

(اسنادہ ضعیف)

مسند الامام احمد:٣١١/٦؛ سنن ابن ماجة:١٦٢٥

قتادہ ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔ ابوالخلیل صالح بن ابی مریم کا سیّدنا سفینہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔ لہٰذا یہ سند مدلّس اور منقطع ہے۔

اس باب میں مسند الامام احمد (٧٨/١) سنن ابی داوٗد (٥١٥٦) اور سنن ابن ماجۃ (٢٦٩٨) میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کی سند بھی ضعیف ہے۔ اس میں مغیرہ بن مقسم ''مدلس'' ہے۔

اسی طرح مسند الامام احمد (٩٠/١) میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اس کی سند بھی ضعیف ہے، اس میں نعیم بن یزید مجہول راوی ہے۔

(میزان الاعتدال للذهبی:٢٧١/٤)

فوائد الحدیث:

١۔ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

'كَانَ آخِرُ كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الصَّلَاةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ'

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری کلام یہ تھی: نماز اور اپنے غلاموں کا خیال رکھنا۔''

(مسند الامام احمد: ٧٨/١؛ سنن ابی داوٗد:٥١٦٥؛ سنن ابن ماجة:٢٦٩٨)

تبصرہ:

اس کی سند مغیرہ بن مقسم کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۲۔ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

'أَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ آتِيَهُ بِطَبَقٍ يَكْتُبُ فِيهِ مَا لَا تَضِلُّ أُمَّتُهُ مِنْ بَعْدِهِ ، قَالَ:فَخَشِيتُ أَنْ تَفُوتَنِي نَفْسُهُ ، قَالَ:قُلْتُ:إِنِّي أَحْفَظُ وَأَعِي.قَالَ:أُوصِي بِالصَّلَاةِ ، وَالزَّكَاةِ ، وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ'

''نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک تختی لانے کا حکم دیا تا کہ آپ اس میں ایسی ہدایات لکھ دیں، جن پر عمل کرنے سے آپ ﷺ کے بعد امت گمراہ نہ ہو سکے، مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں کاغذ لینے چلا جاؤں اور پیچھے سے نبی کریم ﷺ کی روح پرواز کر جائے، اس لئے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے زبانی بتا دیجئے، میں اسے یاد رکھوں گا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں نماز، زکوۃ اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔'' (مسند الامام احمد:۱/۹۰)

تبصرہ:

یہ روایت ضعیف ہے، اس کی سند میں نعیم بن یزید راوی مجہول ہے۔

(تقریب التہذیب لابن حجر:۷۱۷۹)

۳۔ طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

'سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَوْصَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: لَا ، فَقُلْتُ: كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ ، أَوْ أُمِرُوا بِهَا؟ قَالَ: أَوْصَى بِكِتَابِ اللّٰهِ'

''میں نے سیّدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ نے کسی کو اپنا وصی بنایا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے عرض کیا: تو پھر لوگوں پر وصیت کرنا کیسے

فرض ہوا؟ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ نے کتاب اللہ کے مطابق عمل کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔" (صحیح البخاری:٤٤٦٠؛ صحیح مسلم:١٦٣٤)

۴۔ اسود بن یزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

'ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَى إِلَى عَلِيٍّ، فَقَالَتْ: مَنْ قَالَهُ؟ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنِّي لَمُسْنِدَتُهُ إِلَى صَدْرِي فَدَعَا بِالطَّسْتِ، فَانْخَنَثَ فَمَاتَ فَمَا شَعَرْتُ فَكَيْفَ أَوْصَى إِلَى عَلِيٍّ؟

"سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس بات کا ذکر ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی بنایا ہے؟ انہوں نے پوچھا: کون کہتا ہے؟ میں خود نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھی، آپ ﷺ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے بڑی سلفچی (ہاتھ وغیرہ دھونے کا برتن) منگوائی پھر ایک جانب جھک گئے اور مجھے پتہ بھی نہ چلا کہ آپ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے، پھر آپ ﷺ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو کیسے وصی بنا دیا۔"

(صحیح البخاری:٤٤٥٩؛ صحیح مسلم:١٦٣٦)

۲۵۔ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ مُوسَى بْنِ سَرْجِسَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَمُوتُ، وَعِنْدَهُ قَدَحٌ فِيهِ مَاءٌ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْقَدَحِ يَمْسَحُ وَجْهَهُ بِالْمَاءِ ثُمَّ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى سَكَرَاتِ الْمَوْتِ

۲۵۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے بوقت وفات رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ کے پاس پانی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا، جس میں ہاتھ ڈبو کر آپ ﷺ اپنے رُخِ انور پر پھیرتے ہوئے فرما رہے تھے: اے اللہ! موت کی سختیوں پر میری مدد فرما۔

تحقیق و تخریج:

(اسنادہ ضعیف)

مسند الامام احمد:۶/۶۴۔۷۰۔۱۵۱؛ سنن الترمذی:۹۷۸، وقال ھٰذا حدیث غریب؛ سنن ابن ماجہ:۱۶۲۳۔اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۲/۴۶۵۔ ۳/۵۷) نے صحیح الاسناد اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

مگر اس میں موسیٰ بن سرجس راوی مجہول الحال ہے۔

ذِكْرُ قَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ شَخَصَ بَصَرُهُ بِأَبِي هُوَ وَأُمِّي

میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ ﷺ کی نگاہ جب آسمان کی طرف بلند ہوئی تو اس وقت کیا فرمایا؟

۲۶۔ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ وَهْبٍ الْحَرَّانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ عُتْبَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: رَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ فَاضْطَجَعَ فِي حِجْرِي فَدَخَلَ عَلَيَّ رَجُلٌ مِنْ آلِ أَبِي بَكْرٍ، وَفِي يَدِهِ سِوَاكٌ أَخْضَرُ فَنَظَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَظَرًا عَرَفْتُ أَنَّهُ يُرِيدُهُ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَتُحِبُّ أَنْ أُعْطِيَكَ هٰذَا السِّوَاكَ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ: فَأَخَذْتُهُ فَأَلَنْتُهُ ثُمَّ أَعْطَيْتُهُ إِيَّاهُ فَاسْتَنَّ بِهِ كَأَشَدِّ مَا رَأَيْتُهُ اسْتَنَّ بِسِوَاكٍ قَبْلُ، ثُمَّ وَضَعَهُ وَوَجَدْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَثْقُلُ فِي حِجْرِي فَذَهَبْتُ أَنْظُرُ فِي وَجْهِهِ فَإِذَا بَصَرُهُ قَدْ شَخَصَ وَهُوَ يَقُولُ: بَلِ الرَّفِيقُ الْأَعْلَى مِنَ الْجَنَّةِ قُلْتُ: خُيِّرْتَ فَاخْتَرْتَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ قَالَتْ: وَقُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۶۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس دن رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے، اس دن آپ ﷺ (مسجد سے واپس) تشریف لا کر میری گود میں

لیٹ گئے، اسی دوران سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھرانے کا کوئی آدمی ہاتھ میں تازہ مسواک لئے ہوئے آیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کے انداز سے مَیں سمجھ گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرنا چاہتے ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ چاہتے ہیں کہ یہ مسواک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! میں نے اسے چبا کر نرم کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ہمت سے مسواک فرمائی جس طرح میں انہیں پہلے کرتے دیکھتی تھی، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رکھ دیا، اسی دوران میں نے محسوس کیا کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر بھاری ہورہا ہے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور پر نظر ڈالی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں اوپر اٹھی ہوئی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے: جنت میں ''رفیق اعلیٰ'' کے ساتھ۔ میں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا، اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر مبعوث فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیار کرلیا اور اسی دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا فانی سے رخصت ہوگئے۔

تحقیق و تخریج:

(اسناده ضعيف)

مسند الامام احمد: ٢٧٤/٦

اس میں امام زہری رحمہ اللہ کی تدلیس ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

فوائد الحدیث:

ا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

'إِنَّ مِنْ نِعَمِ اللّٰهِ عَلَيَّ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ فِي بَيْتِي، وَفِي يَوْمِي، وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي، وَأَنَّ اللّٰهَ جَمَعَ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ عِنْدَ مَوْتِهِ: دَخَلَ عَلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، وَبِيَدِهِ السِّوَاكُ، وَأَنَا مُسْنِدَةٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَأَيْتُهُ يَنْظُرُ إِلَيْهِ، وَعَرَفْتُ أَنَّهُ يُحِبُّ السِّوَاكَ، فَقُلْتُ: آخُذُهُ لَكَ؟ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ: أَنْ نَعَمْ فَتَنَاوَلْتُهُ، فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ، وَقُلْتُ: أُلَيِّنُهُ لَكَ؟ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ: أَنْ نَعَمْ فَلَيَّنْتُهُ، فَأَمَرَّهُ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ أَوْ عُلْبَةٌ يَشُكُّ عُمَرُ فِيهَا مَاءٌ، فَجَعَلَ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ، يَقُولُ: لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ ثُمَّ نَصَبَ يَدَهُ، فَجَعَلَ يَقُولُ: فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلٰى حَتّٰى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهُ'

''مجھ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات میں ایک انعام یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے گھر اور میری باری کے دن وفات پائی، جبکہ آپ ﷺ کا مبارک سر میرے حلق اور سینے کے درمیان تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی وفات کے وقت میرے اور آپ ﷺ کے لعاب کو ایک ساتھ جمع کر دیا وہ یوں کہ عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما میرے پاس آئے تو ان کے ہاتھ میں مسواک تھی، رسول اللہ ﷺ مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ اسے دیکھ رہے ہیں، میں نے جان لیا کہ آپ ﷺ مسواک کرنا چاہتے ہیں، میں نے عرض کیا: میں یہ مسواک آپ ﷺ کیلئے لے لوں؟ آپ ﷺ نے اپنے سر مبارک سے اشارہ فرمایا: ہاں!

میں نے اسے حاصل کیا، لیکن آپ ﷺ کے لئے اس کا چبانا مشکل تھا۔ میں نے عرض کیا: کیا میں اسے آپ ﷺ کے لئے نرم کر دوں؟ آپ ﷺ نے اپنے سر مبارک سے اشارہ فرمایا: ہاں! میں نے اسے نرم کر دیا، اس وقت آپ ﷺ کے سامنے ایک برتن تھا جس میں پانی تھا، آپ ﷺ اپنے ہاتھ مبارک پانی میں ڈبوتے اور انہیں اپنے رخِ زیبا پر پھیرتے اور فرماتے: اللہ رب العزت کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، موت کی سختیاں ہوتی ہیں، پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اٹھایا اور فرمانے لگے: اے اللہ! اعلیٰ ساتھ نصیب فرما، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی روح مبارک قبض ہوگئی اور آپ ﷺ کا دست مبارک جھک گیا۔"

(صحیح البخاری:٤٤٤٩)

۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

"تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي، وَفِي يَوْمِي، وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي، وَكَانَتْ إِحْدَانَا تُعَوِّذُهُ بِدُعَاءٍ إِذَا مَرِضَ، فَذَهَبْتُ أُعَوِّذُهُ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ، وَقَالَ: فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلٰى، فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلٰى، وَمَرَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَفِي يَدِهٖ جَرِيدَةٌ رَطْبَةٌ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَظَنَنْتُ أَنَّ لَهُ بِهَا حَاجَةً، فَأَخَذْتُهَا، فَمَضَغْتُ رَأْسَهَا، وَنَفَضْتُهَا، فَدَفَعْتُهَا إِلَيْهِ، فَاسْتَنَّ بِهَا كَأَحْسَنِ مَا كَانَ مُسْتَنًّا، ثُمَّ نَاوَلَنِيهَا، فَسَقَطَتْ يَدُهُ، أَوْ: سَقَطَتْ مِنْ يَدِهٖ، فَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهٖ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا، وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الْآخِرَةِ"

"رسول اللہ ﷺ کی وفات میرے گھر اور میری باری کے دن ہوئی، اس وقت آپ ﷺ کا مبارک سر میرے سینے اور حلق کے درمیان تھا، جب آپ ﷺ بیمار

ہوتے تو ہم میں سے کوئی نہ کوئی (زوجہ محترمہ) آپ ﷺ کو معوذات پڑھ کر دم کیا کرتی تھی، چنانچہ میں آپ ﷺ کے لئے دعائیں کرنے لگی، آپ ﷺ کا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھا ہوا تھا اور آپ ﷺ فی الرفیق الاعلیٰ، فی الرفیق الاعلیٰ کے کلمات کہہ رہے تھے، اسی دوران سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر آئے، ان کے ہاتھ میں تازہ ٹہنی تھی، نبی کریم ﷺ نے اس کی طرف دیکھا، تو میں سمجھ گئی کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ وہ ٹہنی میں نے آپ ﷺ کے لیے لے لی، اس کا سرا چبایا اور صاف کر کے آپ ﷺ کو دے دی، نبی کریم ﷺ نے اچھی طرح مسواک کی، جس طرح پہلے مسواک کیا کرتے تھے، پھر نبی کریم ﷺ نے وہ مسواک مجھے عنایت فرمائی اور آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک جھک گیا۔

راوی حدیث نے یہ الفاظ بھی بیان کیے: آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک سے مسواک چھوٹ گئی، اس طرح اللہ تعالیٰ نے میرے اور نبی کریم ﷺ کے لعاب کو اس دن ایک ساتھ جمع کر دیا جو آپ کی دنیوی زندگی کا آخری اور اخروی حیات کا پہلا دن تھا۔'' (صحیح البخاری: ٤٤٥١)

۳۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

'أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْأَلُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، يَقُولُ: أَيْنَ أَنَا غَدًا، أَيْنَ أَنَا غَدًا يُرِيدُ يَوْمَ عَائِشَةَ، فَأَذِنَ لَهُ أَزْوَاجُهُ يَكُونُ حَيْثُ شَاءَ، فَكَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ حَتَّى مَاتَ عِنْدَهَا، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي كَانَ يَدُورُ عَلَيَّ فِيهِ، فِي بَيْتِي، فَقَبَضَهُ اللّٰهُ وَإِنَّ رَأْسَهُ لَبَيْنَ نَحْرِي وَسَحْرِي، وَخَالَطَ رِيقُهُ رِيقِي، ثُمَّ قَالَتْ: دَخَلَ

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِی بَكْرٍ وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهٖ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لَهُ: أَعْطِنِی هٰذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، فَأَعْطَانِيهِ، فَقَضِمْتُهُ، ثُمَّ مَضَغْتُهُ، فَأَعْطَيْتُهُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِهٖ، وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى صَدْرِی'

''مرضِ وفات میں رسول اللہ ﷺ پوچھتے رہتے تھے کہ کل میرا قیام کہاں ہوگا؟ کل میرا قیام کہاں ہوگا؟، آپ ﷺ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار فرما رہے تھے، پھر ازواج مطہرات نے آپ ﷺ کو مرضی کے مطابق رہنے کی اجازت دے دی، چنانچہ آپ ﷺ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر قیام کیا اور آپ ﷺ کی وفات بھی انہیں کے گھر میں ہوئی۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ ﷺ کی وفات اسی دن ہوئی جس دن قاعدہ کے مطابق میرے ہاں آپ ﷺ کے قیام کی باری تھی، وفات کے وقت سر مبارک میری ہنسلی اور سینے کے درمیان تھا، میرا لعاب اور آپ ﷺ کا مبارک لعاب ایک ساتھ جمع ہو گئے، مزید فرماتی ہیں: سیّدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے ہاتھ میں استعمال شدہ مسواک تھی، نبی کریم ﷺ نے اس (مسواک) کی طرف دیکھا تو میں نے کہا: عبدالرحمٰن! یہ مسواک مجھے دے دو، انہوں نے مسواک مجھے دے دی تو میں نے اسے توڑ کر اچھی طرح چبایا اور جھاڑ کر نبی کریم ﷺ کو پیش کر دی، پھر آپ ﷺ نے وہ مسواک کی، اس وقت آپ ﷺ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔''

(صحیح البخاری: ۴۴۵۰؛ صحیح مسلم: ۲۴۴۳)

۲۷۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ

شُعْبَةَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَـنْ عَائِشَةَ، كُنْتُ أَسْمَعُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمُوتُ حَتَّى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، فَأَخَذَتْهُ بُحَّةٌ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَسَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُولُ: مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ، وَالصِّدِّيقِينَ، وَالشُّهَدَاءِ، وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا، فَظَنَنْتُ أَنَّهُ خُيِّرَ

۲۷۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں یہ بات سنتی آ رہی تھی کہ ہر نبی کو وفات سے پہلے دنیا یا آخرت میں رہنے کا اختیار دیا جاتا ہے، آپ ﷺ مرض وفات میں جبکہ آپ ﷺ کی آواز بھاری ہو چکی تھی، میں نے رسول اللہ ﷺ سے بھی سنا، آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ان لوگوں کے ساتھ جن پر تُو نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیائے کرام، صدیقین، شہدائے عظام اور صالحین کرام ان کی رفاقت بہت اچھی ہے تو میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ کو بھی اختیار دیا گیا ہے۔

تحقیق و تخریج:

صحيح البخاري: ٤٤٣٥؛ صحيح مسلم: ٢٤٤٤

۲۸۔ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أُغْمِيَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ فِي حِجْرِي فَجَعَلْتُ أَمْسَحُهُ وَأَدْعُو لَهُ بِالشِّفَاءِ فَأَفَاقَ فَقَالَ: بَلْ أَسْأَلُ اللّٰهَ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى الْأَسْعَدَ مَعَ جِبْرِيلَ، وَمِيكَائِيلَ، وَإِسْرَافِيلَ

۲۸۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر غشی طاری ہوئی تو اس وقت آپ ﷺ میری گود میں (سر مبارک رکھ کر لیٹے ہوئے) تھے، میں

آپ ﷺ پر ہاتھ پھیرنے اور شفا کی دعا کرنے لگی، چنانچہ آپ ﷺ کو کچھ افاقہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ میں اللہ تعالیٰ سے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے ساتھ نیک بخت رفیق اعلیٰ کا سوال کرتا ہوں۔

تحقیق و تخریج:

(اسناده ضعيف)

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ اور اسماعیل بن خالد رحمہ اللہ دونوں ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

۲۹۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ عِنْدَ وَفَاتِهِ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الْأَعْلَى

۲۹۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے سنا، بوقت وفات رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ کے ساتھ ملا دے۔

تحقیق و تخریج:

صحيح البخاري: ٤٤٤٠؛ صحيح مسلم: ٢٤٤٤۔

۳۰۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَاتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، وَإِنَّهُ لَبَيْنَ حَاقِنَتِي، وَذَاقِنَتِي، وَلَا أَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِأَحَدٍ بَعْدَمَا رَأَيْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۳۰۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے، آپ ﷺ میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان (سر مبارک رکھ کر لیٹے ہوئے) تھے، رسول اللہ ﷺ کی شدت سکرات دیکھنے کے بعد اب میں کسی کے لئے بھی حالت نزع کی سختی کو برا خیال نہیں کرتی۔

تحقیق و تخریج:

صحیح مسلم:۲۴۴۴۔

۳۱۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْمَرْوَزِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحْرِزُ بْنُ الْوَضَّاحِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: آخِرُ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اشْتَكَى فَأَمَرَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَبَيْنَا نَحْنُ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ كَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ، فَنَظَرَ إِلَى النَّاسِ نَظَرْتُ إِلَى وَجْهِهِ كَأَنَّهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ

۳۱۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی آخری زیارت اس وقت کی، جب نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے، آپ ﷺ نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ صحابہ کرام کو نماز پڑھائیں، ہم (صحابہ کرام) سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ظہر ادا کر رہے تھے، آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے حجرۂ عائشہ صدیقہ کا پردہ ہٹایا، آپ ﷺ نے صحابہ کرام کی طرف نگاہ دوڑائی، میں نے آپ ﷺ کے رخ زیبا کو دیکھا، قرآن کریم کا ایک کھلا صفحہ محسوس

ہو رہا تھا۔

تحقیق و تخریج:

صحیح البخاری:٦٨٠؛ صحیح مسلم:٤١٩

فوائد الحدیث:

١۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

'لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلاثًا ، فَأُقِيمَتِ الصَّلاةُ ، فَذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ ، فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهُ ، فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا كَانَ أَعْجَبَ إِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ وَضَحَ لَنَا ، فَأَوْمَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَتَقَدَّمَ ، وَأَرْخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجَابَ ، فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهِ حَتَّى مَاتَ'

''نبی کریم ﷺ اپنے ایام بیماری میں تین دن تک باہر تشریف نہ لائے، انہی دنوں میں ایک مرتبہ نماز کے لیے اقامت کہی گئی اور سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھنے کو تھے کہ نبی کریم ﷺ نے حجرۂ مبارک کا پردہ اٹھایا، جب ہمیں نبی کریم ﷺ کا رُخِ انور دکھائی دیا تو آپ ﷺ کے روئے پاک و مبارک سے زیادہ حسین منظر ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا، (قربان اس حسن و جمال کے) پھر آپ ﷺ نے سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور پردہ گرا دیا، اس کے بعد وفات تک میں آپ ﷺ کی زیارت نہ کر سکا۔'' (صحیح البخاری:٦٨١؛ صحیح مسلم:٤١٩)

۲۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

'أَنَّ الْمُسْلِمِينَ بَيْنَا هُمْ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ الِاثْنَيْنِ ، وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي لَهُمْ ، لَمْ يَفْجَأْهُمْ إِلَّا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ ، فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ فِي صُفُوفِ الصَّلَاةِ ، ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ ، فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ ، وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ ، فَقَالَ أَنَسٌ : وَهَمَّ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلَاتِهِمْ ، فَرَحًا بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ بِيَدِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ'

''سوموار کے دن مسلمان فجر کی نماز پڑھ رہے تھے،سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے،اچانک نبی کریم ﷺ نے ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کا پردہ اٹھا کر صحابہ کرام کو دیکھا،صحابہ کرام صف باندھے نماز میں کھڑے تھے،نبی کریم ﷺ یہ (منظر) دیکھ کر مسکرا پڑے،سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے تاکہ صف میں آ جائیں،آپ رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ نبی کریم ﷺ نماز کے لئے تشریف لانا چاہتے ہیں۔

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:مسلمانوں میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی وجہ سے خوشی کی جو لہر دوڑی تھی،قریب تھا کہ وہ اپنی نماز توڑ دیتے،لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ کیا کہ نماز پوری کرلو پھر حجرۂ مبارکہ کے اندر تشریف لے گئے اور پردہ ڈال دیا۔'' (صحیح البخاری:٤٤٤٨)

۳۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

'خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ ،

بِمِلْحَفَةٍ قَدْ عَصَّبَ بِعِصَابَةٍ دَسْمَاءَ ، حَتَّى جَلَسَ عَلَى المِنْبَرِ ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ ، فَإِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُونَ وَيَقِلُّ الأَنْصَارُ ، حَتَّى يَكُونُوا فِي النَّاسِ بِمَنْزِلَةِ المِلْحِ فِي الطَّعَامِ ، فَمَنْ وَلِيَ مِنْكُمْ شَيْئًا يَضُرُّ فِيهِ قَوْمًا وَيَنْفَعُ فِيهِ آخَرِينَ ، فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيئِهِمْ فَكَانَ آخِرَ مَجْلِسٍ جَلَسَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'

''مرضِ وفات میں رسول اللہ ﷺ سر مبارک پر کالی پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے اور مسجد نبوی میں منبر مبارک پر جلوہ افروز ہوئے ، اللہ رب العزت کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا: اما بعد! (آنے والے دور میں) دوسرے لوگوں کی تعداد بہت بڑھ جائے گی ، لیکن انصار کی تعداد کم ہوتی چلی جائے گی ، یہاں تک کہ وہ کھانے میں نمک کے برابر رہ جائیں گے ، تم میں سے جو شخص حاکم بن کر نفع و نقصان پہنچا سکتا ہو تو اسے چاہیے کہ انصار کے نیک لوگوں کی اچھائیوں کو قبول کرے اور غلطیوں سے درگزر کر دیا کرے ۔ راویٔ حدیث بیان کرتے ہیں: یہ نبی کریم ﷺ کی آخری مجلسِ وعظ تھی ۔'' (صحیح البخاری: ٣٦٢٨)

٤۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

'مَرَّ أَبُو بَكْرٍ ، وَالعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، بِمَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ الأَنْصَارِ وَهُمْ يَبْكُونَ ، فَقَالَ: مَا يُبْكِيكُمْ؟ قَالُوا: ذَكَرْنَا مَجْلِسَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَّا ، فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِذٰلِكَ ، قَالَ: فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ عَصَّبَ عَلَى رَأْسِهِ حَاشِيَةَ بُرْدٍ ، قَالَ: فَصَعِدَ المِنْبَرَ ، وَلَمْ يَصْعَدْهُ بَعْدَ ذٰلِكَ اليَوْمِ ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ، ثُمَّ قَالَ: أُوصِيكُمْ بِالأَنْصَارِ ، فَإِنَّهُمْ كَرِشِي وَعَيْبَتِي ، وَقَدْ قَضَوُا

الَّذِي عَلَيْهِمْ، وَبَقِيَ الَّذِي لَهُمْ، فَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ، وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ

''سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ انصار کی ایک مجلس سے گزرے۔ دیکھا کہ وہ رورہے ہیں انہوں نے پوچھا: آپ لوگ کیوں رورہے ہیں؟ مجلس والوں نے کہا: ابھی ہم یاد کر رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے (یہ نبی کریم ﷺ کی مرض وفات کا واقعہ ہے) اس کے بعد یہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو واقعہ کی اطلاع دی، تو نبی کریم ﷺ سر مبارک چادر کے کنارے سے باندھے ہوئے باہر تشریف لائے اور منبر پر جلوہ گر ہوئے، اس دن کے بعد آپ ﷺ کبھی اس منبر پر تشریف نہ لا سکے۔ (یعنی وہ نبی کریم ﷺ کا اس منبر پر آخری خطاب تھا) اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرمائی پھر ارشاد فرمایا: میں تم کو انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ انصار میرا جسم وجان ہیں۔ انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کی ہے لیکن اس کا بدلہ جو انہیں ملنا چاہیے تھا وہ ابھی باقی ہے۔ اس لئے تم ان کے نیکو کاروں کی عزت کرو اور ان کے کوتاہی کرنے والوں سے درگزر کرو۔'' (صحیح البخاری:۳۷۹۹)

ذِكْرُ أَحْدَثِ النَّاسِ عَهْدًا بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی کریم ﷺ سے آخری شرفِ گفتگو کس نے حاصل کیا؟

۳۲۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ أُمِّ مُوسَى، قَالَتْ: قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: وَالَّذِي تَحْلِفُ بِهِ أُمُّ سَلَمَةَ، إِنْ كَانَ لَأَقْرَبَ النَّاسِ عَهْدًا بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ قَالَتْ: لَمَّا كَانَ غَدَاةَ قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَأَنْ أَرَى فِي حَاجَةٍ أَظُنُّهُ بَعَثَهُ فَجَعَلَ يَقُولُ: جَاءَ عَلِيٌّ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَجَاءَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، فَلَمَّا أَنْ جَاءَ عَرَفْنَا أَنَّ لَهُ إِلَيْهِ حَاجَةً فَخَرَجْنَا مِنَ الْبَيْتِ، وَكُنَّا عُدْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَوْمَئِذٍ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ، فَكُنْتُ فِي آخِرِ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْبَيْتِ، ثُمَّ جَلَسْتُ أَدْنَاهُنَّ مِنَ الْبَابِ فَأَكَبَّ عَلَيْهِ عَلِيٌّ فَكَانَ آخِرَ النَّاسِ بِهِ عَهْدًا جَعَلَ يُسَارُّهُ وَيُنَاجِيهِ

۳۲۔ سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ سب سے آخری انسان جس سے رسول اللہ ﷺ نے کچھ خاص گفتگو کی ہے وہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ تھے، جس صبح رسول اللہ ﷺ دنیائے فانی سے رخصت ہوئے، آپ ﷺ نے ان (سیّدنا علی رضی اللہ عنہ) کی طرف پیغام بھیجا، سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میرا خیال ہے کہ

اس دن آپ ﷺ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو کسی کام بھیجا تھا تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ پوچھا: کیا علی آ گئے ہیں؟ چنانچہ سورج طلوع ہونے سے پہلے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو ہم نے جان لیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی ضروری بات کرنی ہے، اس لئے ہم گھر (یعنی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے) سے باہر چلی گئیں، اس دن ہم (ازواج مطہرات) رسول اللہ ﷺ کی تیمارداری کی غرض سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جمع تھیں، میں سب سے آخر میں اس گھر (یعنی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے) سے باہر نکلی تھی، میں ان سب کی نسبت دروازے کے زیادہ قریب بیٹھی ہوئی تھی، سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ پر جھکے اور انہوں نے سب سے آخر میں نبی کریم ﷺ سے گفتگو کا شرف حاصل کیا، رسول اللہ ﷺ ان سے سرگوشیاں کرنے لگے۔''

تحقیق و تخریج:

(اسنادہ ضعیف)

مسند الامام احمد: ٦/ ٣٠٠؛ المستدرک للحاکم: ٣/ ١٣٨؛ امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح علی شرط الشیخین'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

مگر اس میں مغیرہ بن مقسم ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں مل سکی۔

ذِكْرُ الْيَوْمِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالسَّاعَةِ الَّتِي تُوُفِّيَ فِيهَا

اس دن اور گھڑی کا بیان جس میں رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے

۳۳۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: آخِرُ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَشَفَ السِّتَارَةَ وَالنَّاسُ صُفُوفٌ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ، فَأَرَادَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَرْتَدَّ فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ امْكُثُوا، وَأَلْقَى السِّجْفَ وَتُوُفِّيَ مِنْ آخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَهُوَ يَوْمُ الِاثْنَيْنِ

۳۳۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی آخری زیارت اس وقت کی، جب رسول اللہ ﷺ نے پردہ ہٹایا، لوگ اس وقت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفیں بنائے کھڑے تھے، سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ وہ پیچھے ہٹ جائیں تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو اشارہ فرمایا کہ اپنی حالت پر ٹھہرے رہو اور پردہ لٹکا دیا، اسی روز رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے، یہ سوموار کا دن تھا۔

تحقیق و تخریج:

مسند الحمیدی:۱۲۲۲، صحیح مسلم:٤١٩

فوائد الحدیث:

۱۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

'مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا خَرَجَتْ نَفْسُهُ مَا شَمَمْتُ رَائِحَةً قَطُّ أَطْيَبَ مِنْهَا'

''بوقتِ وفات نبی کریم ﷺ کے جسدِ اطہر سے ایسی خوشبو نکلی کہ میں نے اس سے عمدہ خوشبو کبھی نہیں سونگھی۔'' (مسند البزار (کشف الاستار):۸۵۱؛ وسندہٗ صحیحٌ)

۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

'قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأْسُهُ بَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي قَالَتْ: فَلَمَّا خَرَجَتْ نَفْسُهُ، لَمْ أَجِدْ رِيحًا قَطُّ أَطْيَبَ مِنْهَا'

''جس روز رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے، آپ ﷺ کا سر مبارک میرے حلق اور سینہ کے درمیان تھا، جس گھڑی آپ ﷺ کے جسد اطہر سے روح پرواز ہوئی، اس کے ساتھ ایک ایسی عمدہ مہک آئی جو اس سے پہلے میں نے کبھی محسوس نہیں کی۔'' (مسند الامام احمد:٦/١٢١۔١٢٢؛ وسندہٗ صحیحٌ)

۳۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں:

'كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَهُوَ صَحِيحٌ: إِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ حَتَّى يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ، ثُمَّ يُخَيَّرَ فَلَمَّا نَزَلَ بِهِ، وَرَأْسُهُ عَلَى فَخِذِي

غُشِـيَ عَـلَيْهِ ، ثُمَّ أَفَاقَ فَأَشْخَصَ بَصَرَهُ إِلَى سَقْفِ الْبَيْتِ ، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ الـرَّفِيقَ الأَعْلٰى. فَقُلْتُ: إِذًا لاَ يَـخْتَارُنَا ، وَعَـرَفْـتُ أَنَّهُ الْحَدِيثُ الَّذِي كَانَ يُـحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيْحٌ ، قَـالَـتْ: فَـكَانَتْ آخِرَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا: أَللّٰهُمَّ الرَّفِيقَ الأَعْلٰى'

''نبی کریم ﷺ تندرستی کی حالت میں فرمایا کرتے تھے: ہر نبی کی روح قبض کیے جانے سے پہلے جنت میں ان کی قیام گاہ دکھائی جاتی ہے، پھر انہیں (دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک جگہ رہنے کا) اختیار دیا جاتا ہے، پھر جب آپ ﷺ بیمار ہوئے اور سر مبارک میری ران پر تھا تو آپ پر غشی طاری ہوگئی، ہوش میں آئے تو آپ ﷺ نے نظر مبارک گھر کی چھت کی جانب اٹھالی اور فرمایا: اے اللہ! مجھے اعلیٰ رفاقت عنایت فرما، میں اسی وقت سمجھ گئی کہ اب آپ ہمیں اختیار نہیں کریں گے، مجھے وہ حدیث یاد آ گئی جو آپ ﷺ حالت صحت میں ہم سے بیان فرمایا کرتے تھے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: آپ ﷺ کی مبارک زبان سے آخری کلمہ یہ نکلا: اے اللہ! مجھے اعلیٰ رفاقت عنایت فرما۔''

(صحيح البخاری:٤٤٦٣؛ صحيح مسلم:٢٤٤٤)

۴۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

'كُنْتُ أَسْمَعُ: "أَنَّهُ لاَ يَمُوتُ نَبِيٌّ حَتَّى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، فَسَمِعْتُ الـنَّبِـيَّ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، وَأَخَذَتْهُ بُحَّةٌ، يَقُولُ: (مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ) (النساء:٦٩) الآيَةَ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ خُيِّرَ'

''میں سنتی آ رہی تھی کہ ہر نبی کو وفات سے پہلے دنیا یا آخرت میں رہنے کا اختیار دیا جاتا ہے، پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے بھی سنا، آپ ﷺ اپنی مرض وفات میں یہ

آیت تلاوت فرما رہے تھے، اس وقت آپ کی آواز بھاری ہو چکی تھی: ''ان لوگوں کے ساتھ جن پر تُو نے انعام کیا۔'' مجھے یقین ہو گیا کہ آپ ﷺ کو بھی اختیار دے دیا گیا ہے۔'' (صحیح البخاری:٤٤٣٥؛ صحیح مسلم:٢٤٤٤)

○ جس دن نبی کریم ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے، اس دن مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام کی کیا کیفیت تھی، غموں نے کس قدر ان کو نڈھال کر رکھا تھا، اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کی جدائی کی وجہ سے اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے تھے۔

١۔ اس کا اندازہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے:

'لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ، فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ، وَمَا نَفَضْنَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَيْدِي وَإِنَّا لَفِي دَفْنِهِ حَتَّى أَنْكَرْنَا قُلُوبَنَا'

''جس دن نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں (ہجرت فرما کر) تشریف لائے تھے، اس کی ہر چیز (خوشی سے) چمک اٹھی تھی، مگر جس روز آپ ﷺ نے وفات پائی، اس کی ہر چیز (غم سے) تاریک ہو گئی تھی، ہم نے ابھی مٹی نہیں جھاڑی تھی، ابھی ہم آپ ﷺ کو دفن کرنے ہی میں مصروف تھے، لیکن ہمارے دل اس بات کو تسلیم ہی نہیں کر رہے تھے (کہ ہمارے محبوب نبی کریم ﷺ ہم سے جدا ہو گئے ہیں)۔''

(مسند الامام احمد: ٢٢١/٣، ٢٦٨، سنن الترمذی: ٣٦١٨؛ سنن ابن ماجة:١٦٣١؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۶۳۴) نے "صحیح" اور امام حاکم رحمہ اللہ (۵۷/۱) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر "صحیح" کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

مؤرخ اسلام، مفسر قرآن اور سنی امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الصَّحِیْحَیْنَ

"بخاری اور مسلم کی شرط پر اس کی سند صحیح ہے۔"

(البداية والنهاية :۲۷٤/۵)

سند کے راوی جعفر بن سلیمان ضبعی کے متعلق حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'وَقَدْ وَثَّقَ کَثِیْرٌ مِّنَ الْأَئِمَّةِ الْمُتَقَدِّمِیْنَ'

"اسے کثیر ائمہ متقدمین نے ثقہ قرار دیا ہے۔" (شرح صحیح مسلم:۱۵۰/۴)

اس حدیث پر امام بیہقی رحمہ اللہ نے یوں باب قائم کیا ہے:

'بَابُ مَا جَاءَ فِی عِظَمِ الْمُصِیبَةِ الَّتِی نَزَلَتْ بِالْمُسْلِمِینَ بِوَفَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ'

"رسول اللہ ﷺ کی وفات کے سبب مسلمانوں کو شدید صدمہ پہنچنے کا بیان۔"

(دلائل النبوة:۲٦۵/۷)

۲۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت بایں الفاظ مروی ہے:

'شَهِدْتُهُ یَوْمَ دَخَلَ الْمَدِینَةَ فَمَا رَأَیْتُ یَوْمًا قَطُّ ، کَانَ أَحْسَنَ وَلَا أَضْوَأَ مِنْ یَوْمٍ دَخَلَ عَلَیْنَا فِیهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .وَشَهِدْتُهُ یَوْمَ مَوْتِهِ، فَمَا رَأَیْتُ یَوْمًا کَانَ أَقْبَحَ، وَلَا أَظْلَمَ مِنْ یَوْمٍ مَاتَ فِیْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ'

”جس روز رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے، میں وہیں موجود تھا، میں نے اس سے زیادہ حسین اور زیادہ روشن دن نہیں دیکھا، جس دن رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی، تو بھی میں وہیں موجود تھا، میں نے اس سے زیادہ (غم کے حوالے سے) قبیح اور زیادہ تاریک نہیں دیکھا۔“ (سنن الدارمی:۸۹؛ وسندہٗ صحیحٌ)

۳۔ البتہ جس روایت میں یہ الفاظ ہیں:

’لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، أَظْلَمَتِ الْمَدِینَۃُ، حَتّٰی لَمْ یَنْظُرْ بَعْضُنَا إِلٰی بَعْضٍ، وَکَانَ أَحَدُنَا یَبْسُطُ یَدَہٗ، فَلَا یُبْصِرُھَا، فَمَا فَرَغْنَا مِنْ دَفْنِہٖ حَتّٰی أَنْکَرْنَا قُلُوبَنَا‘

”جس دن نبی کریم ﷺ نے وفات پائی، مدینہ منورہ میں اتنا اندھیرا چھا گیا تھا، ہم ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے، ہم میں کوئی اگر اپنا ہاتھ دراز کرتا تو وہ اس کو دکھائی نہیں دیتا تھا، ہم ابھی آپ ﷺ کی تدفین سے فارغ نہیں ہوئے تھے، لیکن ہمارے دل اسے مان نہیں رہے تھے۔“ (دلائل النبوۃ للبیہقی:۲۶۵/۷)

تبصرہ:

اس کی سند سخت ترین ضعیف ہے، محمد بن یونس الکدیمی راوی سخت مجروح اور متروک ہے۔

۴۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’لَمَّا رُمِسَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَتْ فَاطِمَۃُ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْھَا فَوَقَفَتْ عَلٰی قَبْرِہٖ وَأَخَذَتْ قُبْضَۃً مِنْ تُرَابِ الْقَبْرِ، فَوَضَعَتْہُ عَلٰی عَیْنِھَا وَبَکَتْ وَأَنْشَأَتْ تَقُولُ:

مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَۃَ أَحْمَدَ ... أَلَا یَشَمَّ مَدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا ... صُبَّتْ عَلَى الأَيَّامِ عُدْنَ لَيَالِيَا‘

”جب رسول اللہ ﷺ کو دفن کیا گیا تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی قبر مبارک پر آ کھڑی ہوئیں، قبر مبارک سے مٹی کی ایک مٹھی لے کر اپنی آنکھوں پر رکھی، پھر روتے ہوئے یہ اشعار پڑھنے لگیں:

جس نے نبی کریم ﷺ کی مبارک قبر کی مٹی سونگھی ہے، اسے اچانک زمانے میں کوئی مصیبت پیش نہ آئے۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کی وجہ سے مجھ پر ایسے غم ٹوٹ پڑے ہیں کہ اگر وہ دنوں پر پڑتے تو وہ راتوں میں بدل جاتے۔“

(الدرة الثمينة فی أخبار المدينة لابن النجار ص:١٣٩؛ اتحاف الزائر لابی اليمن ابن عساكر ص:١٦٧)

تبصرہ:

یہ باطل روایت ہے، مجہول راویوں کی گھڑی ہوئی ہے۔

۱۔ احمد بن محمد الکاتب کون ہے؟ تعین اور توثیق درکار ہے۔

۲۔ طاہر بن یحییٰ بن حسین بن جعفر کی توثیق نہیں مل سکی۔

۳۔ یحییٰ بن حسین بن جعفر کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

۴۔ امام ابو جعفر باقر رحمہ اللہ کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے، لہٰذا یہ مرسل بھی ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

’وَمِمَّا يُنْسَبُ إِلَى فَاطِمَةَ، وَلَا يَصِحُّ‘

”سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب روایت صحیح نہیں۔“

(سیر اعلام النبلاء :٢/١٣٤)

۵۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

'أَنَّ أُمَّ أَيْمَنَ بَكَتْ لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقِيلَ لَهَا: مَا يُبْكِيكِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ: "إِنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَمُوتُ، وَلَكِنْ إِنَّمَا أَبْكِي عَلَى الْوَحْيِ الَّذِي رُفِعَ عَنَّا'

''نبی کریم ﷺ کی وفات پر سیّدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا رونے لگیں، کسی نے پوچھا: آپ نبی کریم ﷺ پر کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں جانتی ہوں کہ نبی کریم ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں، مگر میں تو صرف اس لئے رو رہی ہوں کہ ہم سے وحی کا تعلق منقطع ہو گیا ہے۔'' (مسند الامام احمد: 212/3؛ وسندهٗ صحيحٌ)

۶۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

'قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ: "انْطَلِقْ بِنَا إِلَى أُمِّ أَيْمَنَ نَزُورُهَا، كَمَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُورُهَا، فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَيْهَا بَكَتْ، فَقَالَا لَهَا: مَا يُبْكِيكِ؟ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ: مَا أَبْكِي أَنْ لَا أَكُونَ أَعْلَمُ أَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَكِنْ أَبْكِي أَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ، فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ. فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا'

''رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا: آؤ سیّدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ہاں چلیں! ہم ان سے مل آتے ہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ ان سے ملنے جایا کرتے تھے، جب ہم ان کے ہاں پہنچے تو وہ

رونے لگیں: ان دونوں بزرگوں نے دریافت کیا: آپ رضی اللہ عنہا کیوں رو رہی ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے رسول کے لئے بہتر جگہ ہے تو سیّدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: میں اس وجہ سے نہیں رو رہی کہ مجھے یہ پتہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے رسول کے لئے بہتر جگہ ہے بلکہ میں اس لئے رو رہی ہوں کہ اب آسمان سے وحی کے نزول کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے، سیّدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے ان دونوں صاحبان کو بھی آزردہ کیا اور وہ صاحبان بھی آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رونے لگے۔"

(صحیح مسلم:٢٤٥٤)

۷۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

'ذَهَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُمِّ أَيْمَنَ زَائِرًا ، وَذَهَبْتُ مَعَهُ ، فَقَرَّبَتْ إِلَيْهِ شَرَابًا ، فَإِمَّا كَانَ صَائِمًا ، وَإِمَّا كَانَ لَا يُرِيدُهُ ، فَرَدَّهُ فَأَقْبَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَاحِبِهِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَى أُمِّ أَيْمَنَ نَزُورُهَا ، فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَيْهَا ، بَكَتْ فَقَالَ لَهَا: مَا يُبْكِيكِ؟ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُولِهِ . قَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا أَبْكِي أَنْ لَا أَكُونَ أَعْلَمُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُولِهِ ، وَلَكِنْ أَبْكِي أَنَّ الْوَحْيَ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ ، فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ ، فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ'

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے، میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شربت پیش کیا، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں تھے، یا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی طلب نہیں تھی، چنانچہ اسے واپس لوٹا دیا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی کو لے کر حاضر ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا: میرے ساتھ سیّدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ہاں چلو! ہم ان سے مل آتے ہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ ان سے ملنے جایا کرتے تھے، جب ہم ان کے ہاں پہنچے تو وہ رونے لگیں: ان دونوں بزرگوں نے دریافت کیا: آپ رضی اللہ عنہا کیوں رو رہی ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے رسول کے لئے بہتر مقام ہے تو سیّدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: میں اس وجہ سے نہیں رو رہی کہ مجھے یہ پتہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے رسول کے لئے بہتر سامان ہے، بلکہ میں اس لئے رو رہی ہوں کہ اب آسمان سے وحی کے نزول کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے، سیّدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے ان دونوں صاحبان کو بھی غمگین کر دیا اور وہ صاحبان بھی آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رونے لگے۔"

(دلائل النبوۃ للبیہقی: ٧/٢٦٦؛ وسندہٗ صحیحٌ)

٨۔ سیّدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

'إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا أَرَادَ رَحْمَةَ أُمَّةٍ مِنْ عِبَادِهِ ، قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا ، فَجَعَلَهُ لَهَا فَرَطًا وَسَلَفًا بَيْنَ يَدَيْهَا ، وَإِذَا أَرَادَ هَلَكَةَ أُمَّةٍ ، عَذَّبَهَا وَنَبِيُّهَا حَيٌّ ، فَأَهْلَكَهَا وَهُوَ يَنْظُرُ ، فَأَقَرَّ عَيْنَهُ بِهَلَكَتِهَا حِينَ كَذَّبُوهُ عَصَوْا أَمْرَهُ'

"جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی قوم کیلئے رحمت کا ارادہ کرتا ہے تو ان سے پہلے ان کے نبی کی روح قبض کر لیتا ہے اور اس نبی کو ان کیلئے پیش رو بنا دیتا ہے اور جب کسی قوم کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو نبی کی زندگی میں اس کی آنکھوں کے سامنے ان پر عذاب نازل کر کے انہیں ہلاک کر دیتا ہے، یوں اس قوم کی ہلاکت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نبی کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے کیونکہ اس قوم نے نبی کی تکذیب اور نافرمانی کی ہوتی ہے۔" (صحیح مسلم: ٢٢٨٨)

۹۔ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

'أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُنْحَ عَلَيْهِ'

''بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نوحہ نہیں کیا گیا۔'' (مسند البزار ۸۰۱۸؛ وسندہٗ حسنٌ)

۱۰۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

'مَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَحْرِي، وَنَحْرِي وَفِي دُوْلَتِي، لَمْ أَظْلِمْ فِيهِ أَحَدًا، فَمِنْ سَفَهِي وَحَدَاثَةِ سِنِّي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ قُبِضَ وَهُوَ فِي حِجْرِي، ثُمَّ وَضَعْتُ رَأْسَهُ عَلَى وِسَادَةٍ، وَقُمْتُ أَلْتَدِمُ مَعَ النِّسَاءِ، وَأَضْرِبُ وَجْهِي'

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے حلق اور سینہ کے درمیان اور میری باری کے دن ہوئی، اس میں مَیں نے کسی پر ظلم نہیں کیا تھا، لیکن یہ میری ناسمجھی اور کم عمری کا نتیجہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں فوت ہوئے، پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک اٹھا کر تکیہ پر رکھ دیا، خود عورتوں کے ساتھ مل کر اپنے چہرے پر ہاتھ مارنے لگی۔''

(مسند الامام احمد: ۱۲۱/۶، ۱۲۲؛ وسندہٗ حسنٌ)

ان عورتوں کا یہ اقدام لاعلمی کی بنا پر تھا، جن میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں، اسی لئے تو آپ رضی اللہ عنہا اس کو اپنی ناسمجھی کا نتیجہ خیال کر رہی تھیں، ویسے بھی صحابہ کرام کا معاملہ دوسروں سے مختلف ہے، ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ)

''اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔''

(سورة التوبة: ۹:۱۰۰؛ سورة المجادلة: ۵۸:۲۲؛ سورة البينة: ۹۸:۸)

نیز فرمایا:

(وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ)

(سورۃ آل عمران:۳:۱۵۲)

''اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے تم سے درگزر کیا ہے، اللہ تعالیٰ مومنوں پر فضل کرنے والے ہیں۔''

۱۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ ، أُخْبِرْتُ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ ، أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ لِعَائِشَةَ رَحِمَهَا اللّٰهُ: اكْشِفِي لِي عَنْ قَبْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَكَشَفَتْ لَهَا عَنْهُ فَبَكَتْ حَتَّى مَاتَتْ

''امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک عورت نے التماس کیا: رسول اللہ ﷺ کی مبارک قبر کا دروازہ کھول دیجیے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے لئے قبر مبارک کا دروازہ کھول دیا، وہ وہاں روتی رہی یہاں تک کہ (روتے روتے) مر گئی۔'' (زوائد الزھد للقطیعی:۲۱۵۷)

تبصرہ:

یہ جھوٹی روایت ہے، عبداللہ بن احمد کو خبر دینے والا کون ہے؟ کوئی معلوم نہیں، اس کے ساتھ ساتھ سخت معضل بھی ہے۔

۱۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

'أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، مَاتَ وَأَبُو بَكْرٍ بِالسُّنْحِ ، قَالَ: إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي بِالعَالِيَةِ -فَقَامَ عُمَرُ يَقُولُ: وَاللّٰهِ مَا مَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَتْ: وَقَالَ عُمَرُ: وَاللّٰهِ مَا كَانَ يَقَعُ فِي نَفْسِي إِلَّا ذَاكَ ، وَلَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ ، فَلَيَقْطَعَنَّ أَيْدِيَ رِجَالٍ وَأَرْجُلَهُمْ ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ "فَكَشَفَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلَهُ ، فَقَالَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي ،

طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لا يُذِيقُكَ اللّٰهُ الْمَوْتَتَيْنِ أَبَدًا ، ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: أَيُّهَا الْحَالِفُ عَلَى رِسْلِكَ ، فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ جَلَسَ عُمَرُ ، فَحَمِدَ اللّٰهَ أَبُو بَكْرٍ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ، وَقَالَ: أَلا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لا يَمُوتُ ، وَقَالَ: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ (الزمر:۳۰) ، وَقَالَ: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشَّاكِرِينَ﴾ (آل عمران:۱۴۴) ، قَالَ: فَنَشَجَ النَّاسُ يَبْكُونَ'

''جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت مقام ''سخ'' (عوالی کے ایک گاؤں) میں تھے، آپ ﷺ کی وفات کی خبر سن کر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کر یہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی وفات نہیں ہوئی، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے، اللہ کی قسم! اسی وقت میرے دل میں یہی خیال آتا اور میں کہتا تھا: اللہ تعالیٰ ضرور آپ کو اس مرض سے اچھا کر کے اٹھائے گا، آپ ان لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیں گے، (جو آپ ﷺ کی وفات کی باتیں کرتے ہیں) اتنے میں سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور اندر جا کر آپ ﷺ کے جسد اطہر سے کپڑا اٹھایا اور بوسہ دیا اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ زندگی میں پاکیزہ تھے اور وفات کے بعد بھی۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر دو مرتبہ موت ہرگز طاری نہیں کرے گا، اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ باہر آئے اور سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: اے قسم کھانے والے! ذرا ٹھہر جا، پھر سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گفتگو

شروع کی تو سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خاموشی سے بیٹھ گئے۔"

سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا: لوگو! دیکھو اگر کوئی سیّدنا محمد ﷺ کی پوجا کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ سیّدنا محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں، جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئیگی، پھر سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی: اے نبی! آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور وہ بھی مریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "محمد (ﷺ) صرف ایک رسول ہیں، اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ پس اگر کیا وہ وفات پا جائیں یا انہیں شہید کر دیا جائے تو تم اسلام سے پھر جاؤ گے، اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے تو وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ تعالیٰ عنقریب شکر گزار بندوں کو بدلہ دینے والا ہے۔" (سورۃ آل عمران: ١٤٤)

راوئ حدیث کہتے ہیں: یہ سن کر لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔"

(صحیح البخاری: ٣٦٦٨، ٣٦٦٧)

١٣۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

'شَخَصَ بَصَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلٰى ثَلَاثًا، وَقَصَّ الْحَدِيثَ، قَالَتْ: فَمَا كَانَتْ مِنْ خُطْبَتِهِمَا مِنْ خُطْبَةٍ إِلَّا نَفَعَ اللّٰهُ بِهَا لَقَدْ خَوَّفَ عُمَرُ النَّاسَ، وَإِنَّ فِيهِمْ لَنِفَاقًا فَرَدَّهُمُ اللّٰهُ بِذٰلِكَ،

ثُمَّ لَقَدْ بَصَّرَ أَبُو بَكْرٍ النَّاسَ الْهُدَى، وَعَرَّفَهُمُ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْهِمْ وَخَرَجُوا بِهِ، يَتْلُونَ (وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ، قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ) إِلَى (الشَّاكِرِينَ) (آل عمران: ١٤٤)'

"نبی کریم ﷺ کی نظر وفات سے پہلے آسمان کی طرف اٹھی اور آپ ﷺ

نے تین مرتبہ فرمایا: اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ میں داخل کر لے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آگے پورا واقعہ بیان کیا۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مزید بیان کیا: اللہ تعالیٰ نے سیّدنا ابو بکر صدیق اور سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں کے خطبوں سے لوگوں کو نفع پہنچایا، سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دھمکایا کیونکہ ان میں کچھ منافقین بھی تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس طرح (غلط افواہیں پھیلانے سے) ان کو باز رکھا۔ بعد میں سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو حق اور ہدایت کی بات تھی، وہ لوگوں کو سمجھا دی اور جو ان پر لازم تھا ان کو بتلا دیا، (یعنی اسلام پر قائم رہنا) اور وہ یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے باہر تشریف لائے، محمد صرف ایک رسول ہیں، اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ الشاکرین تک مکمل آیت تلاوت فرمائی۔" (صحیح البخاری: ۳۶۷۰، ۳۶۶۹)

۱۴۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

'أَنَّ أَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ: اجْلِسْ يَا عُمَرُ، فَأَبَى عُمَرُ أَنْ يَجْلِسَ، فَأَقْبَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ، وَتَرَكُوا عُمَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: " أَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ، قَالَ اللّٰهُ: (**وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ**) إِلَى قَوْلِهِ (**الشَّاكِرِينَ**) (آل عمران: ١٤٤)، وَقَالَ: وَاللّٰهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ هٰذِهِ الْآيَةَ حَتَّى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ، فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ، فَمَا أَسْمَعُ بَشَرًا مِنَ النَّاسِ إِلَّا يَتْلُوهَا

فَأَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ عُمَرَ قَالَ: وَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ

سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ تَلاهَا فَعَقِرْتُ ، حَتَّى مَا تُقِلُّنِي رِجْلَايَ ، وَحَتَّى أَهْوَيْتُ إِلَى الأَرْضِ حِينَ سَمِعْتُهُ تَلاهَا ، عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ'

''سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے ، اس وقت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں سے کچھ گفتگو کر رہے تھے، سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: عمر! بیٹھ جاؤ، لیکن سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نہ بیٹھے ، اتنے میں لوگ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے، آپ رضی اللہ عنہ نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

تم میں جو بھی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں، جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئیگی ، اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف ایک رسول ہیں، اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ الشاکرین تک۔

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: خدا کی قسم! ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے پہلے لوگوں کو معلوم ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے، جب سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت کی تو سب نے ان سے یہ آیت سیکھی ، ان کا حال یہ تھا کہ جو بھی سنتا وہی اس آیت کی تلاوت شروع کر دیتا تھا۔

راویٔ حدیث امام زہری رحمہ اللہ نے بیان کیا: پھر مجھے سعید بن مسیّب نے بتایا کہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! مجھے اس وقت ہوش آیا، جب میں نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، تو میں سکتہ میں آ گیا اور ایسا محسوس ہوا کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا پائیں گے اور میں زمین پر گر جاؤں گا،

البتہ جب میں نے ان آیات کی تلاوت سنی تو مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ واقعی وفات پا گئے ہیں۔'' (صحیح البخاری:٤٤٥٤)

○ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

'فَلَمَّا دَفَنَّا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَجَعْنَا قَالَتْ فَاطِمَةُ: يَا أَنَسُ، أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ دَفَنْتُمْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي التُّرَابِ وَرَجَعْتُمْ'

''جب ہم نبی کریم ﷺ کی تدفین سے فارغ ہو کر واپس آئے تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: اے انس! تم نے کیسے گوارا کیا کہ تم نبی کریم ﷺ کو مٹی تلے دفن کر کے اور خود واپس چلے آئے۔'' (مسند الامام احمد:٢٠٤/٣؛ وسندہٗ صحیحٌ)

الْمَوْضِعُ الَّذِي قُبِّلَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ

آپ ﷺ کے جسد اطہر کے اس حصے کا بیان جہاں آپ ﷺ کو بعد از وفات بوسہ دیا گیا

۳۴۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ: قَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مَيِّتٌ

۳۴۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی مبارک) کو بوسہ دیا۔

تحقیق و تخریج:

(اسنادہ ضعیف) امام زہری رحمہ اللہ ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

فوائد الحدیث:

۱۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

'أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ، فَوَضَعَ فَمَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى صُدْغَيْهِ، وَقَالَ: " وَانَبِيَّاهْ، وَاخَلِيلَاهْ، وَاصَفِيَّاهْ'

”نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، انہوں نے اپنا منہ نبی کریم ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان رکھ دیا اور اپنے ہاتھ نبی کریم ﷺ کی کنپٹیوں پر رکھ دیئے اور کہنے لگے: ہائے میرے نبی، ہائے میرے خلیل، ہائے میرے دوست!“ (مسند الامام احمد: ۳۱/٦؛ وسندهٗ حسنٌ)

۳۵۔ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ: قَبَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مَيِّتٌ

۳۵۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی مبارک میت کو بوسہ دیا۔

تحقیق و تخریج:

صحیح البخاری: ۵۷۰۹

فوائد الحدیث:

۱۔ میت کو بوسہ دینا مشروع اور مستحب ہے، عاصم بن بہدلہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'لَمَّا مَاتَ أَبُو وَائِلٍ قَبَّلَ أَبُو بُرْدَةَ جَبْهَتَهُ'

”جب ابو وائل (شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ) فوت ہوئے تو ابو بردہ رحمہ اللہ نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔“

(مصنف ابن ابی شیبة: ۳۸۵/۳؛ سندهٗ صحیحٌ)

ذِكْرُ مَا سُجِّيَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ مَاتَ

بوقت وفات آپ ﷺ پر ڈالے جانے والے کپڑے کا بیان

۳۶۔ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ سَيْفٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ، أَخْبَرَهُ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سُجِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ مَاتَ بِثَوْبٍ حِبَرَةٍ

۳۶۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ دنیا فانی سے رخصت ہوئے، اس وقت آپ ﷺ کو دھاری دار یمنی چادر سے ڈھانپ دیا گیا۔

تحقیق و تخریج:

صحيح البخاری:٤٤٥٢؛ صحيح مسلم:٩٤٢

ذِكْرُ الِاخْتِلَافِ فِي سِنِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک میں اختلاف کا بیان

۳۷۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عَقِيلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ

۳۷۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ تریسٹھ سال کی عمر مبارک میں دنیا فانی سے رخصت ہوئے۔

تحقیق و تخریج:

صحيح البخاري:٤٤٦٦؛ صحيح مسلم:٢٣٤٩

۳۸۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْحَلَبِيُّ، عَنِ ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ

۳۸۔ جریر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہم سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر

تھے، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ تریسٹھ سال کی عمر مبارک میں دنیا فانی سے رخصت ہوئے۔

تحقیق و تخریج:

(اسناده صحيح)

مسند الامام احمد: ٩٦/٤؛ صحيح مسلم: ٢٣٥٢؛ سنن الترمذی: ٣٦٥٣

فوائد الحدیث:

○۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیا کے یوم ولادت اور یوم وفات کی تاریخ کو افراد امت پر پوشیدہ رکھا، خالق کائنات کے اس امر میں بڑی حکمت بالغہ مضمر ہے، ان کی ولادت اور وفات کے دنوں کو مختلف قسم کی رسومات کے ساتھ خاص کرنا واضح طور پر غیر اسلامی شعار ہے، بعض لوگ نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں عید میلاد النبی کا انعقاد کرتے ہیں، جو کہ بیسیوں بدعات، خرافات اور منکرات کا مرکب ہے، سلف صالحین، ائمہ دین کی صریح مخالفت اور غلوّ فی الدین ہے، نبی کی ولادت کی خوشی میں عید منانا عیسائیوں کا وطیرہ ہے۔ مروجہ عید میلاد النبی عید میلاد عیسیٰ کے مشابہ ہے۔ جبکہ کفار کی مشابہت اور ان کی رسومات پر عمل کرنے سے منع کیا گیا ہے، یاد رہے سوائے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے کسی نبی کی قبر مبارک کے متعلق اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو باخبر نہیں رکھا۔

ذِكْرُ كَفَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي كَمْ كُفِّنَ؟

نبی کریم ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا

۳۹۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُفِّنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ يَمَانِيَةٍ، كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ قَالَ: فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ قَوْلُهُمْ: فِي ثَوْبَيْنِ وَبُرْدٍ حِبَرَةٍ فَقَالَتْ: قَدْ أُتِيَ بِالْبُرْدِ وَلٰكِنَّهُمْ رَدُّوهُ وَلَمْ يُكَفِّنُوهُ فِيهِ

۳۹۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو روئی سے بنے ہوئے تین یمنی کپڑوں میں کفن دیا گیا، ان میں قمیص اور عمامہ مبارک نہیں تھا، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے دو کپڑوں اور یمنی چادر کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: چادر لائی گئی تھی، مگر صحابہ کرام نے اسے واپس کر دیا تھا، اس میں آپ ﷺ کو کفن نہیں دیا گیا۔

تحقیق و تخریج:

صحیح مسلم: ۹۴۱

۴۰۔ أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ

صَالِحٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ ، أَخْبَرَهُ عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ: سُجِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ مَاتَ بِثَوْبٍ حِبَرَةٍ

۴۰۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ دنیا فانی سے رخصت ہوئے، اس وقت آپ ﷺ کو دھاری دار یمنی چادر سے ڈھانپ دیا گیا۔

تحقیق و تخریج:

صحيح البخاري:٤٤٥٢؛ صحيح مسلم:٩٤٢

٤١۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ، عَنِ الْوَلِيدِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ ، وأَخْبَرَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ، قَالَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ: ادْرِجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبٍ حِبَرَةٍ ، ثُمَّ اخِّرَ عَنْهُ اللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى

۴۱۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دھاری دار کپڑے میں لپیٹا گیا، پھر اسے ہٹا دیا گیا۔

تحقیق و تخریج:

(اسناده صحيح)

مسند الامام احمد:٦/ ١٦١؛ سنن ابی داود:٣١٤٩؛ دلائل النبوۃ للبیہقی :٧/ ٢٤٨

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦٦٢٦) نے ''صحیح'' کہا ہے۔
صحیح ابن حبان (٦٦٢٦) میں ولید بن مسلم نے سماع با لمسلسل کیا ہے۔

فوائد الحدیث:

○ نبی کریم ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا، جن میں تہبند، قمیص اور لفافہ شامل تھا، البتہ قمیص عام نہیں تھی بلکہ مراد وہ قمیص ہے جو بغیر بازوؤں کے میت کو پہنائی جاتی ہے جیسا کہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

'أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ، أَحَدُهَا قَمِيصٌ'

''رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا، جن میں ایک قمیص بھی تھی۔''

(المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۱۱۸؛ وسندہٗ حسنٌ)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ (مجمع الزوائد: ۳۰/۲۴) اور علامہ محمد یوسف صالحی شامی رحمہ اللہ (سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد: ۱۲/ ۳۲۷) نے اس روایت کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

❀ نبی کریم ﷺ کو غسل اہل بیت کے افراد، آپ ﷺ کے خاندان کے لوگوں، باپ کی طرف سے رشتہ داروں اور قرابت داروں نے دیا تھا۔ چنانچہ یہ کہنا انتہائی نامناسب ہے کہ سیّدنا ابوبکر صدیق اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہما نے آپ ﷺ کے غسل اور کفن و دفن کی پرواہ نہیں کی، اس معاملہ سے پیچھے رہنے کی وجہ کیا تھی؟ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ اس کے زیادہ حقدار آپ ﷺ کے قرابت دار ہیں، جیسا کہ:

۱۔ خود سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

'عِنْدَكُمْ صَاحِبُكُمْ يَأْمُرُهُمْ أَنْ يَغْسِلُوهُ بَنُو أَبِيهِ'

''تمہارے پاس آپ ﷺ کے ساتھی ہیں، وہ انہیں حکم دیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو آپ ﷺ کے آبائی خاندان کے لوگ

غسل دیں۔‘‘

(الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف لابن المنذر: ۳۲۴/۵؛ ح: ۲۹۳۴ وسندہٗ حسنٌ)

۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

’لَمَّا أَرَادُوا غُسْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَلَفُوا فِيهِ فَقَالُوا: وَاللّٰهِ مَا نَدْرِي أَنُجَرِّدُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثِيَابِهِ كَمَا نُجَرِّدُ مَوْتَانَا أَوْ نُغْسِلُهُ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ؟ قَالَتْ: فَلَمَّا اخْتَلَفُوا أَلْقَى اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّوْمَ حَتَّى مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا وَذَقْنُهُ فِي صَدْرِهِ ثُمَّ كَلَّمَهُمْ مُكَلِّمٌ مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ لَا يَدْرُونَ مَنْ هُوَ أَنِ اغْسِلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَلَيْهِ قَمِيصُهُ قَالَتْ: فَقَامُوا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغْسِلُونَهُ وَعَلَيْهِ قَمِيصُهُ يَصُبُّونَ الْمَاءَ فَوْقَ الْقَمِيصِ وَيُدَلِّكُونَهُ بِالْقَمِيصِ دُونَ أَيْدِيهِمْ، قَالَ: وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُولُ: لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا غَسَلَهُ إِلَّا نِسَاؤُهُ، فَلَمَّا فُرِغَ مِنْ غُسْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ صَحَارِيِّينَ وَبُرْدِ حِبَرَةٍ أُدْرِجَ فِيهِنَّ إِدْرَاجًا‘

’’جب صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو ان کے مابین اس میں اختلاف ہوا، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہمیں تو معلوم نہیں کہ جس طرح بوقتِ غسل ہم اپنے فوت شدگان کے کپڑے اتار دیتے ہیں، کیا رسول اللہ ﷺ کو بھی کپڑے اتار کر غسل دیں یا کپڑوں سمیت؟، چنانچہ جب ان کے درمیان اختلاف پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان سب پر نیند طاری کر دی اور ایک آدمی بھی ایسا نہ رہا جس کی

ٹھوڑی اس کے سینے پر لگ نہ رہی ہو (یعنی سب کی گردنیں جھک گئیں اور سو گئے) پھر گھر کے ایک کونے سے کسی آواز دینے والے نے آواز دی لیکن انہیں پتہ نہیں چل سکا کہ وہ کون ہے؟ اس نے کہا: نبی کریم ﷺ کو ان کے لباس سمیت غسل دو، چنانچہ یہ سن کر صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کی طرف آئے، آپ ﷺ کو قمیص سمیت ہی غسل دیا، وہ قمیص کے اوپر پانی ڈالتے اور آپ ﷺ کے جسدِ اطہر کو قمیص کے اوپر ملتے تھے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اگر مجھے پہلے ہی وہ بات سمجھ میں آجاتی جس کی سمجھ مجھے بعد میں آئی تو آپ ﷺ کی ازواج مطہرات ہی آپ ﷺ کو غسل دیتیں۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مزید بیان کرتی ہیں:

جب صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے غسل سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ کو روئی سے بُنے ہوئے تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں دو کپڑے اور ایک یمنی چادر شامل تھی، بس اس (یمنی چادر) میں آپ ﷺ کو لپیٹ دیا گیا۔"

(السیرة لابن اسحاق: ۱۷۸/٤؛ مسند الامام أحمد: ۲٦۷/٦؛ سنن ابی داوٗد: ۳۱٤۱؛ سنن ابن ماجة: ۱٤٦٤ مختصرا، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۵۱۷) امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۶۲۷-۶۶۲۸) نے صحیح کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۵۹/۳) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'هٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ'۔ "یہ سند صحیح ہے۔" (دلائل النبوة: ۲٤۲/۷)

حافظ نووی رحمہ اللہ (خلاصۃ الاحکام: ۲/ ۹۳۵) اور حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ (تحفۃ المحتاج: ۷۶۸) نے اس کی سند کو "حسن" کہا ہے۔

حافظ بوصیری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'هٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ'۔ "اس کی سند صحیح اور راوی ثقہ ہیں۔"

(مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجة: ۲/ ۲۵؛ ح: ۵۲۴)

۳۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

'لَمَّا غَسَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ يَلْتَمِسُ مِنْهُ مَا يُلْتَمَسُ مِنَ الْمَيِّتِ، فَلَمْ يَجِدْهُ، فَقَالَ: بِأَبِي الطَّيِّبُ، طِبْتَ حَيًّا، وَطِبْتَ مَيِّتًا'

"جب نبی کریم ﷺ کو غسل دیا تو انہوں نے وہ چیز معلوم کرنا چاہی جو میت سے ظاہر ہوا کرتی ہے لیکن ایسی کوئی چیز محسوس نہ ہوئی تو انہوں نے فرمایا: اس پاک ہستی پر میرا باپ قربان ہو (اے نبی کریم ﷺ!) آپ ﷺ زندگی میں بھی پاکیزہ تھے، وفات کے بعد بھی پاک ہیں۔" (سنن ابن ماجة: ۱۴۶۷؛ المستدرك على الصحيحين للحاكم: ۱/ ۳۶۲؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ۳/ ۳۸۸)

تبصرہ:

اس کی سند ضعیف ہے، امام زہری "مدلس" ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی، بخاری و مسلم کے علاوہ ثقہ "مدلس" کی لفظ عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ لہٰذا اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ کا شیخین کی شرط پر صحیح کہنا، حافظ نووی رحمہ اللہ (خلاصۃ الاحکام: ۲/ ۹۳۶)، حافظ بوصیری رحمہ اللہ (مصباح الزجاجۃ فی زوائد ابن ماجۃ: ۲/ ۲۶) اور حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ (البدر المنیر: ۵/ ۲۰۰) کا اس کی سند کو "صحیح" کہنا صحیح نہیں۔

كَيْفَ صُلِّيَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ کیسے ادا کی گئی

٤٢۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نَبِيطٍ، عَنْ نُعَيْمٍ، عَنْ نَبِيطٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: وَكَانَ مِنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ قَالَ: أُغْمِيَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ فَأَفَاقَ فَقَالَ: أَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ؟ قَالُوا: نَعَمْ قَالَ: مُرُوا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ وَمُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فَأَفَاقَ فَقَالَ: أَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَقُلْنَ: نَعَمْ فَقَالَ: مُرُوْا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ وَمُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ: إِنَّ أَبِي رَجُلٌ أَسِيفٌ، فَقَالَ: إِنَّكُنَّ صَوَاحِبَاتُ يُوسُفَ مُرُوْا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ وَمُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَأَمَرْنَ بِلَالًا، أَنْ يُؤَذِّنَ وَأَمَرْنَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَلَمَّا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ؟ قُلْنَ: نَعَمْ، قَالَ: ادْعُوا لِي إِنْسَانًا أَعْتَمِدُ عَلَيْهِ فَجَاءَتْ بَرِيرَةُ وَآخَرُ مَعَهَا فَاعْتَمَدَ عَلَيْهِمَا فَجَاءَ وَأَبُو بَكْرٍ، يُصَلِّي فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِهِ فَذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ، يَتَأَخَّرُ فَحَبَسَهُ حَتَّى فَرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ فَلَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ عُمَرُ: لَا يَتَكَلَّمُ أَحَدٌ بِمَوْتِهِ إِلَّا ضَرَبْتُهُ بِسَيْفِي هٰذَا فَسَكَتُوا وَكَانُوا قَوْمًا أُمِّيِّينَ، لَمْ يَكُنْ فِيهِمْ نَبِيٌّ قَبْلَهُ قَالُوا: يَا سَالِمُ

اذْهَبْ إِلَى صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَادْعُهُ قَالَ: فَخَرَجْتُ فَوَجَدْتُ أَبَا بَكْرٍ، قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قُلْتُ: إِنَّ عُمَرَ يَقُولُ: لَا يَتَكَلَّمُ أَحَدٌ بِمَوْتِهِ إِلَّا ضَرَبْتُهُ بِسَيْفِي هٰذَا فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى سَاعِدِيْ ثُمَّ أَقْبَلَ يَمْشِي حَتَّى دَخَلَ قَالَ: فَوَسَّعُوا لَهُ حَتَّى أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَبَّ عَلَيْهِ حَتَّى كَادَ أَنْ يَمَسَّ وَجْهُهُ وَجْهَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى اسْتَبَانَ لَهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ (الزمر:٣٠) قَالُوا: يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَعَلِمُوا أَنَّهُ كَمَا قَالَ قَالُوا: يَا صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ نُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالُوا: وَكَيْفَ يُصَلِّي عَلَيْهِ؟ قَالَ: يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُونَ وَيَدْعُونَ ثُمَّ يَخْرُجُونَ وَيَجِيءُ آخَرُونَ قَالُوا: يَا صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هَلْ يُدْفَنُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالُوا: وَأَيْنَ يُدْفَنُ؟ قَالَ: فِي الْمَكَانِ الَّتِي قَبَضَ اللّٰهُ فِيهَا رُوحَهُ فَإِنَّهُ لَمْ يَقْبِضْ رُوحَهُ إِلَّا فِي مَكَانٍ طَيِّبَةٍ قَالَ: فَعَلِمُوا أَنَّهُ كَمَا قَالَ: ثُمَّ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: عِنْدَكُمْ صَاحِبُكُمْ وَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ، وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُونَ فَجَعَلُوا يَتَشَاوَرُونَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ قَالُوا: انْطَلِقُوا إِلَى إِخْوَانِنَا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَإِنَّ لَهُمْ مِنْ هٰذَا الْحَقِّ نَصِيبًا فَأَتَوُا الْأَنْصَارَ، فَقَالَ الْأَنْصَارُ: مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ، فَقَالَ عُمَرُ: سَيْفَانِ فِي غَمْدٍ وَاحِدٍ إِذًا لَا يَصْلُحَانِ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ: مَنْ لَهُ هٰذِهِ الثَّلَاثُ؟ ﴿إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ﴾ (التوبة:٤٠) مَنْ صَاحِبُهُ ﴿إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ (التوبة:٤٠) مَنْ هُمَا ﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ (التوبة:٤٠) مَعَ مَنْ؟

ثُمَّ بَايَعَهُ ، ثُمَّ قَالَ: بَايِعُوا فَبَايَعَ النَّاسُ أَحْسَنَ بَيْعَةٍ وَأَجْمَلَهَا .

۴۲۔ سیّدنا سالم بن عبید جو اصحاب صفہ میں سے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بیماری میں آپ ﷺ پر غشی طاری ہو گئی، جب افاقہ ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟، لوگوں نے کہا: جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلال کو کہو کہ وہ اذان دیں اور ابوبکر صدیق کو حکم دیا جائے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پھر آپ ﷺ پر غشی طاری ہو گئی، پھر جب افاقہ ہوا، تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ ہم ازواج مطہرات نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: بلال کو کہو کہ وہ اذان دیں اور ابوبکر صدیق کو حکم دیا جائے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرے ابو جان بڑے غمگین دل والے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان عورتوں کی طرح ہو جو یوسف کو دیکھنے کے لئے جمع ہو گئی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: بلال کو کہو کہ وہ اذان دیں اور ابوبکر صدیق کو حکم دیا جائے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پھر انہوں نے سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا،، جب جماعت کھڑی ہو گئی، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا جماعت کھڑی ہو گئی ہے؟، ازواج مطہرات نے کہا: جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے لئے کوئی ایسا آدمی دیکھو جس کا میں سہارا لے سکوں، پھر سیّدہ بریرہ رضی اللہ عنہا اور ایک دوسرا آدمی آئے، ان دونوں کا سہارا لیتے ہوئے آپ ﷺ تشریف لائے، سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے، آپ ﷺ ان کی ایک جانب آ کر بیٹھ گئے، سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے، آپ نے ان کو روک دیا، یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو گئے۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے، سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سن لیا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں تو میں اسے اپنی تلوار سے مار ڈالوں گا، اس پر لوگ خاموش ہو گئے، کیونکہ وہ ایک اَن پڑھ قوم تھی، اس سے پہلے ان میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا تھا، لوگوں نے کہا: اے سالم! نبی کریم ﷺ کے صحابی سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ، میں ان کی طرف نکلا، میں نے مسجد میں ان کو پالیا، انہوں نے فرمایا: کیا رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں؟ میں نے کہا: سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سن لیا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تو میں اسے اپنی تلوار سے مار ڈالوں گا۔ انہوں نے میری کلائی پکڑی اور چل پڑے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے، ان کے لئے راستہ دے دیا گیا، یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ پر آ کر جھک گئے، حتی کہ ان کا چہرہ آپ ﷺ کے رخِ انور کو چھو گیا، یہاں تک کہ انہیں یقین ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ واقعی وفات پا چکے ہیں، پھر سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''بلاشبہ آپ بھی فوت ہونے والے ہیں، یقیناً یہ (کفار) بھی مر جائیں گے۔''

صحابہ کرام نے پوچھا: اے رسول اللہ ﷺ کے ساتھی! کیا رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں! تو لوگوں نے جان لیا کہ صحیح بات ایسے ہی ہے۔

پھر صحابہ کرام نے پوچھا: اے رسول اللہ ﷺ کے ساتھی! کیا رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ بھی ادا کی جائے گی؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں!

صحابہ کرام نے پوچھا: ہم آپ کی نماز جنازہ کیسے ادا کریں گے؟ انہوں نے فرمایا: لوگ اندر (حجرہ میں) داخل ہوں گے، تکبیریں پڑھیں گے اور دعا کریں گے۔ پھر وہ باہر آ جائیں گے، پھر دوسرے لوگ جائیں گے۔

صحابہ کرام نے پوچھا: اے رسول اللہ کے ساتھی! کیا رسول اللہ ﷺ کی تدفین بھی ہوگی، انہوں نے فرمایا: جی ہاں۔

صحابہ کرام نے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کی تدفین کہاں ہوگی؟

انہوں نے فرمایا: جس جگہ پر رسول اللہ ﷺ کی روح کو اللہ تعالیٰ نے قبض کیا ہے، کیونکہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی روح کو پاکیزہ مکان میں قبض کیا گیا ہے؟ تو لوگوں نے جان لیا کہ صحیح بات یہی ہے، پھر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے پاس تمہارے ساتھی ہیں، پھر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چلے گئے، مہاجرین جمع ہو گئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے، انہوں نے کہا: ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس چلتے ہیں، ان کا بھی اس (خلافت) میں حق ہے، وہ انصار کے پاس آئے، انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے ہوگا تو سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دو تلواروں کو ایک میان میں ڈالنا تو درست نہیں پھر انہوں نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کس میں یہ تین خوبیاں ہیں (پہلی) جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔ بتاؤ وہ ساتھی کون ہے؟ جب وہ دونوں غار میں تھے، وہ دو کون تھے؟ (جب اس کا ساتھی کہہ رہا تھا) بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ان کے ساتھ وہ کون تھے؟، پھر انہوں نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور لوگوں سے فرمایا: تم بھی بیعت کرو تو سب لوگوں نے بڑے احسن انداز میں بیعت کر لی۔

تحقیق و تخریج:

(اسنادہ حسن)

سنن ابن ماجة: ١٢٣٤؛ الشمائل للترمذي:٣٩٦؛ مسند عبد بن حميد: ٣٦٥؛ المعجم الكبير للطبراني: ٦٥/٧؛ دلائل النبوة للبيهقي:٢٩٩/٧

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۶۲۴ـ۱۵۱۴) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ بوصیری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'هٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ'' یہ سند صحیح اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔''

(مصباح الزجاجة:١٤٦/١؛ ح:١٢٣٤)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ'' اس کے راوی ثقہ ہیں۔'' (مجمع الزوائد:١٨٣/٥)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ لٰكِنَّهٗ مَوْقُوْفٌ'

''اس روایت کی سند صحیح ہے، لیکن یہ قول صحابی ہے۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري:٥٢٣/١)

فوائد الحدیث:

۱۔ السنن الکبریٰ للبیہقی (۳۰/۴؛ وسندہٗ حسنٌ) میں یہ الفاظ ہیں:

'يَجِيْئُوْنَ عُصْبًا عُصْبًا فَيُصَلُّوْنَ'

''لوگ گروہ در گروہ داخل ہو کر نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔''

۲۔ شمائل ترمذی (۳۹۶: وسندہٗ حسنٌ) میں یہ الفاظ ہیں:

'قَالُوا: يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَيُصَلَّى عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالُوا: وَكَيْفَ؟ قَالَ: يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُونَ وَيُصَلُّونَ وَيَدْعُونَ، ثُمَّ يَخْرُجُونَ، ثُمَّ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُونَ وَيُصَلُّونَ وَيَدْعُونَ، ثُمَّ يَخْرُجُونَ، حَتَّى يَدْخُلَ النَّاسُ'

لوگوں نے پوچھا: اے رسول اللہ ﷺ کے صحابی! کیا رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ بھی ادا کی جائے گی، انہوں نے فرمایا: جی ہاں!

انہوں نے پوچھا: کیسے؟ انہوں نے فرمایا: لوگ اندر (حجرہ میں) داخل ہوں گے، تکبیریں پڑھیں گے، درود پڑھیں گے اور دعا کریں گے، وہ باہر آ جائیں گے۔ پھر لوگوں کا دوسرا گروہ داخل ہوگا، وہ تکبیریں پڑھیں گے، درود پڑھیں گے اور دعا کر کے باہر آ جائیں گے۔ ایسے ہی باقی لوگ داخل ہوتے جائیں گے۔

۳۔ سیدنا بہز بن اسد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

'إِنَّهُ شَهِدَ الصَّلَاةَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْهِ؟ قَالَ: ادْخُلُوا أَرْسَالًا أَرْسَالًا، قَالَ: فَكَانُوا يَدْخُلُونَ مِنْ هٰذَا الْبَابِ فَيُصَلُّونَ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَخْرُجُونَ مِنَ الْبَابِ الْآخَرِ، قَالَ: " فَلَمَّا وُضِعَ فِي لَحْدِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ الْمُغِيرَةُ: قَدْ بَقِيَ مِنْ رِجْلَيْهِ شَيْءٌ لَمْ يُصْلِحُوهُ، قَالُوا: فَادْخُلْ فَأَصْلِحْهُ، فَدَخَلَ، وَأَدْخَلَ يَدَهُ فَمَسَّ قَدَمَيْهِ، فَقَالَ: أَهِيلُوا عَلَيَّ التُّرَابَ، فَأَهَالُوا عَلَيْهِ التُّرَابَ، حَتَّى بَلَغَ أَنْصَافَ سَاقَيْهِ، ثُمَّ خَرَجَ، فَكَانَ يَقُولُ أَنَا أَحْدَثُكُمْ عَهْدًا بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'

''وہ نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ کے وقت مدینہ منورہ میں موجود تھے، لوگ کہنے لگے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ کیسے ادا کریں؟ اس پر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک ایک گروہ کی شکل میں داخل ہوں، چنانچہ لوگ ایک دروازے سے داخل ہو کر نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ ادا کرتے اور دوسرے دروازے سے باہر نکل جاتے، جب نبی کریم ﷺ کو قبر مبارک میں اُتارا گیا تو سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: نبی کریم ﷺ کے مبارک پاؤں کی جانب سے کچھ حصہ ایسا رہ گیا جسے درست نہیں کیا گیا، لوگوں نے کہا: پھر آپ ہی قبر میں اتر کر اسے صحیح کر دیں، چنانچہ وہ قبر مبارک میں اترے اور اپنا ہاتھ قبر میں ڈالا، جب قدم مبارک کو چھوا تو کہنے لگے: اب میری طرف سے مٹی ڈالو، لوگوں نے مٹی ڈالنا شروع کر دی، یہاں تک کہ وہ ان (سیّدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ) کی آدھی پنڈلیوں تک پہنچ گئی، پھر وہ باہر نکل آئے اور کہنے لگے: نبی کریم ﷺ سے سب سے قریب کا زمانہ مجھے ملا ہے۔''

(مسند الامام احمد: ۸۱/۵، ح: ۲۱۰۴۷، وسندہٗ صحیحٌ)

۴۔ سیّدنا ابو عسیم / ابو عسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

'لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالُوا: کَیْفَ نُصَلِّی عَلَیْہِ؟ قَالُوا: ادْخُلُوا مِنْ ذَا الْبَابِ أَرْسَالًا أَرْسَالًا، فَصَلُّوا عَلَیْہِ، وَاخْرُجُوا مِنَ الْبَابِ الْآخَرِ'

''جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو لوگوں نے کہا: نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ کیسے ادا کی جائے؟ صحابہ کرام نے جواب دیا: اس دروازے سے گروہ در گروہ داخل ہوتے جاؤ اور آپ ﷺ کی نماز جنازہ ادا کر کے دوسرے دروازے سے نکلتے

جاؤ۔" (الطبقات الکبریٰ لابن سعد:۲۸۹/۲؛ وسندهٗ صحیحٌ)

۵۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَذٰلِكَ لِعِظَمِ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى الله عَلَيهِ وَسَلَّمَ بِأَبِي هُوَ وَأُمِّي وَتَنَافُسِهِمْ فِي أَنْ لَا يَتَوَلَّى الْإِمَامَةَ فِي الصَّلَاةِ عَلَيْهِ وَاحِدٌ وَصَلَّوْا عَلَيْهِ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ'

"نبی کریم ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ ﷺ کی نمازِ جنازہ اس لیے فرداً فرداً ادا کی گئی کہ صحابہ کرام نہ چاہتے تھے کہ آپ ﷺ کی نماز جنازہ کا کوئی امام بنے، نیز اس میں آپ ﷺ کی عظمت کا اظہار بھی ہے۔"

(السنن الکبریٰ للبیهقی:۳۰/۴؛ وسندهٗ صحیحٌ)

۶۔ محدث اندلس علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'وَأَمَّا صَلَاةُ النَّاسِ عَلَيْهِ أَفْذَاذًا، فَمُجْتَمَعٌ عَلَيْهِ، عِنْدَ أَهْلِ السِّيَرِ، وَجَمَاعَةُ أَهْلِ النَّقْلِ لَا يَخْتَلِفُونَ فِيهِ'

"رہا لوگوں کا نبی کریم ﷺ کی فرداً فرداً نماز جنازہ ادا کرنا تو اس پر اہل سیر اور محدثین کرام کا اجماع ہے، وہ اس میں اختلاف نہیں کرتے۔"

(التمهيد لما فی الموطا من المعانی والاسانيد:۳۹۷/۲۴)

۷۔ مؤرخ اسلام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'وَهٰذَا الصَّنِيعُ، وَهُوَ صَلَاتُهُمْ عَلَيْهِ فُرَادَى لَمْ يَؤُمَّهُمْ أَحَدٌ عَلَيْهِ أَمْرٌ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ لَا خِلَافَ فِيهِ'

"نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ کا عمل یوں ہے کہ وہ فرداً فرداً ادا کی گئی، کسی نے

آپ ﷺ کی نماز جنازہ کی امامت نہیں کروائی، یہ اتفاقی مسئلہ ہے، اس میں اختلاف نہیں۔“(البداية والنهاية:٢٣٢/٥)

○ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'مَا قُبِضَ نَبِیٌّ إِلَّا دُفِنَ حَيْثُ يُقْبَضُ'

”ہر نبی کو وہیں دفن کیا جاتا ہے جہاں اس کی روح قبض ہوتی ہے۔“

(سنن ابن ماجة:١٦٢٨)

تبصرہ:

یہ روایت ضعیف ہے۔

اس کا راوی حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس ہاشمی راوی جمہور ائمۃ الجرح والتعدیل کے نزدیک ضعیف ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'ضَعَّفَهُ أَكْثَرُ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ'

”اسے اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔“(السنن الکبریٰ:٣٤٦/١٠)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَهُوَ مَتْرُوكٌ وَضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ'

”یہ متروک راوی ہے، اسے جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے۔“

(مجمع الزوائد:٦٠/٥؛٢٨١/٧)

اسے امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام علی بن مدینی، امام ابو حاتم رازی، امام ابوزرعہ رازی، امام نسائی اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم نے ضعیف و

مجروح قرار دیا ہے۔

سنن الترمذی (۱۰۱۸) کی سند میں عبد الرحمٰن بن ابی بکر ملیکی راوی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

اسی طرح مصنف عبد الرزاق (۶۵۳۴) اور مسند الامام احمد (۱/۷) کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

✿ سیّدنا جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

'كُنْتُ بِالْيَمَنِ، فَلَقِيتُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ، ذَا كُلَاعٍ، وَذَا عَمْرٍو، فَجَعَلْتُ أُحَدِّثُهُمْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: ذُو عَمْرٍو: لَئِنْ كَانَ الَّذِي تَذْكُرُ مِنْ أَمْرِ صَاحِبِكَ، لَقَدْ مَرَّ عَلَى أَجَلِهِ مُنْذُ ثَلَاثٍ، وَأَقْبَلَا مَعِي حَتَّى إِذَا كُنَّا فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ، رُفِعَ لَنَا رَكْبٌ مِنْ قِبَلِ الْمَدِينَةِ فَسَأَلْنَاهُمْ، فَقَالُوا: " قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ، وَالنَّاسُ صَالِحُونَ، فَقَالَا: أَخْبِرْ صَاحِبَكَ أَنَّا قَدْ جِئْنَا وَلَعَلَّنَا سَنَعُودُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، وَرَجَعَا إِلَى الْيَمَنِ، فَأَخْبَرْتُ أَبَا بَكْرٍ بِحَدِيثِهِمْ، قَالَ: أَفَلَا جِئْتَ بِهِمْ، فَلَمَّا كَانَ بَعْدُ قَالَ لِي ذُو عَمْرٍو: يَا جَرِيرُ إِنَّ بِكَ عَلَيَّ كَرَامَةً، وَإِنِّي مُخْبِرُكَ خَبَرًا: إِنَّكُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ، لَنْ تَزَالُوا بِخَيْرٍ مَا كُنْتُمْ إِذَا هَلَكَ أَمِيرٌ تَأَمَّرْتُمْ فِي آخَرَ، فَإِذَا كَانَتْ بِالسَّيْفِ كَانُوا مُلُوكًا، يَغْضَبُونَ غَضَبَ الْمُلُوكِ وَيَرْضَوْنَ رِضَا الْمُلُوكِ'

''یمن سے واپس مدینہ آنے کیلئے میں دریا کے راستے سے سفر کر رہا تھا، اس وقت یمن کے دو آدمیوں ذو کلاع اور ذو عمرو سے میری ملاقات ہوئی، میں ان سے نبی کریم ﷺ کی باتیں کر رہا تھا کہ ذو عمرو نے کہا: اگر تمہارے صاحب (سیّدنا محمد

مصطفیٰ ﷺ) وہی ہیں، جن کا ذکر تم کر رہے ہو تو ان کی وفات کو بھی تین دن گزر چکے ہیں، یہ دونوں میرے ساتھ ہی مدینہ کی طرف چل رہے تھے، راستے میں ہمیں مدینہ کی طرف سے آتے ہوئے کچھ سوار دکھائی دیئے، ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی کہ نبی کریم ﷺ وفات پا گئے ہیں۔ آپ ﷺ کے خلیفہ سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ منتخب ہوئے ہیں، سب لوگ خیریت سے ہیں، ان دونوں نے مجھ سے کہا: اپنے خلیفہ (سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ) سے کہنا کہ ہم آئے تھے، ان شاء اللہ ہم دوبارہ مدینہ آئیں گے، یہ کہہ کر دونوں یمن کی طرف واپس چلے گئے۔ پھر میں نے سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی باتوں کی اطلاع دی، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر انہیں اپنے ساتھ لائے کیوں نہیں؟ بہت دنوں بعد سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ذوعمرو نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا: جریر! تمہارا مجھ پر احسان ہے اور تمہیں میں ایک بات بتاؤں گا کہ تم اہل عرب اس وقت تک خیر و بھلائی کے ساتھ رہو گے، جب تک تمہارا طرز عمل یہ ہو گا کہ جب تمہارا کوئی امیر وفات پا جائے گا تو تم اپنا کوئی دوسرا امیر منتخب کر لیا کرو گے، لیکن جب امارت کے لئے تلوار تک بات پہنچ جائے تو تمہارے امیر بادشاہ بن جائیں گے، بادشاہوں کی طرح غصہ ہوا کریں گے اور انہیں کی طرح خوش ہوا کریں گے۔"

(صحيح البخاري:٤٣٥٩)

كَيْفَ حُفِرَ لَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آپ ﷺ کی مبارک قبر کی کیفیت کا بیان

۴۳۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ سَعْدٍ ، قَالَ: أَلْحِدُوا لِي لَحْدًا وَانْصِبُوا عَلَيَّ ، كَمَا فُعِلَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خَالَفَهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو

۴۳۔ محمد بن سعد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے لئے بغلی (لحد والی) قبر تیار کرنا، اس پر کچی اینٹیں لگانا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک بنائی گئی تھی۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبدالملک بن عمرو نے اس روایت کی سند سے مختلف سند بیان کی ہے۔

تحقیق و تخریج:

صحیح مسلم:٩٦٦

٤٤ـ أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ ، أَنَّ سَعْدًا ، قَالَ: أَلْحِدُوا لِي لَحْدًا وَانْصِبُوا عَلَيَّ نَصْبًا ، كَمَا فُعِلَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۴۴ـ محمد بن سعد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے لئے بغلی (لحد والی) قبر تیار کرنا، اس پر کچی اینٹیں لگانا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک بنائی گئی تھی۔

تحقیق و تخریج:

صحیح مسلم:٩٦٦

فوائد الحدیث:

۱۔ سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے بارے میں فرماتے ہیں:

'وَرُفِعَ قَبْرُهُ مِنَ الْأَرْضِ نَحْوًا مِنْ شِبْرٍ'

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک زمین سے تقریباً ایک بالشت اونچی کی گئی تھی۔''

(السنن الکبریٰ للبیہقی:٤٠٧/٣؛ وصححه ابن حبان:٦٦٣٥؛ وسندهٗ صحيحٌ)

۲۔ سفیان التمار رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'دَخَلْتُ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ قَبْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَرَأَيْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَقَبْرَ أَبِي بَكْرٍ ، وَعُمَرَ مُسَنَّمَةً'

''میں اس حجرے میں داخل ہوا جس میں نبی کریم ﷺ کی مبارک قبر تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ، سیّدنا ابوبکر اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کو کوہان نما دیکھا۔''

(مصنف ابن ابی شیبة: ۳۳۳/۳، صحیح البخاری: ۱۸۶/۱، ح: ۱۳۹۰، مختصراً، وسندهٗ صحیحٌ)

۳۔ قاسم بن محمد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

'دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ، فَقُلْتُ: يَا أُمَّهِ اكْشِفِي لِي عَنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَكَشَفَتْ لِي عَنْ ثَلَاثَةِ قُبُورٍ لَا مُشْرِفَةٍ، وَلَا لَاطِئَةٍ مَبْطُوحَةٍ بِبَطْحَاءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ'

''میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور کہا: اے امی جان! میرے لئے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے دونوں ساتھیوں (سیّدنا ابو بکر صدیق اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہما) کی قبریں کھول دیجئے، (یعنی اپنا حجرہ کھول دیجئے) انہوں نے میرے لئے تینوں قبریں کھول دیں۔ نہ وہ اونچی تھیں اور نہ بالکل زمین کے ساتھ برابر بچھی ہوئی تھیں۔ میدان کی سرخ کنکریاں ان پر بچھی ہوئی تھیں۔''

(سنن ابی داود: ۳۲۲۰؛ وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (۳۶۹/۱) نے اس اثر کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

۴۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

'لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ بِالْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَلْحَدُ، وَآخَرُ يَضْرَحُ، فَقَالُوا: نَسْتَخِيرُ رَبَّنَا، وَنَبْعَثُ إِلَيْهِمَا، فَأَيُّهُمَا سُبِقَ تَرَكْنَاهُ، فَأُرْسِلَ إِلَيْهِمَا، فَسَبَقَ صَاحِبُ اللَّحْدِ فَلَحَدُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ

''جب نبی کریم ﷺ فوت ہوئے، اس وقت مدینہ میں ایک آدمی لحد (بغلی) والی قبر بنایا کرتا تھا، ایک آدمی سیدھی (شق یعنی گڑھے والی) قبر بنایا کرتا تھا۔ صحابہ کرام نے کہا: ہم اپنے رب سے استخارہ کرتے ہیں (بہتر چیز کی دعا کرتے ہیں) اور دونوں کو بلوا لیتے ہیں جو پیچھے رہ گیا اسے چھوڑ دیں گے (جو پہلے آ گیا وہ اپنے طریقے کے مطابق قبر تیار کرے گا) چنانچہ ان دونوں کو پیغام بھیجا گیا تو لحد بنانے والا پہلے آ گیا، چنانچہ صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ کے لئے بغلی قبر تیار کروائی۔''

(سنن ابن ماجة:١٥٥٧، وسندهٗ حسنٌ)

۵۔ جہاں نبی کریم ﷺ قبر مبارک میں لیٹے ہیں، اس جگہ کو بعض لوگ عرش و کرسی سے افضل قرار دیتے ہیں، یہ مبالغہ آمیزی اور بے دلیل بات ہے، قرآن و حدیث اور ائمہ مسلمین سے ایسا کچھ ثابت نہیں، حق وہ ہے جو دلیل سے ثابت ہو۔

أَيْنَ حُفِرَ لَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

آپ ﷺ کی مبارک قبر کہاں کھودی گئی

۴۵۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نَبِيطٍ، عَنْ نُعَيْمٍ، عَنْ نَبِيطٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا: يَا سَالِمُ، اذْهَبْ إِلَى صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَادْعُهُ فَخَرَجْتُ فَوَجَدْتُ أَبَا بَكْرٍ، قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ قَالَ: فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى سَاعِدَيْ، ثُمَّ أَقْبَلَ يَمْشِي حَتَّى دَخَلَ فَوَسَّعُوا لَهُ حَتَّى أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَكَبَّ عَلَيْهِ حَتَّى اسْتَبَانَ لَهُ أَنَّهُ مَاتَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ (الزمر:۳۰) قَالُوا: يَا صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هَلْ يُدْفَنُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالُوا: وَأَيْنَ يُدْفَنُ؟ قَالَ: فِي الْمَكَانِ الَّذِي قَبَضَ اللّٰهُ فِيهِ رُوحَهُ، فَإِنَّهُ لَمْ يَقْبِضْ رُوحَهُ إِلَّا فِي مَكَانٍ طَيِّبٍ قَالَ: فَعَلِمُوا أَنَّهُ كَمَا قَالَ

۴۵۔ سیّدنا سالم بن عبید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ دنیا فانی سے رخصت ہوئے، لوگوں نے کہا: اے سالم! نبی کریم ﷺ کے صحابی سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ، میں ان کی طرف نکلا، میں نے مسجد میں ان کو پالیا، انہوں نے

میری کلائی پکڑی اور چل پڑے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے، ان کے لئے جگہ وسیع کی گئی، یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ پر آ کر جھک گئے، یہاں تک کہ جب سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے واضح ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ وفات پا چکے ہیں، پھر سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''بلاشبہ آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور یقیناً یہ (کفار) بھی مر جائیں گے۔''

صحابہ کرام نے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کے ساتھی! کیا رسول اللہ ﷺ کی تدفین بھی ہوگی؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں!

صحابہ کرام نے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کی تدفین کہاں ہوگی۔

انہوں نے فرمایا: جس جگہ پر رسول اللہ ﷺ کی روح کو اللہ تعالیٰ نے قبض کیا ہے، کیونکہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی روح کو پاکیزہ مکان میں قبض کیا گیا ہے، تو لوگوں نے جان لیا کہ صحیح بات ایسے ہی ہے جیسا کہ سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔

تحقیق و تخریج:

(اسناده حسن)

سنن ابن ماجة: ١٢٣٤؛ الشمائل للترمذی: ٣٩٦؛ مسند عبد بن حميد: ٣٦٥؛ المعجم الكبير للطبرانی: ٦٥/٧؛ دلائل النبوة للبيهقی: ٢٩٩/٧

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (١٥١٤-١٦٢٤) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ بوصیری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيْحٌ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ'۔ ''یہ سند صحیح اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔''

(مصباح الزجاجة:١/١٤٦؛ ح:١٢٣٤)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ'۔ ''اس کے راوی ثقہ ہیں۔'' (مجمع الزوائد:٥/١٨٣)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ لٰكِنَّهُ مَوْقُوْفٌ'

''اس روایت کی سند صحیح ہے، لیکن یہ قول صحابی ہے۔''

(فتح الباری شرح صحیح البخاری:١/٥٢٣)

فوائد الحدیث:

○ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

'رَأَيْتُ كَأَنَّ ثَلَاثَةَ أَقْمَارٍ سَقَطْتْ فِي حُجْرَتِي، فَسَأَلْتُ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، إِنْ تَصْدُقْ رُؤْيَاكِ يُدْفَنُ فِي بَيْتِكِ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ ثَلَاثَةٌ، فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدُفِنَ، قَالَ لِي أَبُو بَكْرٍ: يَا عَائِشَةُ، هٰذَا خَيْرُ أَقْمَارِكِ، وَهُوَ أَحَدُهَا'

''میں نے خواب دیکھا کہ میرے حجرہ میں تین چاند گرے ہیں، میں نے اس بارے میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، انہوں نے جواب دیا: عائشہ! اگر تیرا خواب سچا ہے تو تیرے گھر میں کرۂ ارض کی تین افضل ترین شخصیات دفن ہوں گی، جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور آپ ﷺ کو دفن کر دیا گیا تو سیّدنا ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: عائشہ! یہ تیرے چاندوں میں سب سے عظمت والا ایک چاند ہے۔"

(مسند المسدد نقلاً عن اتحاف الخیرۃ المهرۃ للبوصیری: ۱۳۳/۷؛ ح:۶۵۱۳)، مسند الحمیدی نقلاً عن اتحاف الخیرۃ المهرۃ للبوصیری: ۱۳۳/۷؛ ح:۶۵۱۳)، المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۷/۲۳؛ المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۶۰/۳؛ وسندهٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیّدنا علی، سیّدنا عباس اور سیّدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا تھا، جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

'دَخَلَ قَبْرَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَبَّاسُ وَعَلِيٌّ وَالْفَضْلُ وَشَقَّ لَحْدَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ الَّذِي يَشُقُّ لُحُودَ قُبُورِ الشُّهَدَاءِ'

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں سیّدنا عباس، سیّدنا علی اور سیّدنا فضل رضی اللہ عنہم داخل ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد (والی قبر) کو ایک انصاری صحابی نے تیار کیا جو کہ شہدا کی لحود کو تیار کیا کرتے تھے۔" (مسند ابی یعلی: ۳۹۶/۴، ح:۲۵۱۸؛ شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۷/۴؛ مسند البزار: ۸۵۵؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۵۷۴) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۶۳۳) نے "صحیح" کہا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لحد والی قبر تیار کی گئی تھی۔

أَيُّ شَيْءٍ جُعِلَ تَحْتَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

رسول اللہ ﷺ کے جسم مبارک کے نیچے قبر میں کیا چیز بچھائی گئی؟

٤٦۔ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ الْجَحْدَرِيُّ، عَنْ يَزِيدَ وَهُوَ ابْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جُعِلَ تَحْتَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ دُفِنَ قَطِيفَةٌ حَمْرَاءُ

۴۶۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بوقت تدفین رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر کے نیچے سرخ رنگ کا کپڑا بچھایا گیا۔

تحقیق و تخریج:

صحیح مسلم:٩٦٧

فوائد الحدیث:

۱۔ سیّدنا شقران رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

'أَنَا وَاللّٰهِ طَرَحْتُ الْقَطِيفَةَ تَحْتَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَبْرِ'

''اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ کے نیچے قبر میں چادر بچھائی تھی۔''

(سنن الترمذی:١٠٤٧؛ وسندہٗ حسنٌ)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'حَدِيثُ شُقْرَانَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ'

۲۔ امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'هُوَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً'

''یہ نبی کریم ﷺ کے لئے خاص ہے۔''

(مسند علی بن الجعد:۱۲۸۶؛ الطبقات لابن سعد:۲۲۸/۲،وسندهٗ صحيحٌ)

۳۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

'وَقَدْ كَانَ شُقْرَانُ حِينَ وُضِعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُفْرَتِهِ أَخَذَ قَطِيفَةً قَدْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا وَيَفْرِشُهَا فَدَفَنَهَا مَعَهُ فِي الْقَبْرِ، وَقَالَ: وَاللّٰهِ لَا يَلْبَسُهَا أَحَدٌ بَعْدَكَ، فَدُفِنَتْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'

''جب رسول اللہ ﷺ کے جسدِ اطہر کو قبر مبارک میں اُتارا گیا تو سیّدنا شقران رضی اللہ عنہ نے اس چادر کو پکڑ لیا، جسے رسول اللہ ﷺ پہنتے اور (بیٹھتے وقت) اپنے نیچے بچھایا کرتے تھے، چنانچہ اسے قبر مبارک میں آپ ﷺ کے ساتھ ہی دفن کر دیا۔

انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! آپ ﷺ کے بعد اسے کوئی نہیں پہنے گا، پھر اسے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔''

(السنن الکبریٰ للبیهقی:۴۰۸/۳؛ دلائل النبوة للبیهقی:۲۵۴/۷)

تبصرہ:

اس کی سند ضعیف ہے، حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس ہاشمی راوی جمہور ائمۃ الجرح والتعدیل کے نزدیک ضعیف ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'ضَعَّفَهُ أَكْثَرُ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ'

''اسے اکثر محدثین کرام نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(السنن الکبریٰ:١٠/٣٤٦)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَهُوَ مَتْرُوكٌ وَضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ'

''یہ متروک راوی ہے، اسے جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے۔''

(مجمع الزوائد:٥/٦٠۔٧/٢٨١)

اسے امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام علی بن مدینی، امام ابو حاتم رازی، امام ابو زرعہ رازی، امام نسائی اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم نے ضعیف و مجروح قرار دیا ہے۔

نوٹ: اب فوائد کے بعد کتاب کے متعلق علمی ابحاث ملاحظہ ہوں

O.....O.....O.....O

کتاب سے ملحق ابحاث

عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مسلک اہل حدیث

❁ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ ○ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَّإِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴾

(الأنبياء ٢١ : ٣٤، ٣٥)

''ہم نے آپ سے پہلے کسی اِنسان کو بقائے دوام نہیں بخشا، تو کیا اگر آپ فوت ہو جائیں، تو یہ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ ہر جان نے موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تمہیں برائی اور بھلائی میں آزمائش کے لئے مبتلا کرتے ہیں اور تم ہماری ہی طرف پلٹائے جاؤ گے۔''

❁ سنی امام ومفسر ابن جریر طبری رحمہ اللہ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

يَقُولُ تَعَالَى ذِكْرُهُ لِنَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَمَا خَلَّدْنَا أَحَدًا مِّنْ بَنِي آدَمَ يَا مُحَمَّدُ قَبْلَكَ فِي الدُّنْيَا ، فَنُخَلِّدَكَ فِيهَا ، وَلَا بُدَّ لَكَ مِنْ أَنْ تَمُوتَ كَمَا مَاتَ مِنْ قَبْلِكَ رُسُلُنَا'

''اللہ رب العزت اپنے نبی سے فرماتے ہیں: اے محمد ﷺ! آپ سے پہلے ہم نے اس دنیا میں کسی آدم کے بیٹے کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی کہ آپ کو ہمیشہ زندہ رکھیں۔ ضرور آپ بھی فوت ہوں گے، جس طرح آپ سے پہلے آنے والے ہمارے رسول فوت ہو گئے تھے۔'' (تفسير الطبري : ٢٤/١٧)

❁ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾ (الزمر ۳۹ : ۳۰)

''(اے نبی!) بلاشبہ آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور یقیناً یہ (کفار) بھی مر جائیں گے۔''

❁ مفسر اہل سنت، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ مِنَ الْآيَاتِ الَّتِي اسْتَشْهَدَ بِهَا الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عِنْدَ مَوْتِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى تَحَقَّقَ النَّاسُ مَوْتَهُ، مَعَ قَوْلِهِ: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾ (آل عمرٰن ۳ : ۱۴۴)، وَمَعْنٰى هٰذِهِ الْآيَةِ: سَتُنْقَلُونَ مِنْ هٰذِهِ الدَّارِ لَا مَحَالَةَ، وَسَتَجْتَمِعُونَ عِنْدَ اللّٰهِ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ، وَتَخْتَصِمُونَ فِيمَا أَنْتُمْ فِيهِ فِي الدُّنْيَا مِنَ التَّوْحِيدِ وَالشِّرْكِ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَيَفْصِلُ بَيْنَكُمْ.

''یہ آیت مبارکہ ان قرآنی آیات میں سے ہے جنہیں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت بطورِ دلیل پیش کیا تھا۔ اس آیت سے لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی وفات کا یقین کر لیا۔ مذکورہ آیت کے ساتھ یہ آیت بھی ان کی دلیل تھی: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾ (آل عمران ۳ : ۱۴۴) (محمد ﷺ صرف ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ پس اگر کیا وہ وفات پا جائیں یا انہیں شہید کر

دیا جائے، تو تم اسلام سے پھر جاؤ گے؟ جو شخص اپنی ایڑھیوں کے بل پھر جائے، وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ تعالیٰ عنقریب شکر گزار بندوں کو بدلہ دینے والا ہے)۔ اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ سب لوگ دنیا سے ضرور بالضرور جانے والے ہیں اور آخرت میں اللہ رب العزت کے پاس جمع ہونے والے ہیں۔ وہاں اللہ کے سامنے تم توحید و شرک میں اپنا دنیوی اختلاف ذکر کرو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے گا۔" (تفسیر ابن کثیر : ٦/٤٨٨)

مذکورہ آیاتِ کریمہ میں دنیوی زندگی کے بعد موت کا ذکر ہے۔

موت کے بعد اخروی زندگی شروع ہوتی ہے، جو دراصل جزا و سزا کا جہان ہے۔ جو شخص اس جہان میں چلا جاتا ہے، اس کا دنیا والوں سے کوئی دنیوی تعلق قائم نہیں رہتا، کیونکہ اخروی زندگی ایک الگ زندگی ہے۔ قبر کی زندگی اخروی حیات کا آغاز ہے۔

بہت سے لوگ اس اخروی زندگی کے سلسلے میں افراط و تفریط کا شکار ہو کر گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکنے لگے ہیں۔ بعض نے تو تفریط میں مبتلا ہو کر سرے سے اس زندگی کا انکار کر دیا ہے، جبکہ بعض نے افراط میں پڑ کر اس زندگی کا اس طرح اقرار کیا کہ اسے دنیوی زندگی کی مثل سمجھ لیا۔ لیکن یہ عام زندگی جو سب کو ملتی ہے، ایک مخصوص نعرہ لگا کر انہوں نے اسے بلا دلیل خاص کر دیا ہے۔

اس سلسلے میں اعتدال کی بات وہی ہے، جو ہمیں قرآن و سنت نے بتائی ہے۔ شرعی دلائل کے مطابق قبر کی زندگی نیک و بد سب کو ملتی ہے، البتہ درجات کے اعتبار سے اس زندگی کی حالت مختلف ہوتی ہے۔ انبیا و شہدا کی زندگی افضل ترین اور

کفار کی بدترین ہوتی ہے، لیکن بہر حال یہ زندگی اخروی ہوتی ہے، دنیوی نہیں، جیسا کہ:

❁ ہانی مولیٰ عثمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

'كَانَ عُثْمَانُ ، إِذَا وَقَفَ عَلَى قَبْرٍ ، بَكَى حَتَّى يَبُلَّ لِحْيَتَهُ ، فَقِيلَ لَهُ : تُذْكَرُ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَلَا تَبْكِي ، وَتَبْكِي مِنْ هٰذَا ؟ فَقَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِّنْ مَّنَازِلِ الْآخِرَةِ ، فَإِنْ نَّجَا مِنْهُ؛ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ ، وَإِنْ لَّمْ يَنْجُ مِنْهُ؛ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ'

''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے، تو وہاں اس قدر روتے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی ڈاڑھی تر ہو جاتی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ جنت وجہنم کا تذکرہ ہوتا ہے، لیکن آپ نہیں روتے، مگر قبر کا ذکر سنتے ہی رو پڑتے ہیں؟ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: بے شک قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ اگر کوئی شخص اس منزل کو کامیابی سے عبور کر گیا، تو اس کے بعد جو بھی منزل آئے گی، اس سے آسان تر ہی ہوگی، لیکن اگر کوئی اسی منزل میں کامیاب نہ ہو سکا، تو اس کے بعد والی منزلیں اس سے بھی زیادہ سخت ہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : ٦٣/١ ، سنن الترمذي: ٢٣٠٨ ، سنن ابن ماجه : ٤٢٦٧ ، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، جبکہ امام حاکم رحمہ اللہ (۴/۳۳۰۔۳۳۱) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات واضح طور پر سمجھ آ رہی ہے کہ موت کی صورت میں دنیوی زندگی ختم ہونے کے فوراً بعد آخرت کی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ قبر آخرت کی

ایک منزل ہے اور اس کی زندگی اخروی زندگی ہے، نہ کہ دنیوی۔

✿ ام المومنین، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے مرضِ موت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

سَقَطَتْ مِنْ يَدِهِ، فَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِّنَ الدُّنْيَا، وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِّنَ الْآخِرَةِ '

''آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک سے مسواک چھوٹ گئی۔ یوں اللہ تعالیٰ نے میرے اور نبی کریم ﷺ کے لعابِ دہن کو اس دن ایک ساتھ جمع کر دیا، جو آپ ﷺ کی دنیوی زندگی کا آخری اور اخروی حیات کا پہلا دن تھا۔'' (صحيح البخاري : ٤٤٥١)

ام المومنین، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان بھی اس سلسلے میں بالکل صریح ہے کہ موت کے فوراً بعد اخروی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔

لہٰذا قبر کی زندگی کے جو حالات قرآن و حدیث کے ذریعے ہمیں معلوم ہوئے ہیں، ان کا انکار کرنا بہت بڑی جہالت ہے۔ اس سے بھی بڑی جہالت یہ ہے کہ اسے دنیوی زندگی یا اس سے مشابہ مانا جائے۔ اور سب سے چوٹی کی جہالت، جس سے جہالت بھی شرما جاتی ہے، یہ ہے کہ موت کے بعد کسی خاص ہستی یا ہستیوں کی زندگی کا اقرار کر لیا جائے، وہ بھی اسے دنیوی زندگی کی طرح تسلیم کر کے، جبکہ باقی لوگوں کی قبر کی زندگی کا سرے ہی سے انکار کر دیا جائے۔

''حیات النبی'' کا عقیدہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اگر ایسے عقیدے کے پرچارک لوگوں کے دلائل ملاحظہ کیے جائیں، تو ان کی عقل و شعور پر ہنسی آتی ہے۔ جن باتوں سے وہ انبیا کے لیے خصوصی زندگی ثابت کرتے ہیں، وہی باتیں عام مومنوں،

مسلمانوں کے لیے بھی ثابت ہیں۔

اس کی ایک مثال انبیا کے قبروں میں نماز پڑھنے والی حدیث ہے۔ ''حیات النبی'' کا نعرہ لگانے والے اسے بڑے زور و شور سے پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے شاید یہ سمجھ لیا ہے کہ نماز چونکہ دنیا میں پڑھی جاتی ہے، لہٰذا انبیا قبروں میں نماز پڑھتے ہیں، تو انہیں قبروں میں دنیوی یا مثلِ دنیوی زندگی حاصل ہے۔

ان لوگوں کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر قبر میں نماز پڑھنے سے دنیوی یا مثلِ دنیوی زندگی ثابت ہوتی ہے، تو پھر انہیں اپنا نعرہ ''حیات النبی'' سے بدل کر ''حیات المومنین'' کر لینا چاہیے، کیونکہ عام مؤمن کا بھی قبر میں نماز پڑھنا ثابت ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قبر میں فرشتے جب مومن سے ہم کلام ہوں گے، تو وہ بیٹھ جائے گا۔ اسے سورج غروب ہوتا دکھائی دے گا۔ اسے کہا جائے گا: اس آدمی کے بارے میں بتاؤ، جو تم میں مبعوث ہوئے تھے۔ تم ان کے بارے میں کیا کہتے ہو اور کیا گواہی دیتے ہو؟ اس پر مؤمن کہے گا:

'دَعُونِي حَتّٰى أُصَلِّيَ، فَيَقُولُونَ: إِنَّكَ سَتَفْعَلُ، أَخْبِرْنِي عَمَّا نَسْأَلُكَ عَنْهُ'

''مجھے چھوڑو کہ میں عصر کی نماز پڑھ لوں۔ فرشتے کہیں گے: تم نماز بھی پڑھ لوگے، لیکن پہلے ہمیں اس سوال کا جواب دو، جو ہم آپ سے کر رہے ہیں۔''

(صحیح ابن حبّان: ۳۱۱۳، المستدرك على الصحيحين للحاكم: ۱/۳۷۹۔۳۸۰، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' قرار دیا

ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو "حسن" کہا ہے۔(مجمع الزوائد : 3/51۔52)

معلوم ہوا کہ "حیات النبی" کے نعرے کی آڑ میں انبیا کے لیے دنیوی یا مثلِ دنیوی زندگی ثابت کرنے والوں کو یا تو عام مؤمنوں کے لیے بھی دنیوی یا مثلِ دنیوی زندگی ثابت کرنا ہوگی یا پھر اپنے عقیدے پر نظرِ ثانی کرنا پڑے گی۔

اہل علم اور عقیدۂ "حیات النبی ﷺ" :

اہل علم نے یہ بات بڑی وضاحت سے بیان کر دی ہے کہ برزخی (قبر کی) زندگی ایک مستقل اور الگ زندگی ہے، یہ دنیوی یا مثلِ دنیوی ہرگز نہیں۔ آیئے ہم کچھ اہل علم کے اقتباسات پیش کرتے ہیں:

❁ حافظ ابنِ عبدالہادی رحمہ اللہ (م:744ھ) فرماتے ہیں:

'وَلْيُعْلَمْ أَنَّ رَدَّ الرُّوحِ (إِلَى الْبَدَنِ) وَعَوْدُهَا إِلَى الْجَسَدِ بَعْدَ الْمَوْتِ لَا يَقْتَضِي اسْتِمْرَارَهَا فِيهِ، وَلَا يَسْتَلْزِمُ حَيَاةً أُخْرٰى قَبْلَ يَوْمِ النُّشُورِ نَظِيرَ الْحَيَاةِ الْمَعْهُودَةِ، بَلْ إِعَادَةُ الرُّوحِ إِلَى الْجَسَدِ فِي الْبَرْزَخِ إِعَادَةٌ بَرْزَخِيَّةٌ، لَا تَزِيلُ عَنِ الْمَيِّتِ اسْمَ الْمَوْتِ .

وَقَدْ ثَبَتَ فِي حَدِيثِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ الطَّوِيلِ الْمَشْهُورِ، فِي عَذَابِ الْقَبْرِ وَنَعِيمِهِ، فِي شَأْنِ الْمَيِّتِ وَحَالِهِ، أَنَّ رُوحَهُ تُعَادُ إِلَى جَسَدِهِ، مَعَ الْعِلْمِ بِأَنَّهَا غَيْرُ مُسْتَمِرَّةٍ فِيهِ، وَأَنَّ هٰذِهِ الْإِعَادَةَ لَيْسَ مُسْتَلْزِمَةً لِإِثْبَاتِ حَيَاةٍ مُزِيلَةٍ لِاسْمِ الْمَوْتِ، بَلْ هِيَ أَنْوَاعُ حَيَاةٍ بَرْزَخِيَّةٍ، اَلْمَوْتُ كَالْحَيَاةِ الْبَرْزَخِيَّةِ، وَإِثْبَاتُ بَعْضِ أَنْوَاعِ الْمَوْتِ لَا يُنَافِي الْحَيَاةَ، كَمَا فِي الْحَدِيثِ

الصَّحِيحِ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ النَّوْمِ قَالَ : 'اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا ، وَإِلَيْهِ النُّشُورُ' . وَتَعَلُّقُ الرُّوحِ بِالْبَدَنِ وَاتِّصَالُهَا بِهِ بِنَوْعٍ أَنْوَاعًا .

أَحَدُهَا : تَعَلُّقُهَا بِهِ فِي هٰذَا الْعَالَمِ يَقْظَةً وَّمَنَامًا .

اَلثَّانِي : تَعَلُّقُهَا بِهِ فِي الْبَرْزَخِ ، وَالْأَمْوَاتُ مُتَفَاوِتُونَ فِي ذٰلِكَ ، فَالَّذِي لِلرُّسُلِ وَالْأَنْبِيَاءِ أَكْمَلُ مِمَّا لِلشُّهَدَاءِ ، وَلِهٰذَا لَا تَبْلٰى أَجْسَادُهُمْ ، وَالَّذِي لِلشُّهَدَاءِ أَكْمَلُ مِمَّا لِغَيْرِهِمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ لَيْسُوا بِشُهَدَاءَ .

وَالثَّالِثُ : تَعَلُّقُهَا بِهِ يَوْمَ الْبَعْثِ الْآخِرِ ، وَرَدُّ الرُّوحِ إِلَى الْبَدَنِ فِي الْبَرْزَخِ لَا يَسْتَلْزِمُ الْحَيَاةَ الْمَعْهُودَةَ ، وَمَنْ زَعَمَ اسْتِلْزَامَهُ لَهَا لَزِمَهُ ارْتِكَابُ أُمُورٍ بَاطِلَةٍ مُّخَالِفَةٍ لِّلْحِسِّ وَالشَّرْعِ وَالْعَقْلِ '

''معلوم ہونا چاہیے کہ موت کے بعد روح کا جسم میں لوٹنا استمرارِ حیات کا متقاضی نہیں ہے، نہ اس سے قبل از قیامت ایسی زندگی لازم آتی ہے، جو دنیوی زندگی کی طرح ہو۔ برزخ میں روح کا جسم میں لوٹنا سراسر برزخی معاملہ ہے، جس کی وجہ سے مرنے والے سے موت کا نام زائل نہیں ہوسکتا۔

قبر میں جزا وسزا اور مرنے والے کے حالات کے بارے میں سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے جو مشہور اور طویل حدیث (سنن أبي داوٗد :٤٧٥٣ ، المستدرك للحاكم : ٩٥/١ ، وسندهٗ حسنٌ) مذکور ہے، اس سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مردے کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ روح اس جسم میں ہمیشہ نہیں رہتی، نہ ہی اس کے لوٹنے سے ایسی زندگی ثابت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے میت پر لفظ موت کا اطلاق ہی ختم ہو جائے۔ بلکہ یہ حیاتِ

برزخیہ کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ موت اور برزخی زندگی ایک ہی چیز کے دو نام ہیں (یعنی موت کا اقرار کرنے سے برزخی زندگی کا انکار نہیں ہوتا، کیونکہ۔ از ناقل) موت کی کچھ اقسام ایسی ہیں، جو زندگی کے منافی نہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے صحیح حدیث میں ثابت ہے۔ جب آپ ﷺ اپنی نیند سے بیدار ہوتے، تو یہ دعا پڑھتے:

ہر قسم کی تعریف اس ذات کے لئے ہے، جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی بخشی ہے، اسی کی طرف ہم نے لوٹ کر جانا ہے۔

(یعنی دنیا میں موت کا اقرار کر کے بھی کسی کو زندہ کہا جا سکتا ہے، تو قبر میں کسی کی زندگی کا اقرار کر کے اسے مُردہ کیوں نہیں کہا جا سکتا، جبکہ یہ ساری چیزیں شرعی دلائل سے ثابت بھی ہیں؟ از ناقل) روح کا بدن کے ساتھ تعلق کئی قسم کا ہوتا ہے:

1 اس دنیا میں حالتِ بیداری اور نیند میں روح کا جسم سے تعلق۔

2 برزخ میں روح کا جسم سے تعلق۔ یہ تعلق فوت شدگان کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ انبیاء کرام اور رسولوں کی زندگی شہدا کے مقابلے میں زیادہ کامل ہوتی ہے، اسی لیے ان کے مبارک اجساد بوسیدہ نہیں ہوتے اور شہدا کی زندگی ان مؤمنین سے کامل ہوتی ہے، جو شرفِ شہادت نہیں پاتے۔

3 قیامت کے دن روح کا جسم سے تعلق ہونے اور برزخ میں روح کے جسم میں لوٹائے جانے سے دنیوی طرز کی زندگی لازم نہیں آتی۔ جو شخص اس سے دنیوی زندگی کے ثابت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، وہ بہت سے مقامات پر حس، شریعت اور عقل کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا۔'' (الصارم المنكي في الردّ على السبكي، ص: ٢٢٣)

مشہور مفسر علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن اَبی بکر بن فرح قرطبی رحمہ اللہ

(۶۰۰۔۶۷۱ھ) لکھتے ہیں:

'وَبِالْجُمْلَةِ: فَأَحْوَالُ الْمَقَابِرِ وَ أَهْلِهَا عَلَى خِلَافِ عَادَاتِ أَهْلِ الدُّنْيَا فِي حَيَاتِهِمْ فَلَيْسَ تُنْقَاسُ أَحْوَالُ الْآخِرَةِ عَلَى أَحْوَالِ الدُّنْيَا وَ هٰذَا مِمَّا لَا خِلَافَ فِيْهِ'

''حاصل کلام یہ ہے کہ قبرستان اور اہل قبور کی زندگی کے احوال و عادات دنیا والوں سے مختلف ہیں، اخروی زندگی کو دنیاوی زندگی پر قیاس نہیں کیا جائے گا، اس بات میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔''

(التذکرۃ بأحوال الموتی وأمور الآخرۃ، ص:۱۰۹)

✿ محدث العصر، علامہ ناصر الدین، البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'إِنَّ حَيَاتَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ مُخَالِفَةٌ لِحَيَاتِهِ قَبْلَ الْوَفَاةِ، ذٰلِكَ أَنَّ الْحَيَاةَ الْبَرْزَخِيَّةَ غَيْبٌ مِّنَ الْغُيُوبِ، وَلَا يَدْرِي كُنْهَهَا إِلَّا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى، وَلٰكِنْ مِّنَ الثَّابِتِ وَالْمَعْلُومِ أَنَّهَا تَخْتَلِفُ عَنِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَوِيَّةِ، وَلَا تَخْضَعُ لِقَوَانِينِهَا، فَالْإِنْسَانُ فِي الدُّنْيَا يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ، وَيَتَنَفَّسُ وَيَتَزَوَّجُ، وَيَتَحَرَّكُ وَيَتَبَرَّزُ، وَيَمْرَضُ وَيَتَكَلَّمُ، وَلَا أَحَدٌ يَّسْتَطِيعُ أَنْ يُّثْبِتَ أَنَّ أَحَدًا بَعْدَ الْمَوْتِ، حَتَّى الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَفِي مُقَدَّمَتِهِمْ نَبِيُّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَعْرِضُ لَهُ هٰذِهِ الْأُمُورُ بَعْدَ مَوْتِهِ'

''نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد کی زندگی، وفات سے قبل کی زندگی سے مختلف ہے، اس لیے کہ برزخی حیات ایک غیبی معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو اس کی کیفیات کا علم نہیں۔ البتہ اتنی بات معلوم ہے کہ وہ دنیوی زندگی سے مختلف ہے اور

دنیوی قوانین کے تابع نہیں۔ دنیا میں تو انسان کھاتا پیتا، سانس لیتا اور شادی کرتا ہے، نقل وحرکت اور بول و براز کرتا ہے، بیمار ہوتا اور گفتگو کرتا ہے، لیکن کوئی انسان یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ موت کے بعد کسی کو، یہاں تک کہ انبیائے کرام، جن میں سرفہرست ہمارے نبی کریم ﷺ ہیں، یہ امور پیش آتے ہوں۔"

(التوسل؛ أنواعه وأحكامه، ص: ٦٥)

نیز فرماتے ہیں:

'ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّ الْحَيَاةَ الَّتِي أَثْبَتَهَا هٰذَا الْحَدِيثُ لِلْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ؛ إِنَّمَا هِيَ حَيَاةٌ بَرْزَخِيَّةٌ، لَيْسَتْ مِنْ حَيَاةِ الدُّنْيَا فِي شَيْءٍ، وَلِذٰلِكَ وَجَبَ الْإِيمَانُ بِهَا دُونَ ضَرْبِ الْأَمْثَالِ لَهَا، وَمُحَاوَلَةِ تَكْيِيفِهَا، وَتَشْبِيهِهَا بِمَا هُوَ الْمَعْرُوفُ عِنْدَنَا فِي حَيَاةِ الدُّنْيَا، هٰذَا هُوَ الْمَوقِفُ الَّذِي يَجِبُ أَنْ يَتَّخِذَهُ الْمُؤْمِنُ فِي هٰذَا الصَّدَدِ؛ الْإِيمَانُ بِمَا جَاءَ فِي الْحَدِيثِ دُونَ الزِّيَادَةِ عَلَيْهِ بِالْأَقْيِسَةِ وَالْآرَاءِ، كَمَا يَفْعَلُ أَهْلُ الْبِدَعِ الَّذِينَ وَصَلَ الْأَمْرُ بِبَعْضِهِمْ إِلَى ادِّعَاءِ أَنَّ حَيَاتَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَبْرِهِ حَيَاةٌ حَقِيقِيَّةٌ، قَالَ: يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ وَيُجَامِعُ نِسَائَهُ، وَإِنَّمَا هِيَ حَيَاةٌ بَرْزَخِيَّةٌ، لَا يَعْلَمُ حَقِيقَتَهَا إِلَّا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى'

"جان لیجئے! اس حدیث سے انبیاء کرام کی جو حیات ثابت ہوتی ہے، وہ صرف برزخی حیات ہے، دنیوی زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا اس زندگی پر یوں ایمان لانا ضروری ہے کہ اس کے بارے میں مثالیں نہ دی جائیں، اس کی کیفیت بیان نہ کی جائے اور اسے ہماری دنیوی زندگی سے تشبیہ نہ دی جائے۔

یہی مؤقف ہر مومن کے لئے اختیار کرنا لازم ہے کہ اس بارے میں

احادیث میں جتنی بات مذکور ہے، صرف اسی پر ایمان لائے، اس سلسلے میں قیاس اور رائے کو دخل نہ دے، جیسا کہ بدعتیوں نے کیا ہے۔ بعض نے تو یہاں تک دعویٰ کر دیا ہے کہ قبر میں آپ ﷺ کی حیات حقیقی (یعنی دنیوی) ہے، وہ کہتے ہیں: قبر میں نبی کریم ﷺ کھاتے پیتے اور اپنی ازواج سے مجامعت کرتے ہیں (العیاذ باللہ)، حالانکہ یہ صرف برزخی حیات ہے، جس کی حقیقت کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔"

(سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها و فوائدها :١٩٠/٢، ح : ٦٢١)

شہیدوں کی زندگی :

اب رہا یہ سوال کہ اگر تمام لوگوں کو قبر کی زندگی حاصل ہے اور اس کا دنیوی زندگی سے کوئی تعلق نہیں، تو پھر اسلامی تعلیمات میں شہدا کی زندگی کو خصوصیت سے بیان کرنے کی آخر کیا وجہ ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ایسا صرف شہدا کی زندگی کو اعلیٰ ثابت کرنے کے لیے کیا گیا ہے، نہ کہ اس لیے کہ شہدا کو قبر میں زندگی ملتی ہے، باقی لوگوں کو نہیں، نہ ہی اس لیے کہ شہدا کی زندگی دنیوی یا مثلِ دنیوی ہوتی ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ امتِ محمدیہ کے وہ شہدا جنہیں شرفِ صحابیت حاصل نہیں ہے، ان کی قبر کی زندگی ہرگز صحابہ کرام کی برزخی زندگی سے بہتر اور افضل نہیں۔

تنبیہ :

ہم بیان کر چکے ہیں کہ موت کے بعد برزخی زندگی ملنے کے حوالے سے نیک و بد تمام لوگ برابر ہیں، کسی کو اس سے استثنا نہیں، البتہ مختلف لوگوں کے لیے اس

زندگی کے حالات مختلف ہوں گے۔ نیک لوگوں کی زندگی اچھی اور بدکردار لوگوں کی بُری ہوگی۔ نیک لوگوں میں سے انبیا کرام کی برزخی زندگی سب سے بہترین ہوگی۔

یہی وجہ ہے کہ انبیا کرام کے اجسادِ مبارکہ کو زمین نقصان نہیں پہنچاتی۔ وہ اپنی اصلی حالت میں سلامت رہیں گے، جیسا کہ:

❁ سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ'

''بلاشبہ تمہارے دنوں میں جمعہ کا دن سب سے بہتر ہے۔ اس دن سیدنا آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن سخت آواز ظاہر ہوگی۔ لہٰذا اس دن مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔''

ایک آدمی نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہمارا درود آپ کی وفات کے بعد آپ کو کیسے پیش کیا جائے گا؟ کیا آپ کا جسدِ مبارک خاک میں نہیں مل چکا ہوگا؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

'إِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ'

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام فرما دیا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد: ٨/٤ ، سنن أبي داوٗد: ١٠٤٧ ، ١٥٣١ ، سنن النسائي: ١٣٧٥ ، سنن ابن ماجة: ١٠٨٥ ، ١٦٣٦ ، فضل الصلاة على النبيّ للقاضي إسماعيل: ٢٢ ، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۱۷۳۳)، امام ابن حبان (۹۱۰)، حافظ ابن

قطان فاسی رحمہ اللہ (بیان الوہم والایہام: ۵/۷۵۴) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۲۷۸) نے اسے ''امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(رياض الصالحين: ۱۳۹۹، خلاصة الأحكام: ۱/ ٤٤١، ۲/ ۸۱٤)

حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (م: ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

'وَمَنْ تَأَمَّلَ هٰذَا الْإِسْنَادَ؛ لَمْ يَشُكَّ فِي صِحَّتِهٖ، لِثِقَةِ رُوَاتِهٖ، وَشُهْرَتِهِمْ، وَقُبُولِ الْأَئِمَّةِ أَحَادِيثَهُمْ'

''جو شخص اس روایت کی سند پر غور کرے گا، وہ اس کی صحت میں شک نہیں کرے گا، کیونکہ اس کے راوی ثقہ، مشہور ہیں اور ائمہ حدیث کے ہاں ان کی بیان کردہ احادیث مقبول ہیں۔'' (جلاء الأفهام: ۸۱)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

'إِنَّهُمْ لَمَّا فَتَحُوا تُسْتَرَ، قَالَ: فَوَجَدَ رَجُلًا أَنْفُهُ ذِرَاعٌ فِي التَّابُوتِ، كَانُوا يَسْتَظْهِرُونَ وَيَسْتَمْطِرُونَ بِهٖ، فَكَتَبَ أَبُو مُوسٰى إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِذٰلِكَ، فَكَتَبَ عُمَرُ: إِنَّ هٰذَا نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ، وَالنَّارُ لَا تَأْكُلُ الْأَنْبِيَاءَ، وَالْأَرْضُ لَا تَأْكُلُ الْأَنْبِيَاءَ، فَكَتَبَ أَنِ انْظُرْ أَنْتَ وَأَصْحَابُكَ يَعْنِي أَصْحَابَ أَبِي مُوسٰى، فَادْفِنُوهُ فِي مَكَانٍ لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ غَيْرُكُمَا، قَالَ: فَذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُو مُوسٰى، فَدَفَنَّاهُ'

''جب صحابہ کرام نے تُستَر شہر کو فتح کیا، تو وہاں تابوت میں ایک شخص کا جسم دیکھا، ان کی ناک ہمارے ایک ہاتھ کے برابر تھی۔ وہاں کے لوگ اس تابوت کے وسیلے سے

غلبہ و بارش کی دُعا کرتے تھے۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر سارا واقعہ بیان کیا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں سے ایک نبی ہیں۔ انبیا کے جسموں کو نہ آگ کھاتی ہے نہ زمین۔ پھر فرمایا: تم اور تمہارے ساتھی مل کر کوئی ایسی جگہ دیکھو، جس کا تمہارے علاوہ کسی کو علم نہ ہو۔ وہاں اس تابوت کو دفن کر دو۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اور سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما گئے اور انہیں (ایک گم نام جگہ میں) دفن کر دیا۔'' (مصنف ابن أبي شيبة : ۲۷/۱۳ ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عظیم تابعی، ابو عالیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

'إِنَّ لُحُومَ الْـأَنْبِيَاءِ لَا تُبْلِيهَا الْـأَرْضُ ، وَلَا تَأْكُلُهَا السِّبَاعُ'

''بلاشبہ انبیاء کرام کے اجسام کو نہ زمین بوسیدہ کرتی ہے، نہ درندے اسے کھاتے ہیں۔''

(السيرة لابن إسحاق: ٦٦ ، ٦٧ ، ط:دار الفكر ، دلائل النبوّة للبيهقي:٣٨٢/١ ، وسندهٗ حسنٌ)

یہ احادیث و آثار صریح طور پر بتا رہے ہیں کہ انبیاء کرام کے اجسادِ مقدسہ کو مٹی نہیں کھاتی، لیکن ان سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی کہ انبیاء کرام قبروں میں دنیوی زندگی یا اس کی مثل زندہ ہیں۔

تنبیہ :

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

'أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْرَابِيًّا ، فَأَكْرَمَهٗ ، فَقَالَ لَهٗ : ائْتِنَا ، فَأَتَاهُ ،

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : سَلْ حَاجَتَكَ ، فَقَالَ : نَاقَةً نَرْكَبُهَا ، وَأَعْنُزًا يَحْلُبُهَا أَهْلِي ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : 'عَجَزْتُمْ أَنْ تَكُونُوا مِثْلَ عَجُوزِ بَنِي إِسْرَائِيلَ؟' قَالَ : 'إِنَّ مُوسٰى لَمَّا سَارَ بِبَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ مِصْرَ؛ ضَلُّوا الطَّرِيقَ ، فَقَالَ : مَا هٰذَا؟ فَقَالَ عُلَمَاؤُهُمْ : إِنَّ يُوسُفَ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ؛ أَخَذَ عَلَيْنَا مَوْثِقًا مِنَ اللّٰهِ أَنْ لَا نَخْرُجَ مِنْ مِصْرَ حَتّٰى نَنْقُلَ عِظَامَهُ مَعَنَا ، قَالَ : فَمَنْ يَعْلَمُ مَوْضِعَ قَبْرِهِ ، قَالَ : عَجُوزٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ ، فَبَعَثَ إِلَيْهَا ، فَأَتَتْهُ ، فَقَالَ : دُلِّينِي عَلٰى قَبْرِ يُوسُفَ ، قَالَتْ : حَتّٰى تُعْطِيَنِي حُكْمِي ، قَالَ : مَا حُكْمُكِ؟ قَالَتْ : أَكُونُ مَعَكَ فِي الْجَنَّةِ ، فَكَرِهَ أَنْ يُعْطِيَهَا ذٰلِكَ ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَنْ أَعْطِهَا حُكْمَهَا ، فَانْطَلَقَتْ بِهِمْ إِلٰى بُحَيْرَةٍ؛ مَوْضِعِ مُسْتَنْقَعِ مَاءٍ ، فَقَالَتْ : أَنْضِبُوا هٰذَا الْمَاءَ ، فَأَنْضَبُوا ، قَالَتِ : احْتَفِرُوا وَاسْتَخْرِجُوا عِظَامَ يُوسُفَ ، فَلَمَّا أَقَلُّوهَا إِلَى الْأَرْضِ؛ إِذَا الطَّرِيقُ مِثْلُ ضَوْءِ النَّهَارِ'

"نبی کریم ﷺ ایک دیہاتی کے پاس تشریف لائے۔اس نے آپ ﷺ کی بہت مہمان نوازی کی۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا: اسے ہمارے پاس لے کر آو۔ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے اس سے فرمایا: اپنی ضرورت کا مطالبہ کرو۔اس نے عرض کیا: ایک اونٹنی چاہیے جس پر ہم سوار ہوسکیں اور کچھ بکریوں کی ضرورت ہے جن کا دودھ میرے گھر والے دوہ لیا کریں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ اس قدر عاجز ہو گئے ہو کہ تم بنی سرائیل کی بوڑھیوں کی مانند بھی نہیں ہو سکتے ؟ جب موسیٰ (علیہ السلام) بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے روانہ ہوئے ،تو وہ لوگ راستہ بھول گئے ،موسیٰ (علیہ السلام) نے دریافت کیا: اس کی وجہ

کیا ہے؟ ان کے علما نے بتایا: یوسف (علیہ السلام) کی وفات کا وقت جب قریب آیا تھا، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم سے یہ پختہ عہد لیا تھا کہ جب ہم لوگ مصر سے نکلیں گے، تو اپنے ساتھ ان کی میت کو بھی لے کر جائیں گے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے پوچھا: ان کی قبر کی جگہ کس کو معلوم ہے؟ ایک شخص نے بتایا: ایک بوڑھی عورت جس کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے اس عورت کو بلوایا، وہ خاتون آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے اسے کہا: تم ہمیں یوسف (علیہ السلام) کی قبر بتاؤ۔ اس نے کہا: جب تک آپ مجھے میرا معاوضہ نہیں دیں گے (میں یہ کام نہیں کروں گی)۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے دریافت کیا: تمہارا معاوضہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: میں جنت میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ موسیٰ (علیہ السلام) کو یہ بات اچھی نہ لگی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی فرمائی کہ وہ جو مانگ رہی ہے، اسے دے دو۔ پھر وہ عورت ان لوگوں کو لے کر ایک چشمے پر آئی۔ عورت نے کہا: اس پانی کو خشک کرو اور یوسف علیہ السلام کا جسم نکالو۔ جب وہ یوسف (علیہ السلام) کے جسم کو اٹھا کر مصر کی طرف آئے، تو راستہ یوں دن کی روشنی کی طرح واضح تھا۔" (مسند أبي يعلى: ٧٢٥٤، تفسير ابن أبي حاتم [تفسير ابن كثير: ١٨٣/٥، ١٨٤، الشعراء: ٥٢]، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (٧٢٣) نے "صحیح" اور امام حاکم رحمہ اللہ (٤٠٤/٢، ٤٠٥) نے "امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح" کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ (٢٥٢/٢) نے اس کی سند کو "صحیح" بھی کہا ہے۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'رِجَالُ أَبِي يَعْلٰى رِجَالُ الصَّحِيحِ .'

''مسند ابویعلیٰ کے رواۃ، صحیح بخاری کے راوی ہیں۔''

(مجمع الزوائد : ۱۷۰/۱۰)

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے جسمِ مبارک کو مٹی نے نقصان پہنچایا تھا اور صرف ہڈیاں باقی رہ گئی تھیں، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں۔ اس حدیث میں عظامِ یوسف سے مراد سیدنا یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں نہیں، بلکہ جسمِ مبارک ہے۔ مجازاً بدن کو عظام کہہ دیا گیا ہے۔ ایسا عربی زبان میں عموماً ہو جاتا ہے، جیسا کہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

'إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَدَّنَ؛ قَالَ لَهُ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ : أَلَا أَتَّخِذُ لَكَ مِنْبَرًا يَا رَسُولَ اللّٰهِ يَجْمَعُ ، أَوْ يَحْمِلُ ، عِظَامَكَ؟ قَالَ : 'بَلٰى'، فَاتَّخَذَ لَهُ مِنْبَرًا مِرْقَاتَيْنِ'

''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر بھاری ہو گیا، تو سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا میں آپ کے لئے ایک منبر نہ تیار کروا دوں، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہڈیاں (یعنی جسم مبارک) رکھ سکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو سیڑھیوں والا منبر تیار کروا دیا۔''

(سنن أبي داوٗد : ۱۰۸۱، السنن الكبرٰى للبيهقي : ۱۹۵/۳، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث میں سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک کے لئے مجازاً أعظام کا لفظ استعمال کیا ہے۔

اسی لیے محدث البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'فَعَلِمْتُ مِنْهُ أَنَّهُمْ كَانُوا يُطْلِقُونَ الْعِظَامَ وَيُرِيدُونَ الْبَدَنَ كُلَّهُ، مِنْ بَابِ إِطْلَاقِ الْجُزْءِ وَإِرَادَةِ الْكُلِّ، كَقَوْلِهِ تَعَالٰى: (وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ) (الإسراء ١٧: ٧٨)، أَيْ صَلَاةَ الْفَجْرِ، فَزَالَ الْإِشْكَالُ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ.'

''مجھے اس حدیث سے یہ معلوم ہوا ہے کہ عرب لوگ لفظِ عظام بول کر پورا جسم مراد لیتے ہیں۔ یہ جز سے کل کو مراد لینے کے قبیل سے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ) (الإسراء ١٧: ٧٨) یہاں فجر کے قرآن سے مراد نمازِ فجر ہے۔ الحمد للہ اشکال زائل ہو گیا ہے۔'' (سلسلة الأحاديث الصحيحة: ٣١٣)

الحاصل:

اہل سنت والجماعت کا یہ اتفاقی عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد ہر ایک کو زندگی حاصل ہوتی ہے۔ یہ زندگی انبیائے کرام اور شہدائے عظام کے ساتھ خاص نہیں، البتہ انبیا و شہدا کی زندگی پاکیزہ، طیب اور اعلیٰ ضرور ہے۔ مومنوں کو قبر میں نعمتیں عطا ہوتی ہیں، جبکہ کافر اور فاسق عذابِ قبر سے دوچار ہوتے ہیں۔

بعض لوگ حیاتِ برزخیہ کا انکار کرتے ہیں، جبکہ بعض نبی کریم ﷺ کی برزخی حیات کو دنیوی، یعنی مادی اور بدنی زندگی کی مثل قرار دیتے ہیں۔ یہ دونوں نظریات افراط و تفریط کی پیداوار ہیں۔ یہ نظریات قرآن و حدیث سے بالکل ثابت نہیں۔ سلف صالحین میں سے کوئی ان نظریات کا حامل نہیں رہا۔ چنانچہ حیات و ممات

کی بنیاد پر تفرقہ بازی نامناسب فعل اور اہل سنت کے مسلّم عقیدہ کی مخالفت ہے۔ یہ اخروی زندگی کا معاملہ ہے جو اسلامی عقائد سے متعلق ہے۔ ایسے معاملات صرف اور صرف قرآن وحدیث اور اجماع امت پر موقوف ہیں، ان میں قیاس آرائی کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔

قرآن وسنت سے ماخوذ اعتدال پسندانہ نظریہ وعقیدہ یہ ہے کہ ہر شخص کو برزخی زندگی ملتی ہے۔ اس میں کسی کوئی کی تخصیص نہیں، البتہ یہ زندگی سراسر اخروی ہوتی ہے۔ انبیا وشہدا کی برزخی زندگی کو دنیوی یا مثلِ دنیوی قرار دینا قرآن وسنت کی مخالفت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عقائد کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین!
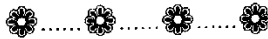
زیارتِ قبر نبوی کے متعلق روایات کا تحقیقی جائزہ

نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی فضیلت و اہمیت پر مبنی بہت سی روایات زبان زدِ عام ہیں۔ان روایات کا اصولِ محدثین کی روشنی میں تحقیقی جائزہ پیشِ خدمت ہے:

روایت نمبر ❶:

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'مَنْ زَارَ قَبْرِي ، وَجَبَتْ لَه شَفَاعَتِي'

''جو شخص میری قبر کی زیارت کرے گا،اس کے لیے میری سفارش واجب ہو جائے گی۔''

(سنن الدارقطني :۲۷۸/۲ ، ح :۲٦٦۹ ، شعب الایمان للبیهقي:۴۹۰/۳ ، ح :۵۱٦۹ ، مسند البزّار (کشف الاستار):۵۷/۲ ،ح :۱۱۹۷)

تبصرہ:

اس کی سند ضعیف ہے،اس کے بارے میں:

❶ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'فَإِنَّ فِي الْقَلْبِ مِنْهُ ، أَنَا أَبْرَأُ مِنْ عُهْدَتِهِ'

''میرے دل میں اس کے بارے میں خلش ہے۔میں اس کی ذمہ داری سے بری ہوں۔''(لسان المیزان لابن حجر :۱۳۵/٦)

نیز اس روایت کو امام صاحب نے منکر بھی قرار دیا ہے۔(ایضاً)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی ساری بحث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

'وَمَعَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ عِبَارَةِ ابْنِ خُزَيْمَةَ ، وَكَشْفِهِ عَنْ عِلَّةِ هٰذَا الْخَبَرِ ، لَا يَحْسُنُ أَنْ يُقَالَ :أَخْرَجَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ فِي صَحِيحِهِ إِلَّا مَعَ الْبَيَانِ '

''امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی عبارت گزر چکی ہے، نیز انہوں نے اس روایت کی علت بھی بیان کردی ہے، اس سب کچھ کے ہوتے ہوئے یہ کہنا درست نہیں کہ اس روایت کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ ہاں! وضاحت کرکے ایسا کہا جا سکتا ہے۔(ایضاً)

❁ حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهُوَ فِي صَحِيحِ ابْنِ خُزَيْمَةَ ، وَأَشَارَ إِلٰى تَضْعِيفِهِ ۔

''یہ روایت صحیح ابن خزیمہ میں ہے، لیکن امام صاحب نے اس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔''

(المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهرة علی الالسنة :١١٢٥)

❷ امام عُقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'فِيهَا لِينٌ' ۔ ''اس میں کمزوری ہے۔''(الضعفاء الکبیر :١٧٠/٤)

❸ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'فَهُوَ مُنْكَرٌ' ۔ ''یہ روایت منکر ہے۔''(شعب الایمان :٤٩٠/٣)

❹ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس کی سند ضعیف ہے۔''(المجموع شرح المهذب :۲۷۲/۸)

❺ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَهُوَ حَدِيثٌ مُّنْكَرٌ' ۔ ''یہ حدیث منکر ہے۔''

(تاریخ الاسلام :۲۱۲/۱۱ ، وفی نسخة :۱۱۵/۱۱)

❻ حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'وَهُوَ مَعَ هٰذَا حَدِيثٌ غَيْرُ صَحِيحٍ وَّلَا ثَابِتٍ ، بَلْ هُوَ حَدِيثٌ مُّنْكَرٌ عِنْدَ أَئِمَّةِ هٰذَا الشَّأْنِ ، ضَعِيفُ الْإِسْنَادِ عِنْدَهُمْ ، لَا يَقُومُ بِمِثْلِهٖ حُجَّةٌ ، وَّلَا يَعْتَمِدُ عَلٰى مِثْلِهٖ عِنْدَ الِاحْتِجَاجِ إِلَّا الضُّعَفَاءُ فِي هٰذَا الْعِلْمِ'

''یہ حدیث نہ صحیح ہے نہ ثابت۔ یہ تو فن حدیث کے ائمہ کے ہاں منکر اور ضعیف الاسناد روایت ہے۔ایسی روایت دلیل بننے کے لائق نہیں ہوتی۔علم حدیث میں ناپختہ کار لوگ ہی ایسی روایات کو اپنی دلیل بناتے ہیں۔''

(الصارم المنكى فى الردّ على السبكى ، ص:۳۰)

❼ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَلَا يَصِحُّ فِي هٰذَا الْبَابِ شَيْءٌ' ''اس بارے میں کچھ بھی ثابت نہیں۔''

(التلخيص الحبير :۲۶۷/۲)

نیز فرماتے ہیں:

'وَفِيهِ ضُعْفٌ' ۔ ''اس روایت میں کمزوری ہے۔''

(اتحاف المهرة :۱۲۳/۹ـ۱۲۴)

❁ اس روایت کے راوی موسیٰ بن ہلال عبدی کی توثیق ثابت نہیں۔اس کے ساتھ ساتھ محدثین کرام نے اس کو مجہول اور اس کی بیان کردہ روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

۱۔۲ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم:۸/۱۶۶)اور امام دارقطنی رحمہ اللہ (لسان المیزان لابن حجر:۶/۱۳۶) نے اسے مجہول قرار دیا ہے۔

۳۔ امام عُقَیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'لا یَصِحُّ حَدِیثُه، وَلا یُتَابَعُ عَلَیْهِ'

''اس کی حدیث صحیح نہیں اور نہ ہی اس کی موافقت ہوتی ہے۔''

(الضعفاء الکبیر :٦/١٧٠)

۴۔ اس کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ کے قول:'وَاَرْجُوا اَنَّه لا بَأْسَ بِهٖ' (اس کی روایت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں)(الکامل فی ضعفاء الرجال : ۶/۳۵۱)ذکر کرتے ہوئے حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'فَالْحَقُّ فِیهِ اَنَّه لَمْ تَثْبُتْ عَدَالَتُه'

''حق بات یہ ہے کہ اس راوی کی عدالت ثابت نہیں ہوئی۔''

(بیان الوهم والایهام فی کتاب الاحکام :٤/٣٢٢)

حافظ ابن قطان رحمہ اللہ کی یہ بات بالکل درست ہے۔امام ابن عدی رحمہ اللہ کے اس قول سے موسیٰ بن ہلال عبدی کی توثیق ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ جعفر بن میمون نامی راوی کے بارے میں امام صاحب فرماتے ہیں:

وَاَرْجُوا اَنَّه لا بَأْسَ بِهٖ، وَیُکْتَبُ حَدِیثُه فِی الضُّعَفَاءِ

"مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کی حدیث ضعیف راویوں میں لکھی جائے گی۔" (الکامل :۲/۱۳۸، وفی نسخة :۵٦۲)

یعنی امام ابن عدی رحمہ اللہ ضعیف راویوں کے بارے میں بھی یہ الفاظ بول دیتے ہیں۔ ان کی مراد شاید یہ ہوتی ہے کہ یہ راوی جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا تھا۔

ہماری بات کی تائید علامہ عبدالرحمٰن بن یحییٰ معلمی رحمہ اللہ (۱۳۸٦-۱۳۱۳ھ) کے ایک قول سے بھی ہوتی ہے۔ یوسف بن محمد بن منکدر کے بارے میں بھی امام ابن عدی رحمہ اللہ نے بالکل یہی الفاظ کہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ یمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'هٰذِهِ الْكَلِمَةُ رَأَيْتُ ابْنَ عَدِيٍّ يُطْلِقُهَا فِي مَوَاضِعَ تَقْتَضِي أَنْ يَكُونَ مَقْصُودُهُ: أَرْجُوا أَنَّه لا يَتَعَمَّدُ الْكَذِبَ، وَهٰذَا مِنْهَا، لِأَنَّه قَالَهَا بَعْدَ أَنْ سَاقَ أَحَادِيثَ يُوسُفَ، وَعَامَّتُهَا لَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهَا'

"میں نے کئی ایسے مقامات پر امام ابن عدی رحمہ اللہ کی طرف سے اس کلمے کا اطلاق دیکھا ہے، جہاں ان کے قول کا مقصود یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ راوی جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا۔ یہاں بھی یہی معاملہ ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یوسف (بن محمد بن منکدر) کی بیان کردہ روایات ذکر کرنے کے بعد امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ایسا کہا ہے اوران میں سے اکثر روایات منکر ہیں۔" (التعلیق علی الفوائد المجموعة، ص :۵۱)

ثابت ہوا کہ موسیٰ بن ہلال کو واضح طور پر کسی متقدم امام نے ثقہ قرار نہیں دیا۔ اس کی حدیث ضعیف اور منکر ہوتی ہے، جیسا کہ ائمہ کی تصریحات بیان ہو چکی ہیں۔ لہٰذا حافظ ذہبی رحمہ اللہ (میزان الاعتدال :۴/۲۲۵) کا اسے صالح الحدیث کہنا

ان کا علمی تسامح ہے، یہ بات درست نہیں، ہم نقل کر چکے ہیں کہ خود حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو منکر بھی قرار دیا ہے، اس لیے حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے اس تسامح کو اس حدیث کی صحت کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ متقدمین ائمہ حدیث میں سے کسی نے اس حدیث کو صحیح قرار نہیں دیا، اعتبار محدثین ہی کی بات کا ہے۔

روایت نمبر 2:

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'مَنْ جَاءَ نِي زَائِرًا لَّا يَعْلَمُه حَاجَةٌ إِلَّا زِيَارَتِي ، كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُونَ لَه شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ '

''جو شخص صرف میری زیارت کی خاطر میرے پاس آئے گا، مجھ پر روزِ قیامت اس کی سفارش کرنا واجب ہو جائے گا۔''

(المعجم الكبير للطبراني :٢٩١/١٢ ، ح :١٣١٤٩ ، المعجم الاوسط للطبراني :٤٥٤٣ ، الخلعيات للخلعي :٥٢ ، المعجم لابن المقرى :١٥٨ ، تاريخ اصبهان لابى نعيم الاصبهانى :١٩٠/٢ ، الدرّة الثمينة فى اخبار المدينة لابن النجّار :١٥٥)

تبصرہ:

اس کی سند ضعیف ہے، اس کا راوی مسلمہ بن سالم جہنی (مسلم بن سالم جہنی) مجہول اور ضعیف ہے۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ (مجمع الزوائد:٢/٢) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تقریب التہذیب :٦٦٢٨) نے اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے، حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ

(الصارم المنکی ،ص:٣٦) نے اسے موسیٰ بن ہلال عبدی کی طرح کا مجہول الحال کہا ہے۔اس کی کوئی توثیق ثابت نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس سند کو "ضعیف" قرار دیا ہے۔

(المجموع شرح المهذّب :٢٧٢/٨)

لہٰذا حافظ عراقی رحمہ اللہ (تخریج احادیث الاحیاء:٣٠٦/١) کا اس کے بارے میں (وَصَحَّحَهُ ابْنُ السَّكَنِ) کہنا اس کی صحت کے لیے مفید نہیں۔

حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'إِنَّه حَدِيثٌ ضَعِيفُ الْإِسْنَادِ ، لَا يَصْلُحُ الِاحْتِجَاجُ بِهِ ، وَلَا يَجُوزُ الِاعْتِمَادُ عَلَى مِثْلِهِ'

"اس حدیث کی سند ضعیف ہے،اسے دلیل بنانا اور اس جیسی روایت پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔" (الصارم المنكى فى الردّ على السبكى ، ص:٣٦)

پھر اگر اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ ﷺ کی زیارت ہے، نہ کہ وفات کے بعد قبر مبارک کی زیارت۔

روایت نمبر ③:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'مَنْ زَارَنِي فِي مَمَاتِي ، كَانَ كَمَنْ زَارَنِي فِي حَيَاتِي ، وَمَنْ زَارَنِي حَتّٰى يَنْتَهِيَ إِلَى قَبْرِي ، كُنْتُ لَه شَهِيدًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ ، اَوْ قَالَ : شَفِيعًا'

"جو شخص میری موت کے بعد میری زیارت کرے گا،اس نے گویا زندگی میں میری زیارت

کی اور جو شخص میری زیارت کو آئے حتی کہ میری قبر تک پہنچ جائے، اس کے لیے میں روزِ قیامت گواہی دوں گا۔ یا فرمایا: سفارش کروں گا۔"

(الضعفاء الکبیر للعقیلی :٣/٤٥٧)

تبصرہ :

اس کی سند سخت ضعیف اور منکر ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (٦٧٣۔٧٤٨ھ) فرماتے ہیں:

'هٰذَا مَوْضُوعٌ'۔ "یہ خود ساختہ روایت ہے۔"

(میزان الاعتدال :٣/٣٤٩، ت :٦٧٠٩)

امام عقیلی رحمہ اللہ نے اسے غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

(الضعفاء الکبیر :٣/٤٥٧)

اس کا راوی فضالہ بن سعید بن زمیل ماربی ضعیف ہے۔ کسی نے اسے ثقہ نہیں کہا۔ البتہ اس کے بارے میں امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَحَدِيثُهٗ غَيْرُ مَحْفُوظٍ، وَلَا يُعْرَفُ إِلَّا بِهٖ'

"اس کی حدیث شاذ ہے اور اس سے یہی ایک روایت مشہور ہے۔"

(الضعفاء الکبیر :٣/٤٥٧)

حافظ ابو نعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'رَوَى الْمَنَاكِيرَ، لَا شَيْءَ'

"اس نے منکر روایات بیان کی ہیں، یہ ناقابل التفات ہے۔"

(لسان المیزان لابن حجر :٤/٤٣٦)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے (وَاہٍ)، یعنی ''ضعیف'' کہا ہے۔

(المغنی فی الضعفاء :۲/۵۱۰)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تلخیصِ حبیر :۲/۲٦۷)اور حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (البدرالمنیر :۴/۲۵۵) نے بھی اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

فائدہ :

محمد بن یحیٰی بن قیس ماربی راوی کو امام دارقطنی رحمہ اللہ (سوالات البرقانی: ۴٦۴) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات:۹/ ۴۵) نے ثقہ قرار دیا ہے، لیکن امام ابن عدی رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

'مُنْكَرُ الْحَدِيثِ ، اَحَادِيثُه مُظْلِمَةٌ مُنْكَرَةٌ'

''یہ منکر الحدیث راوی ہے، اس کی بیان کردہ روایات سخت ضعیف اور منکر ہیں۔'' (الکامل فی ضعفاء الرجال :٦/۲۲۳۹ ، وفی نسخة :٦/۲۳٤)

یعنی یہ باوجود ثقہ ہونے کے منکر روایات بیان کرتا تھا۔ یہ روایت بھی اس کی مناکیر میں سے ہے۔

روایت نمبر ④:

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'مَنْ زَارَنِی بِالْمَدِینَةِ مُحْتَسِبًا ، کُنْتُ لَه شَفِیعًا وَّشَهِیدًا یَّوْمَ الْقِیَامَةِ'

''جو شخص مدینہ منورہ آکر ثواب کی نیت سے میری زیارت کرے گا، میں قیامت کے دن اس کی سفارش کروں گا اور اس کے حق میں گواہی بھی دوں گا۔''

(تاریخ جرجان لحمزة بن یوسف السهمی ، ص :٤٣ ، کتاب

القبور لابن ابی الدنیا کما فی التلخیص الحبیر لابن حجر : ۲/۲۶۵،
شعب الایمان للبیهقی :۳/۴۸۸)

تبصرہ :

اس کی سند ضعیف ہے، کیونکہ:

1۔ اس کا راوی ابو مثنی کعبی (سلیمان بن یزید) ضعیف ہے۔اس کے بارے میں امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، لَيْسَ بِقَوِيّ'' یہ منکر الحدیث اور ضعیف راوی ہے۔''

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم :۴/۱۴۹)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(العلل الواردة فی الاحادیث النبویّة :۳۸۲۳)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'يُخَالِفُ الثِّقَاتَ فِي الرِّوَايَاتِ، لَا يَجُوزُ الِاحْتِجَاجُ بِهٖ، وَلَا الرِّوَايَةُ عَنْهُ، إِلَّا لِلاعْتِبَارِ'

''یہ روایات میں ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہے۔نہ اس کی روایات سے دلیل لینا جائز ہے، نہ اس کی روایات کو بیان کرنا۔ ہاں، صرف متابعات وشواہد میں اس کی روایات کو بیان کیا جا سکتا ہے۔''(کتاب المجروحین :۳/۱۵۱)

اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اسے اپنی کتاب (الثقات ۶/ ۳۹۵) میں بھی ذکر کر دیا ہے۔اصولی طور پر ان کا جمہور کے موافق جرح والا قول لے لیا جائے گا۔

رہا امام ترمذی رحمہ اللہ (الجامع:۱۴۹۳) کا اس کی ایک حدیث کو ''حسن'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (المستدرک:۲۲۲/۴) کا صحیح الاسناد قرار دینا، تو وہ اس کی ثقاہت پر دلیل نہیں بن سکتا، کیونکہ امام ترمذی رحمہ اللہ کا کسی حدیث کو ''حسن'' کہنا ان کی ایک خاص اصطلاح ہے، جس کا اطلاق انہوں نے بہت سے مقامات پر ضعیف سند والی روایات پر بھی کیا ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ کا مذکورہ حکم ان کے تساہل پر مبنی ہے۔

الغرض ابومثنی جمہور محدثین کرام کے نزدیک ضعیف ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔ (تقریب التهذيب :٣٨٤٠)

2 یہ ابومثنی راوی تبع تابعی ہے۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس کی ملاقات ہی ثابت نہیں۔ یوں اس کی سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت منقطع بھی ہے۔

فائدہ :

اس روایت کی ایک سند مسند اسحاق بن راہویہ میں بھی ہے، لیکن وہ ایک شیخ مبہم کی وجہ سے ضعیف ہے۔

روایت نمبر 5 :

'قَالَ يَحْيَى بْنُ الْحَسَنِ بْنِ جَعْفَرٍ فِي اَخْبَارِ الْمَدِينَةِ : ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ : ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ رَجُلٍ ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : مَنْ اَتَى الْمَدِينَةَ زَائِرًا لِي ، وَجَبَتْ لَه شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَمَنْ مَّاتَ فِي اَحَدِ الْحَرَمَيْنِ ، بُعِثَ آمِنًا'

''عبداللہ بن وہب ایک آدمی کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ بکر بن عبداللہ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا: جو شخص میری زیارت کے لیے مدینہ آئے گا، اس

کے لیے روز قیامت میری شفاعت واجب ہو جائے گی اور جو شخص حرمین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوگا، وہ امن کی حالت میں اٹھایا جائے گا۔“

(شفاء السقام للسبکی، ص:٤٠)

تبصرہ:

یہ باطل روایت ہے، کیونکہ:

1۔ اس میں رجل مبہم ہے۔اس کی دیانت وامانت اور حافظہ تو درکنار، اس کا نام بھی معلوم نہیں۔

2۔ بکر بن عبداللہ کون ہے؟ اس کا تعارف، تعیین اور توثیق مطلوب ہے۔یہ کوئی تابعی ہے یا تبع تابعی، نبی اکرم ﷺ سے ڈائریکٹ اس کی روایت مرسل اور منقطع ہے۔

3۔ اس میں عبداللہ بن وہب مصری کی تدلیس بھی موجود ہے۔انہوں نے نہ اپنے استاذ کا نام لیا ہے نہ اس سے سماع کی صراحت کی ہے۔

محسوس یوں ہوتا ہے کہ یہ اسی نامعلوم شخص کی کارروائی ہے۔

علامہ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ (۷۴۴۔۷۰۵ھ) اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

’وَھُوَ حَدِیثٌ بَاطِلٌ، لَا أَصْلَ لَہٗ، وَخَبَرٌ مُعْضَلٌ، لَا یُعْتَمَدُ عَلٰی مِثْلِہٖ، وَھُوَ مِنْ أَضْعَفِ الْمَرَاسِیلِ وَأَوْھَی الْمُنْقَطِعَاتِ‘

”یہ باطل، بے اصل اور سخت منقطع روایت ہے،ایسی روایات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔یہ عام مرسل اور منقطع روایات سے بھی گئی گزری روایت ہے۔“

(الصارم المنکی ، ص:۲۴۳)

پھر اس روایت میں نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہونے کا کوئی ذکر نہیں۔اس کا تعلق تو آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے ساتھ تھا۔یا اس سے مراد خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہے۔

روایت نمبر ⑥:

سیّدنا حاطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

'مَنْ زَارَنِی بَعْدَ مَوْتِی ، فَكَأَنَّمَا زَارَنِی فِی حَيَاتِی ، وَمَنْ مَاتَ بِأَحَدِ الْحَرَمَيْنِ ، بُعِثَ آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ'

''جس شخص نے وفات کے بعد میری زیارت کی، اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی اور جو شخص حرمین میں سے کسی ایک میں فوت ہوگا، قیامت کے روز امن کی حالت میں اٹھایا جائے گا۔''(سنن الدارقطنی :۲۷۷/۲ ، شعب الایمان للبیهقی :۴۸۸/۳)

تبصرہ:

اس کی سند ضعیف ہے۔

حافظ عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ نے اسے معلول قرار دیا ہے۔

(الفتح السماوی فی تخریج احادیث القاضی البیضاوی :۳۸۱/۱)

اس روایت میں دو علتیں ہیں:

1 ہارون ابوقزعہ راوی منکر الحدیث ہے،امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ'' اس کی موافقت نہیں ہوتی۔''

(الضعفاء الکبیر للعقیلی :۳۶۲/۴ ، وسندہٗ صحیحٌ)

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَهَارُونُ اَبُو قَزْعَةَ لَمْ يُنْسَبْ ، وَإِنَّمَا رَوَى الشَّيْءَ الْيَسِيرَ الَّذِي اَشَارَ إِلَيْهِ الْبُخَارِيُّ'

''ہارون ابو قزعہ غیر منسوب راوی ہے۔اس نے بہت تھوڑی روایات بیان کی ہیں، جن (کے منکر ہونے) کی طرف امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہے۔''(الکامل فی ضعفاء الرجال :۱۲۸/۷)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَقَدْ ضَعَّفَهُ يَعْقُوبُ بْنُ شَيْبَةَ ، وَذَكَرَهُ الْعُقَيْلِيُّ وَالسَّاجِيُّ وَابْنُ الْجَارُودِ فِي الضُّعَفَاءِ'

''اسے امام یعقوب بن شیبہ رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور امام عقیلی، امام ساجی اور امام ابن جارود رحمۃ اللہ علیہم نے ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔''(لسان المیزان :۱۸۱/۶)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے الثقات (۵۸۰/۷) میں ذکر کیا ہے جو کہ ان کا تساہل ہے۔بات وہی ہے جو جمہور محدثین نے فرمائی ہے۔

2۔ رجل من آلِ حاطب مجہول ومبہم ہے،اسی لیے تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَفِي إِسْنَادِهِ الرَّجُلُ الْمَجْهُولُ ''اس کی سند میں مجہول راوی ہے۔''

(التلخيص الحبير :۲۶۶/۲)

لہٰذا اس روایت کے باطل ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

روایت نمبر 7:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'مَنْ زَارَ قَبْرِی اَوْ قَالَ: مَنْ زَارَنِی کُنْتُ لَه شَفِیعًا اَو شَهِیدًا، وَمَنْ مَاتَ فِی اَحَدِ الْحَرَمَیْنِ، بَعَثَ اللّٰهُ مِنَ الْآمِنِینَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ'

''جو شخص میری قبر کی زیارت کرے گا، میں اس کے لیے سفارشی یا گواہ بنوں گا اور جو حرمین میں سے کسی حرم میں فوت ہوگا، اسے روز قیامت اللہ تعالیٰ امن والوں میں اٹھائے گا۔''

(مسند الطیالسی (منحة المعبود :۱/۲۲۸)، السنن الکبریٰ للبیهقی :۵/۲۴۵، شعب الایمان للبیهقی :۳/۴۸۸)

تبصرہ:

اس کی سند باطل ہے، کیونکہ:

1۔ سوار بن میمون راوی کا کتبِ رجال میں کوئی ذکر نہیں مل سکا۔

2۔ رجل من آلِ عمر مجہول ہے۔

اسی لیے اس روایت کی سند کے بارے میں امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَهٰذَا إِسْنَادٌ مَجْهُولٌ' ''اس کی سند مجہول راویوں پر مشتمل ہے۔''

(السنن الکبریٰ :۵/۲۴۵)

حافظ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'فِی إِسْنَادِهٖ نَظَرٌ' ''اس کی سند میں نکارت ہے۔''

(البدر المنیر لابن الملقن :۶/۲۹۸)

فائدہ :

شعب الایمان للبیہقی (۴/۴۸۹) میں یہ روایت یوں ہے:

'........ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَوَّارِ بْنِ مَيْمُونٍ : حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ قَزَعَةَ ، عَنْ رَجُلٍ مِّنْ آلِ الْخَطَّابِ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ زَارَنِي مُتَعَمِّدًا ، كَانَ فِي جِوَارِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَمَنْ سَكَنَ الْمَدِينَةَ وَصَبَرَ عَلَى بَلَائِهَا ، كُنْتُ لَهُ شَهِيدًا وَّشَفِيعًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَمَنْ مَّاتَ فِي أَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللّٰهُ مِنَ الْآمِنِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ'

''جو شخص قصداً میری زیارت کرے گا، وہ روز قیامت میرے پڑوس میں ہو گا۔ جو شخص مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کرے گا اور وہاں کی تکالیف پر صبر کرے گا، میں قیامت کے دن اس کے لیے گواہی دوں گا اور سفارش کروں گا اور جو شخص حرمین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہو گا، اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز امن والوں میں سے اٹھائیں گے۔''

اس کی سند بھی باطل ہے، کیونکہ:

1۔ اس میں وہی سوار بن میمون مجہول موجود ہے، جس کا ذکر ابھی ہوا ہے۔

2۔ اس میں ہارون بن قزعہ بھی ہے، جس کے بارے میں بتایا جا چکا ہے کہ وہ جمہور محدثین کرام کے نزدیک ضعیف ہے۔

3۔ رجل من آلِ الخطاب مجہول اور مبہم ہے۔

اس کے بارے میں امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَالرِّوَايَةُ فِي هٰذَا لَيِّنَةٌ'۔ ''اس کے بارے میں روایت کمزور ہے۔''

(الضعفاء الكبير :٣٦٢/٤)

روایت نمبر 8:

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

'مَنْ حَجَّ، فَزَارَ قَبْرِي بَعْدَ مَوْتِي، كَانَ كَمَنْ زَارَنِي فِي حَيَاتِي'

''جو شخص میری وفات کے بعد حج کرے، پھر میری قبر کی زیارت کرے، گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔''

(المعجم الکبیر للطبرانی: ٤٠٦/١٢، سنن الدارقطنی: ٢٧٨/٢، الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ٧٩٠/٢، السنن الکبریٰ للبیہقی: ٢٤٦/٥، اخبار مکۃ للفاکھی: ٤٣٧/١، مسند ابی یعلی کما فی المطالب العالیۃ لابن حجر: ٣٧٢/١)

تبصرہ:

یہ سخت ترین ضعیف روایت ہے، کیونکہ:

1۔ حفص بن سلیمان قاری راوی متروک الحدیث ہے۔

(تقریب التہذیب لابن حجر: ١٤٠٤)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ' ''اسے جمہور محدثین کرام نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مجمع الزوائد: ١٦٣/١٠)

حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'فَقَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ' ''اسے جمہور اہل علم نے ضعیف کہا ہے۔''

(القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع، ص: ١٢٠)

2 لیث بن ابو سلیم راوی جمہور محدثین کرام کے نزدیک ضعیف ہے۔

حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'فَضَعَّفَهُ الْجَمَاهِيرُ' ''اسے جمہور محدثین کرام نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(شرح صحیح مسلم :۵۲/۱)

حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ' ''اسے جمہور محدثین کرام نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(تخریج احادیث الاحیاء:۱۸۱۷)

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'وَضَعَّفَهُ الْاَكْثَرُ' ''اسے جمہور اہل علم نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مجمع الزوائد :۹۰/۱، ۹۱۔ ۱۷۸/۲)

حافظ بوصیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ' ''اسے جمہور محدثین کرام نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(زوائد ابن ماجہ :۵٤۲)

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'ضَعِيفٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ' ''یہ راوی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(البدر المنیر :۱۰٤/۲، ۲۲۷/۷، تحفۃ المحتاج :٤۸/۲)

علامہ ابوالحسن سندھی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'وَفِي الزَّوَائِدِ :لَيْثُ ابْنُ اَبِي سُلَيْمٍ، ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ'

''زوائد میں ہے کہ لیث بن ابوسلیم راوی کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(حاشیۃ السندی علی ابن ماجہ :۱۸۹۱)

فائدہ (۱)

معجم کبیر طبرانی (۴۰۶/۱۲) اور معجم اوسط طبرانی (۲۰۱/۱) میں حفص بن سلیمان کی متابعت عائشہ بنت سعد نے کر رکھی ہے۔

لیکن اس کے بارے میں حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَفِيهِ عَائِشَةُ بِنْتُ سَعْدٍ، وَلَمْ أَجِدْ مَنْ تَرْجَمَهَا'

''اس سند میں عائشہ بنت سعد ہے۔ مجھے کتب رجال میں کہیں اس کے حالات نہیں ملے۔'' (مجمع الزوائد: ۴/۲)

اسی طرح اس سند میں علی بن حسن بن ہارون انصاری اور لیث بن بنت لیث بن ابو سلیم کے حالات زندگی بھی نہیں مل سکے۔ اس میں چوتھی علت یہ ہے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ کے استاذ احمد بن رشدین ضعیف ہیں۔ بنابریں یہ متابعت بے کار اور بے فائدہ ہے۔

فائدہ: (ب)

شفاء السقام سبکی (ص: ۲۷) میں حفص بن سلیمان قاری کی متابعت جعفر بن سلیمان ضبعی نے کی ہے لیکن وہ بھی بے سود اور غیر مفید ہے، کیونکہ اس کی سند میں ابو بکر محمد بن سری بن عثمان تمار موجود ہے جس کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

'يَرْوِي الْمَنَاكِيرَ وَالْبَلَايَا، لَيْسَ بِشَيْءٍ'

''یہ منکر اور جھوٹی روایات بیان کرتا ہے۔ یوں یہ ناقابل التفات راوی ہے۔''

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال: ۵۵۹/۳)

اس میں دوسری علت یہ ہے کہ نصر بن شعیب راوی ضعیف ہے۔

تنبیہ:

سبکی کی شفاء السقام (ص: ۲۷) میں ابو الیمن ابن عساکر کے حوالے سے لکھا ہے کہ مذکورہ سند میں جعفر بن سلیمان نہیں بلکہ حفص بن سلیمان راوی ابو عمر اسدی

غافری قاری ہے، اسے جعفر قرار دینا وہم اور تصحیف ہے۔

(اتّحاف الزائر وإطراف المقيم للسائر، ص:۲۹)

یہ راوی جو بھی ہو، سند بہر حال ضعیف ہے۔

روایت نمبر ۹:

'أَخْرَجه أَبُو الْفَتْحِ الْـأَزْدِيُّ فِي فَوَائِدِهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا النُّعْمَانُ بْنُ هَارُونَ بْنِ أَبِي الدِّلْهَاثِ: ثَنَا أَبُو سَهْلٍ بَدْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمِصِّيصِيُّ: ثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُثْمَانَ الزِّيَادِيُّ: ثَنَا عَمَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنِي خَالِي سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَجَّ حَجَّةَ الْإِسْلَامِ، وَزَارَ قَبْرِي، وَغَزَا غَزْوَةً، وَصَلّٰى فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ، لَمْ يَسْأَلْهُ اللّٰهُ عَمَّا افْتَرَضَ عَلَيْهِ'

''سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اسلام کی حالت میں حج کرے، میری قبر کی زیارت کرے، اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور بیت المقدس میں نماز پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس سے فرائض کے بارے میں سوال نہیں کرے گا۔'' (شفاء السقام للسبكي، ص:٣٤، لسان الميزان لابن حجر:٤/٢)

شفاء السقام میں راوی حدیث سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بجائے سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں، یہ تصحیف ہے، درست بات وہی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے۔

دیکھیں: (لسان الميزان لابن حجر:٤/٢، القول البديع للسخاوي:١٣٥، وغيرهما)

تبصرہ:

یہ جھوٹی روایت ہے، کیونکہ:

۱۔ صاحبِ کتاب ابوالفتح ازدی خود ضعیف اور متکلم فیہ راوی ہے۔ اس کے بارے میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۰۔۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

’وَضَعَّفَه كَثِيرٌ مِّنَ الْحُفَّاظِ مِنْ اَهْلِ زَمَانِهٖ، وَاتَّهَمَه بَعْضُهُمْ بِوَضْعِ حَدِيثٍ رَوَاهُ ------‘

’’اسے اس کے بہت سے ہم عصر حفاظِ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے اور بعض نے تو اس پر ایک حدیث گھڑنے کا الزام بھی لگایا ہے۔‘‘(البداية والنهاية :۳۰۳/۱۱، وفی نسخة :۳٤٤/۱۱)

ابونجیب عبدالغفار بن عبدالواحد ارموی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

’رَاَيْتُ اَهْلَ الْمَوْصِلِ يُوهِنُونَ اَبَا الْفَتْحِ الْاَزْدِيَّ جِدًّا، وَلَا يَعُدُّونَه شَيْئًا‘ ’’میں نے موصل کے اہل علم کو دیکھا ہے کہ وہ ابوالفتح ازدی کو بہت زیادہ ضعیف اور ناقابل التفات قرار دیتے تھے۔‘‘(تاريخ بغداد للخطيب :۲٤٤/۲)

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوبکر برقانی رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں پوچھا:

’فَاَشَارَ اِلٰى اَنَّه كَانَ ضَعِيفًا، وَقَالَ: رَاَيْتُه فِي جَامِعِ الْمَدِينَةِ، وَاَصْحَابُ الْحَدِيثِ لَا يَرْفَعُونَ بِه رَاْسًا، وَيَتَجَنَّبُونَه‘

’’انہوں نے اس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: میں نے اسے بغداد کی مسجد میں دیکھا۔ محدثین اس کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے تھے، بلکہ اس سے اجتناب کرتے تھے۔‘‘(تاريخ بغداد :۲٤٤/۲)

خود امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’وَفِي حَدِيثِهٖ غَرَائِبُ وَمَنَاكِيرُ‘

اس کی بیان کردہ احادیث میں غریب اور منکر روایات ہیں۔

(تاریخ بغداد :٢٤٤/٢)

امام خطیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے بارے میں محمد بن جعفر بن علان رحمہ اللہ سے پوچھا تو:

'فَذَكَرَه بِالْحِفْظِ ، وَحُسْنِ الْمَعْرِفَةِ بِالْحَدِيثِ ، وَاَثْنٰى عَلَيْهِ'

انہوں نے اسے ضبط اور حدیث کی اچھی معرفت سے متصف کیا اور اس کی تعریف کی۔(ایضاً)۔"

بہر حال حافظ محمد بن حسین بن احمد بن حسین ابو الفتح ازدی موصلی کو محدثین نے صراحتاً ضعیف قرار دیا ہے، اس کے برعکس اس کے متعلق کوئی واضح توثیق ثابت نہیں۔

2 ابو سہل بدر بن عبداللہ مصیصی کے بارے میں سبکی کہتے ہیں:

'مَا عَلِمْتُ مِنْ حَالِهٖ شَيْئًا' "مجھے اس کے حالات کا کچھ علم نہیں۔"

(شفاء السقام، ص :٣٤-٣٥)

3 اس میں ابراہیم نخعی کی تدلیس بھی ہے۔

اس روایت کے بارے میں حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'فِی ثُبُوتِهٖ نَظَرٌ' "اس کا ثبوت محل نظر ہے۔"(القول البدیع، ص :١٣٥)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے باطل اور جھوٹی قرار دیا ہے۔(میزان الاعتدال :٣٠٠/١)

ابن عراق کنانی رحمہ اللہ نے بھی اسے باطل کہا ہے۔(تنزیہ الشریعة :١٧٥/٢)

حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'هٰذَا الْحَدِيثُ مَوْضُوعٌ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَا شَكٍّ

وَلَا رَيْبَ عِنْدَ اَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِالْحَدِيثِ'

''حدیث کی معرفت رکھنے والے اہل علم کے نزدیک اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ یہ حدیث خود گھڑ کر رسول اللہ ﷺ کے ذمے لگائی گئی ہے۔''

(الصارم المنكي في الردّ على السبكي، ص:١٦٩)

روایت نمبر ⑩:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

'مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ، وَلَمْ يَزُرْنِي، فَقَدْ جَفَانِي'

''جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی، اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: ٢٤٨٠/٧، وفي نسخة: ١٤/٧، المجروحين لابن حبان: ٧٣/٣، غرائب مالك للدارقطني كما في شفاء السقام، ص:٢٨، تاريخ جرجان للسهمي، ص:٢١٧)

تبصرہ:

یہ جھوٹی روایت ہے، کیونکہ:

1۔ اس میں محمد بن محمد بن نعمان راوی ضعیف ہے۔جیسا کہ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'قَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ: الطَّعْنُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ'

''امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں خرابی محمد بن محمد بن نعمان کی وجہ سے ہے۔'' (الموضوعات: ٢١٧/٢)

محمد بن محمد بن نعمان راوی متروک ہے۔ (تقريب التهذيب لابن حجر: ٦٢٧٥)

2۔ نعمان بن شبل باہلی بصری راوی بھی متروک ہے۔ اس کے بارے میں امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'یَأْتِی عَنِ الثِّقَات بالطامات وَعَنِ الْأَثْبَات بالمقلوبات'

''یہ ثقہ راویوں کے ذمے جھوٹی اور حفظ وضبط والے راویوں کے ذمے مقلوب روایات لگاتا ہے۔'' (کتاب المجروحین: ۷۳/۳)

فائدہ 1:

اس راوی کے بارے میں موسیٰ بن ہارون حمال کہتے ہیں:

'کَانَ مُتَّهَمًا' ''اس (نعمان بن شبل) پر حدیث گھڑنے کا الزام تھا۔''

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ۱٤/۷)

لیکن اس قول کی سند کے راوی ابراہیم بن محمد بن عیسیٰ کی توثیق نہیں مل سکی۔

2 عمران بن موسیٰ دجاجی کہتے ہیں:

'وَكَانَ ثِقَةً' ''یہ (نعمان بن شبل) ثقہ راوی تھا۔''

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ۱٤/۷)

لیکن یہ قول بھی جھوٹا ہے، اس کی سند میں صالح بن احمد بن ابو مقاتل قیراطی راوی ہے، جس کو امام دارقطنی رحمہ اللہ نے متروک کہا ہے۔

(سوالات الحاکم للدارقطنی: ۱۱۳)

خود امام ابن عدی رحمہ اللہ اس کے بارے میں کہتے ہیں:

'تَجَسَّرَ عَلَى رَفْعِ أَحَادِيثَ مَوْقُوفَةٍ، وَعَلَى وَصْلِ أَحَادِيثَ مُرْسَلَةٍ، وَعَلَى أَحَادِيثَ يَسْرِقُهَا مِنْ قَوْمٍ، حَتَّى لَا يَفُوتُهُ شَيْءٌ'

''اس نے موقوف احادیث کو مرفوع اور مرسل احادیث کو موصول بنانے کی جسارت کی، نیز اس نے بہت سی احادیث لوگوں سے چوری کیں، حتی کہ اس سے کوئی چیز رہ نہ گئی۔'' (الکامل فی ضعفاء الرجال :٧٤/٤)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (٦٧٣۔٧٤٨ھ) فرماتے ہیں:

'ھٰذَا مَوْضُوعٌ' ''یہ من گھڑت روایت ہے۔'' (میزان الاعتدال :٢٦٥/٤)

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے اسے ''ضعیف'' کہا ہے۔ (البدر المنیر :٢٩٩/٦)

حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے اسے 'لَا یَصِحُّ' (غیر صحیح) کہا ہے۔ (المقاصد الحسنۃ :١١٧٨)

یہ حافظ سخاوی اور حافظ ابن ملقن کا تساہل ہے کہ اس روایت کو صرف ضعیف اور غیر صحیح کہا ہے، ورنہ اس طرح کے راویوں کی روایت موضوع (من گھڑت) درجے سے کم نہیں ہوتی۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اسے صنعانی، زرکشی اور ابن الجوزی نے موضوع (من گھڑت) قرار دیا ہے۔ (الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ :٣٤)

اسی طرح ابن طاہر ہندی رحمہ اللہ (تذکرۃ الموضوعات :٧٦) اور ابن عراق کنانی رحمہ اللہ (تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ :١٧٢/٢) نے اسے من گھڑت قرار دیا ہے۔

روایت نمبر⑪:

'اَخْرَجَ اَبُو الْحَسَنِ یَحْیَی بْنُ الْحَسَنِ ابْنِ جَعْفَرٍ فِی (اَخْبَارِ الْمَدِینَۃِ) مِنْ

حَدِيثِ النُّعْمَانِ بْنِ شِبْلٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ جَابِرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ زَارَ قَبْرِي بَعْدَ مَوْتِي، فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي، وَمَنْ لَّمْ يَزُرْنِي، فَقَدْ جَفَانِي'

''سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی، اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری زیارت نہ کی، اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔''

(شفاء السقام للسبکی، ص:۳۹)

تبصرہ:

یہ جھوٹی سند ہے، کیونکہ:

1۔ اس میں وہی نعمان بن شبل متروک راوی موجود ہے جس کا تذکرہ ابھی ابھی ہوا ہے۔

2۔ محمد بن فضل بن عطیہ عبسی، کوفی راوی کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'كَذَّبُوهُ' ''محدثین نے اسے جھوٹا کہا ہے۔'' (تقریب التھذیب:٦٢٢٥)

3 جابر بن یزید جعفی مشہور رافضی ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'ضَعِيفٌ رَافِضِيٌّ' ''یہ ضعیف رافضی راوی ہے۔'' (تقریب التھذیب:۸۷۸)

حافظ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'وَالْجُعْفِيُّ مُتَّفَقٌ عَلَى ضَعْفِهِ، وَتَرْكِ حَدِيثِهِ'

''جابر جعفی کے ضعیف اور متروک الحدیث ہونے پر (جمہور) محدثین کرام کا اتفاق ہے۔'' (خلاصة الاحکام :684/2)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ' ''اسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(طبقات المدلّسین :۵۳)

معلوم ہوا کہ یہ روایت جھوٹ کا پلندہ اور رافضیوں کی کارروائی ہے۔

4 محمد بن علی ابو جعفر محمد باقر کی روایت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقطع ہوتی ہے۔

روایت نمبر ⓬:

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

'مَنْ زَارَ قَبْرِی حَلَّتْ لَه شَفَاعَتِی'

''جو شخص میری قبر کی زیارت کرے گا، اس کے لیے میری سفارش واجب ہو جائے گی۔'' (مسند البزّار (کشف الاستار):۲/۵۷، ح :۱۱۹۸)

تبصرہ:

یہ سفید جھوٹ ہے، کیونکہ:

1 اس کے راوی عبداللہ بن ابراہیم غفاری کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'مَتْرُوكٌ، وَنَسَبَهُ ابْنُ حِبَّانَ إِلَى الْوَضْعِ'

''یہ متروک راوی ہے۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس پر حدیث گھڑنے کا الزام لگایا ہے۔'' (تقریب التهذیب :۳۱۹۹)

2 اس کا استاذ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم بھی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'عَبْدُ الرَّحْمٰنِ مُتَّفَقٌ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ'

''عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کے ضعیف ہونے پر (جمہور) اہل علم کا اتفاق ہے۔'' (اتحاف المهرة :۱۲/۹۷، ح :۱۵۱٦۳)

روایت نمبر ⑬:

'أَخْرَجَ اَبُو الْفُتُوحِ سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْيَعْقُوبِیُّ فِی (جُزْئِهٖ) مِنْ طَرِيقِ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ : ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ الْعُمْرِیُّ ، قَالَ : سَمِعْتُ سَعِيدًا الْمَقْبُرِیَّ يَقُولُ : سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ زَارَنِی بَعْدَ مَوْتِی ، فَكَاَنَّمَا زَارَنِی وَاَنَا حَیٌّ'

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی، اس نے گویا میری زندگی میں مجھے دیکھا۔''

(شفاء السقام للسبکی ، ص :۳٤-۳۵)

تبصرہ:

یہ بھی جھوٹی اور باطل سند ہے، کیونکہ:

اس کے راوی خالد بن یزید ابوولید عمری کو امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے کذاب قرار دیا ہے۔

(الجرح والتعديل لابن أبی حاتم :۳/۳٦۰، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'كَانَ كَذَّابًا ، أَتَيْتُه بِمَكَّةَ ، وَلَمْ أَكْتُبْ عَنْهُ ، وَكَانَ ذَاهِبَ الْحَدِيثِ'

''یہ سخت جھوٹا راوی تھا۔ میں اسے مکہ میں ملا، لیکن اس سے کوئی حدیث نہیں لکھی۔ یہ حدیث میں ناقابل اعتبار تھا۔''

(الجرح والتعديل لابن ٠بی حاتم :۳/۳۰۷)

امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَخَالِدٌ هٰذَا يُحَدِّثُ بِالْخَطإِ ، وَيَحْكِي عَنِ الثِّقَاتِ مَا لَا أَصْلَ لَه'

''یہ خالد راوی غلط روایات بیان کرتا ہے اور ثقہ راویوں سے بے اصل روایات نقل کرتا ہے۔'' (الضعفاء الكبير :۳/۱۸)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (السنن :۱/۲۲۶)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'مُنْكَرُ الْحَدِيثِ جِدًّا ، أَكْثَرُ مَنْ كَتَبَ عَنْهُ أَصْحَابُ الرَّأْيِ ، لَا يُشْتَغَلُ بِذِكْرِهٖ ، لِأَنَّه يَرْوِي الْمَوْضُوعَاتِ عَنِ الْأَثْبَاتِ'

''یہ سخت منکر احادیث بیان کرتا ہے۔ اکثر اصحابِ رائے ہی اس سے روایات لکھتے ہیں۔ اس کا ذکر ہی نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ ثقہ راویوں کے ذمے من گھڑت روایات لگاتا ہے۔'' (كتاب المجروحين :۱/۲۸٤-۲۸۵)

اس کے متعلق ادنیٰ کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں۔

روایت نمبر (14):

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'مَنْ زَارَنِی مَیِّتًا ، فَکَاَنَّمَا زَارَنِی حَیًّا ، وَمَنْ زَارَ قَبْرِی ، وَجَبَتْ لَه شَفَاعَتِی یَوْمَ الْقِیَامَةِ ، وَمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ اُمَّتِی لَه سَعَةٌ ، ثُمَّ لَمْ یَزُرْنِی ، فَلَیْسَ لَه عُذْرٌ'

''جس نے میرے فوت ہونے کے بعد میری (خواب میں) زیارت کی، اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی، جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لیے قیامت کے دن میری سفارش واجب ہوگئی اور میرے جس امتی کے پاس فرصت ہوئی لیکن اس نے پھر بھی میری زیارت نہ کی، اس کا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔''

(الدرّة الثمینة فی فضائل المدینة لابن النجّار ، ص :١٤٤)

تبصرہ:

یہ جھوٹی روایت اور گھڑنتل ہے، کیونکہ:

1 سمعان بن مہدی کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ (٦٧٣۔٧٤٨ھ) فرماتے ہیں:

'حَیَوَانٌ لَا یُعْرَفُ ، اُلْصِقَتْ بِهٖ نُسْخَةٌ مَّکْذُوبَةٌ ، رَاَیْتُهَا ، قَبَّحَ اللّٰهُ مَنْ وَّضَعَهَا'

''یہ نامعلوم جاندار ہے۔اس کی طرف ایک جھوٹی کتاب منسوب ہے۔میں نے وہ دیکھی ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو گھڑنے والے پر لعنت کرے۔''

(میزان الاعتدال :٢/٢٣٤)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'فَذَكَرَ النُّسْخَةَ ، وَهِيَ اَكْثَرُ مِنْ ثَلَاثِ مِاَةِ حَدِيثٍ ، اَكْثَرُ مُتُونِهَا مَوْضُوعَةٌ'

''اس نے ایک نسخہ ذکر کیا ہے، جس میں تین سو سے زائد احادیث ہیں۔ ان میں سے اکثر متون من گھڑت ہیں۔'' (لسان المیزان :۱۱۴/۳)

2 ابوالعباس جعفر بن ہارون واسطی کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۶۷۳۔۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

'أَتَى بِخَبَرٍ مَّوْضُوعٍ'' اس نے من گھڑت روایت بیان کی ہے۔''

(میزان الاعتدال :۴۲۰/۱)

3 محمد بن مقاتل رازی کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'تُكُلِّمَ فِيهِ ، وَلَمْ يُتْرَكْ'' یہ مجروح راوی ہے، لیکن متروک نہیں۔''

(میزان الاعتدال :۴۷/۴)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (تقریب التهذیب :۶۳۱۹)

روایت نمبر ⑮:

ایک روایت میں ہے:

'مَنْ زَارَنِي وَزَارَ اَبِي إِبْرَاهِيمَ فِي عَامٍ وَّاحِدٍ ، ضَمَّنْتُ لَهُ الْجَنَّةَ'

''جس نے میری اور میرے والد ابراہیم علیہ السلام کی ایک ہی سال میں زیارت کی، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

(المجموع شرح المهذب للنووی :۲۶۱/۸ ، وفی نسخة :۲۰۹/۸)

تبصرہ:

حافظ نووی رحمہ اللہ اسے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

'وَهٰذَا بَاطِلٌ، لَيْسَ هُوَ مَرْوِيًّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا يُعْرَفُ فِي كِتَابٍ صَحِيحٍ وَّلَا ضَعِيفٍ، بَلْ وَضَعَه بَعْضُ الْفَجَرَةِ'

''یہ باطل روایت ہے، یہ نبی اکرم ﷺ سے مروی نہیں، نہ ہی کسی صحیح یا ضعیف کتاب میں اس کا ذکر ہے۔ اسے تو بعض فاجر لوگوں نے خود گھڑ لیا ہے۔ (ایضاً)۔''

روایت نمبر 16:

ایک روایت یوں ہے:

'رَحِمَ اللّٰهُ مَنْ زَارَنِي، وَزِمَامُ نَاقَتِهٖ بِيَدِهٖ'

''جس شخص نے اپنی اونٹنی کی لگام تھامے ہوئے میری زیارت کی، اللہ تعالیٰ اس پر بھی رحم فرمائے۔''

(المقاصد الحسنة للسخاوی :۱/۳۶۳، ح :۵۱۵)

تبصرہ:

حافظ سخاوی رحمہ اللہ یہ روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

'قَالَ شَيْخُنَا (ابْنُ حَجَرٍ):إِنَّهٗ لَا اَصْلَ لَه بِهٰذَا اللَّفْظِ'

''ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) نے فرمایا ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل و بے سروپا ہے۔''

(المقاصد الحسنة :۱/۳۶۳، ح :۵۱۵)

روایت نمبر 17:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

'مَنْ حَجَّ إِلٰى مَكَّةَ، ثُمَّ قَصَدَنِي فِي مَسْجِدِي، كُتِبَتْ لَه حَجَّتَانِ

مَبْرُوْرَتَانِ'

''جو شخص مکہ مکرمہ میں حج کرنے کے بعد میری مسجد میں میری زیارت کو آئے، اس کے لیے دو مقبول حجوں کا ثواب لکھ دیا جائے گا۔''

(الصارم المنکی فی الردّ علی السبکی لابن عبد الھادی، ص:۷۹)

تبصرہ:

یہ موضوع (من گھڑت) روایت ہے، کیونکہ:

1 اس کا راوی اُسید بن زید بن نجیح جمال کوفی متروک اور کذاب ہے۔

اسے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (تاریخ یحیی بن معین بروایۃ العبّاس الدوری :۳۹/۲) نے کذاب، امام نسائی رحمہ اللہ (کتاب الضعفاء والمتروکین :۲۸۵) نے متروک اور امام دارقطنی رحمہ اللہ (تاریخ بغداد للخطیب :۴۸/۷، وسندہٗ حسن) نے ''ضعیف الحدیث'' کہا ہے۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'یَتَبَیَّنُ عَلٰی رِوَایَاتِہٖ ضُعْفٌ، وَعَامَّۃُ مَا یَرْوِیہِ لَا یُتَابَعُ عَلَیْہِ'

''اس کی روایات میں کمزوری واضح ہے، اس کی بیان کردہ اکثر روایات کی تائید نہیں کی جاتی۔'' (الکامل فی ضعفاء الرجال :۴۰۱/۱)

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَکَانُوا یَتَکَلَّمُونَ فِیہِ' ''محدثین کرام اس پر جرح کرتے تھے۔''

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم :۳۱۸/۲)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'يَرْوِي عَنِ الثِّقَاتِ الْمَنَاكِيرَ، وَيَسْرِقُ الْحَدِيثَ، وَيُحَدِّثُ بِهِ'

''یہ ثقہ راویوں سے منکر روایات بیان کرتا تھا اور حدیث کو چوری کر کے اسے بیان کرتا تھا۔''(کتاب المجروحین :۱/۱۸۰)

ابو نصر بن ماکولا رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'ضَعَّفُوهُ' ''محدثین نے اسے ''ضعیف'' کہا ہے۔''(الاکمال :۱/۵٦)

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَكَانَ غَيْرَ مَرْضِيٍّ فِي الرِّوَايَةِ'

''یہ راوی روایتِ حدیث میں محدثین کا ناپسندیدہ تھا۔''(تاریخ بغداد :۷/٤۷)

اس کے علاوہ بھی اس پر بہت سی جروح ثابت ہیں۔ اس کے بارے میں ادنیٰ کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں۔ صحیح بخاری میں اس کی روایت مقرون بغیرہ ہے۔

2۔ عیسیٰ بن بشیر راوی کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'لَا يُدْرٰى مَنْ ذَا، وَأَتٰى بِخَبَرٍ بَاطِلٍ'

''معلوم نہیں کہ یہ کون ہے۔ اس نے ایک جھوٹی روایت بیان کی ہے۔''

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال :۳/۳۱۰)

روایت نمبر 18:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت ہے:

'مَنْ سَأَلَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّرَجَةَ الْوَسِيلَةَ، حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ زَارَ قَبْرَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

كَانَ فِي جِوَارِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'

''جس نے رسول اللہ ﷺ کے لیے وسیلے کے درجے کا سوال کیا، اس کے لیے قیامت کے روز شفاعت واجب ہو جائے گی اور جس نے نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی، وہ (جنت میں) رسول اللہ ﷺ کے پڑوس میں رہے گا۔''

(الصارم المنکی فی الردّ علی السبکی لابن عبد الھادی، ص :۱۸۲، وفی نسخة :۱۵۱-۱۵۲)

تبصرہ:

یہ موضوع و مکذوب روایت ہے۔ اس کو گھڑنے والا راوی عبدالملک بن ہارون بن عنترہ ہے۔ یہ باتفاقِ محدثین کذاب اور متروک ہے۔ یہ جھوٹی حدیثیں گھڑنے کا ماہر تھا۔

حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'هٰذَا مِنَ الْمَكْذُوبَاتِ اَيْضًا عَلٰى عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ'

''یہ روایت بھی خود گھڑ کر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ذمے تھوپی گئی ہے۔''

(الصارم المنکی :۱۸۲)

زیارتِ قبر نبوی کی روایات اور اہل علم کی تحقیق

یہ ساری کی ساری ضعیف احادیث ہیں جو ناقابل حجت ہیں۔ دین صحیح احادیث کا نام ہے۔ ان احادیث کے بارے میں اہل علم کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱۔۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

'اَلْـاَحَادِیثُ الَّتِی رُوِیَتْ فِی زِیَارَةِ قَبْرِہٖ ضَعِیفَةٌ، بَلْ مَوْضُوعَةٌ'

''نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے حوالے سے بیان کی جانے والی تمام روایات ضعیف بلکہ من گھڑت ہیں۔''(الردّ علی البکری :۲۵۳)

۲۔ حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ (۷۰۵۔۷۴۴ھ) کہتے ہیں:

'وَجَمِیعُ الْـاَحَادِیثِ الَّتِی ذَکَرَهَا الْمُعْتَرِضُ (اَیِ السُّبْکِیُّ) فِی هٰذَا الْبَابِ، وَزَعَمَ: إِنَّهَا بِضْعَةَ عَشَرَ حَدِیثًا، لَیْسَ فِیهَا حَدِیثٌ صَحِیحٌ، بَلْ کُلُّهَا ضَعِیفَةٌ وَّاهِیَةٌ، وَقَدْ بَلَغَ الضُّعْفُ بِبَعْضِهَا إِلَی أَنْ حَکَمَ عَلَیْهِ الْـأَئِمَّةُ الْحُفَّاظُ بِالْوَضْعِ، کَمَا اَشَارَ إِلَیْهِ شَیْخُ الْإِسْلَامِ (ابْنُ تَیْمِیَّةَ)'

''معترض (سبکی) نے اس بارے میں جتنی بھی روایات ذکر کی ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ یہ دس سے زائد حدیثیں ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی حدیث صحیح نہیں، بلکہ یہ ساری کی ساری ضعیف اور کمزور ہیں، بلکہ بعض کا ضعف تو اتنا شدید ہے کہ ان پر ائمہ دین و حفاظ نے من گھڑت ہونے کا حکم لگایا ہے۔اسی طرف شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہے۔''(الصارم المنکی فی الردّ علی السبکی :۲۱)

۳۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۷۷۳۔۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

'طُرُقُ هٰذَا الْحَدِیثِ کُلُّهَا ضَعِیفَةٌ'

''اس حدیث کی ساری سندیں ضعیف ہیں۔''(التلخیص الحبیر :۲/۲۶۷)

فائدہ:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۶۷۳۔۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

'وَفِی الْبَابِ الْـاَخْبَارُ اللَّیِّنَةُ، مِمَّا یُقَوِّی بَعْضُه

بَعْضًا، لِاَنَّ مَا فِی رُوَاتِهَا مُتَّهَمٌ بِالْکِذْبِ،

''اس بارے میں روایات کمزور ہیں جو ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں، کیونکہ ان کے راویوں میں سے کسی پر جھوٹ بولنے کا الزام نہیں ہے۔'' (تاریخ الاسلام: ۲۱۳/۱۱)

اسی طرح حافظ سخاوی رحمہ اللہ (۸۳۱-۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

وَکَذَا قَالَ الذَّهَبِیُّ: طُرُقُه کُلُّهَا لَیِّنَةٌ، لٰکِنْ یَتَقَوّٰی بَعْضُهَا بِبَعْضٍ، لِاَنَّ مَا فِی رِوَایَتِهَا مُتَّهَمٌ بِالْکَذِبِ،

''اسی طرح حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کی سندیں تو ساری کی ساری ضعیف ہیں، لیکن وہ ایک دوسرے سے تقویت حاصل کرتی ہیں، کیونکہ ان کی سند میں کوئی متہم بالکذب راوی موجود نہیں۔'' (المقاصد الحسنة: ٦٤٧/١)

یعنی حافظ ذہبی وسخاوی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی اس حدیث کی ساری سندیں ضعیف ہیں اور اس کی کوئی ایک بھی سند حسن یا صحیح نہیں۔ البتہ وہ ان ساری ضعیف سندوں کے مل کر قابل حجت ہونے کا نظریہ رکھتے ہیں۔ ان کی یہ بات ان کے تساہل پر مبنی ہے اور کئی اعتبار سے محل نظر ہے:

1 اس حدیث کی کئی سندوں میں کذاب اور متہم بالکذب راوی موجود ہیں، جیسا کہ قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں، خود حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اسی حدیث کی بعض سندوں کے راویوں کو کذاب اور متروک قرار دیا ہے۔

2 کئی ضعیف سندوں کے باہم مل کر قابل حجت بننے کا نظریہ متقدمین ائمہ

دین کے ہاں رائج نہیں تھا۔ یہ بعد کے ادوار میں متاخرین نے بنایا اور اپنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس تساہل پسندانہ قاعدے کے نفاذ میں متاخرین بھی اختلاف کا شکار ہیں۔ اسی حدیث کا معاملہ دیکھ لیں کہ ضعیف + ضعیف = قابل حجت کے قاعدے کو تسلیم کرنے والے اہل علم ہی اس کے حکم میں مختلف ہیں، بعض اسے ضعیف بلکہ من گھڑت قرار دیتے ہیں تو بعض اسے قابل حجت بتا رہے ہیں۔

الحاصل:

قبر نبوی کی زیارت کی فضیلت واہمیت کے بارے میں بیان کی جانے والی تمام روایات ضعیف اور نا قابل حجت ہیں، ان میں سے کوئی بھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ پائی، دین صحیح سند کے ساتھ ہم تک پہنچنے والی احادیث کا نام ہے، حدیث کے ضعیف ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں، جو بات نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہ ہو، وہ کسی مسلمان کا دین ہرگز نہیں بن سکتی۔
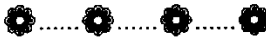
کیا قبر مبارک میں نبی کریم ﷺ درود سنتے ہیں؟

نبی کریم ﷺ کا اپنی قبر میں درود وسلام سننا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں، جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں درود و سلام سنتے ہیں، آیئے ان کے مزعومہ دلائل کا اصولِ محدثین کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں:

روایت نمبر ①:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أَبْلَغْتُهُ'

''جو آدمی مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے، میں اسے سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے، مجھے اس کا درود پہنچا دیا جاتا ہے۔''

(شعب الایمان للبیهقي: ١٤٨١، حیاة الانبیاء في قبورهم للبیهقي: ١٩، الضعفاء للعقیلي: ١٣٦/٤۔١٣٧؛ تاریخ بغداد للخطیب: ٢٩٢/٣؛ الترغیب والترهیب لابي القاسم الاصبهاني: ١٦٦٦)

تبصرہ:

یہ حدیث سخت ترین ضعیف ہے۔ اس کی سند دو وجہوں سے ضعیف ہے:

1۔ اس کے راوی محمد بن مروان سدی کے کذاب اور متروک ہونے پر اجماع ہے، اس پر امام احمد بن حنبل، امام ابو حاتم رازی، امام یحییٰ بن معین، امام بخاری، امام

نسائی، امام جوزجانی اور امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم کی سخت جروح ثابت ہیں۔

2۔ اس کی سند میں سلیمان بن مہران الاعمش ''مدلس'' ہیں، جو ''عن'' سے بیان کر رہے ہیں، سماع کی تصریح ثابت نہیں ہے۔ محدثین کرام اعمش کی ابو صالح سے عن والی روایت کو ضعیف سمجھتے ہیں۔

امام عقیلی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

'لَا أَصْلَ لَهُ مِنْ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ وَلَيْسَ بِمَحْفُوظٍ وَلَا يُتَابِعُهُ إِلَّا مَنْ هُوَ دُونَهُ'

''اعمش کی روایت کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہے اور نہ یہ حدیث محفوظ ہے، محمد بن مروان کی متابعت اس سے بھی کمزور راوی کر رہا ہے۔'' (الضعفاء الکبیر: ۱۳۷/۴)

بیہقی کی روایت میں ابو عبد الرحمن عن الاعمش ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هٰذَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ السُّدِّيُّ فِيمَا أَرَى وَفِيهِ نَظَرٌ'

''میرے خیال میں یہ ابو عبد الرحمن راوی محمد بن مروان سدی ہے اور اس میں کلام ہے۔'' (حیاۃ الانبیاء فی قبورھم ص: ۱۰۳)

امام ابن نمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'دَعْ ذَا. مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ لَيْسَ بِشَيْءٍ'

اس (روایت) کو چھوڑ دو، محمد بن مروان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔'' (تاریخ بغداد: ۲۹۲/۳)

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ' ''یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔'' (الموضوعات: ۳۰۳/۱)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'فَفِي إِسْنَادِهِ نَظَرٌ، تَفَرَّدَ بِهِ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ السُّدِّيُّ الصَّغِيرُ، وَهُوَ مَتْرُوكٌ'

''اس کی سند محل نظر ہے، اس کو بیان کرنے میں محمد بن مروان سدی صغیر متفرد ہے اور وہ متروک ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر:۲۲۸/۵)

یہ روایت ان الفاظ سے بھی آتی ہے:

'مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا وُكِّلَ بِهَا مَلَكٌ يُبَلِّغُنِي وَكُفِيَ بِهَا أَمْرَ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهُ وَكُنْتُ لَهُ شَهِيدًا أَوْ شَفِيعًا'

''جو آدمی مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے، میں اسے سنتا ہوں اور جو مجھ پر دور سے درود پڑھتا ہے، اس درود پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے، جو اسے مجھ تک پہنچا دیتا ہے، اس درود کے ذریعے اس شخص کے دنیا و آخرت کے معاملات سدھر جائیں گے اور میں اس کے لئے گواہ اور سفارشی بن جاؤں گا۔''

(شعب الایمان للبیهقی: ۱۴۸۱؛ تاریخ بغداد للخطیب: ۲۹۱/۳-۲۹۲؛ واللفظ له، الترغیب والترهیب لابی القاسم الاصبهانی:۱۶۹۸)

تبصرہ:

یہ سند موضوع (من گھڑت) ہے، اس میں محمد بن مروان السدی کے علاوہ محمد بن یونس بن موسیٰ القرشی الکدیمی راوی وضاع بھی موجود ہے، نیز اس میں اعمش کی تدلیس بھی ہے۔

تنبیہ:

ایک سند میں محمد بن مروان سدی کی متابعت ابو معاویہ محمد بن خازم الضریر

نے کر رکھی ہے، جس کے یہ الفاظ ہیں:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِنْ بَعِيْدٍ أَعْلَمْتُهُ'

''جو آدمی مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے، میں اسے سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے، مجھے اس کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔''

(الصلاة على النبی لابی الشیخ بحواله جلاء الافهام لابن القیم، ص:۱۹؛ الثواب لابی الشیخ بحواله اللآلی المصنوعة للسیوطی ص:۲۸۳/۱)

تبصرہ:

یہ سند ضعیف ہے۔

اس میں عبدالرحمٰن بن اعرج راوی ہے، جس کے بارے میں توثیق کا ادنیٰ کلمہ بھی ثابت نہیں ہے، اگرچہ ابوالشیخ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الطبقات (۴۵۱/۳) میں اور امام ابونعیم الاصبہانی رحمہ اللہ نے اخبار اصبہان (۱۱۳/۲) میں اس کے حالات زندگی درج کیے ہیں۔

لہٰذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری:۶/ ۴۸۸) اور حافظ سخاوی رحمہ اللہ (القول البدیع ص:۱۵۴) کا اس کی سند کو ''جید'' کہنا جید نہیں، بلکہ تعجب خیز ہے۔

روایت نمبر 2:

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ إِلَّا بَلَغَنِيْ صَوْتُهُ حَيْثُ كَانَ قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِكَ قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِيْ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ'

''جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو، کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں، جو آدمی بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے، وہ جہاں بھی ہو، مجھے اس کی آواز پہنچ جاتی ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ کی وفات کے بعد بھی ہم یہ عمل جاری رکھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! میری وفات کے بعد بھی۔ یقیناً اللہ رب العزت نے زمین پر انبیائے کرام کے جسموں کا کھانا حرام کردیا ہے۔''

(طبرانی بحوالہ جلاء الافہام لابن القیم الجوزیۃ ص:۶۳)

تبصرہ:

اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے، سعید بن ہلال کا سیّدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے سماع و ملاقات ثابت نہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو تقریب التہذیب (۲۴۱۰) طبقہ سادسہ (چھٹے طبقہ) میں ذکر کیا ہے، اس طبقہ کے راویوں کی کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں۔

روایت نمبر ③:

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا: جو آپ ﷺ پر نزدیک سے اور دور سے درود بھیجتے ہیں اور بعد میں آنے والے بھی بھیجیں گے، کیا یہ سب درود آپ ﷺ پر پیش کیے جاتے ہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

'أَسْمَعُ صَلاَةَ أَهْلِ مَحَبَّتِيْ وَأَعْرِفُهُمْ'

''میں اہل محبت کا درود سنتا اور انہیں پہچانتا ہوں۔'' (دلائل الخیرات ص:۳۲)

تبصرہ:

یہ بے سند اور جھوٹی روایت ہے، اہل بدعت کے دلائل کا دامن سند سے

محروم ہوتا ہے۔

روایت نمبر ④:

سلیمان بن سحیم کہتے ہیں:

'رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی النَّوْمِ ، قُلْتُ: یَا رَسُولَ اللّٰہِ ہٰؤُلَاءِ الَّذِینَ یَأْتُونَكَ فَیُسَلِّمُونَ عَلَیْكَ أَتَفْقَهُ سَلَامَهُمْ؟، قَالَ: نَعَمْ وَأَرُدُّ عَلَیْهِمْ'

میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ کچھ لوگ آپ ﷺ پر سلام پیش کر رہے ہیں، کیا آپ ﷺ ان کا سلام سمجھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! میں ان کا جواب بھی دیتا ہوں۔

(شعب الایمان للبیهقی:۳۸۶۸؛ حیاۃ الانبیاء فی قبورھم للبیهقی:۱۹)

تبصرہ:

یہ سخت ضعیف روایت ہے۔

1. عبدالرحمٰن بن ابی الرجال کا سلیمان بن سحیم سے سماع ثابت نہیں ہو سکا۔
2. سوید بن سعید حدثانی کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'صَدُوْقٌ فِیْ نِفْسِہٖ اِلَّا أَنَّهُ عُمِیَ فَصَارَ یَتَلَقَّنُ مَا لَیْسَ مِنْ حَدِیْثِہٖ'

''یہ بذات خود صدوق راوی تھا، مگر جب نابینا ہوا تو تلقین قبول کر لیتا تھا، جو اس کا بیان کردہ نہیں ہوتا تھا۔''(تقریب التهذیب:۲۶۹۰)

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ کا اس سے قبل از اختلاط روایت لینا ثابت نہیں۔

روایت نمبر ⑤:

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’إِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ بِقَبْرِي مَلَكًا أَعْطَاهُ أَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ ، فَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ أَحَدٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، إِلَّا بَلَّغَنِي بِاسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ ؛ هٰذَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ ، قَدْ صَلَّى عَلَيْكَ‘ ’’اللہ تعالیٰ میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر فرمائے گا جسے تمام مخلوقات کی آوازیں سننے کی صلاحیت عطا کی گئی ہو گی۔ روز قیامت تک جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھے گا، وہ فرشتہ درود پڑھنے والے اور اس کے والد کا نام مجھ تک پہنچائے گا اور عرض کرے گا: اللہ کے رسول! فلاں کے بیٹے فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے۔‘‘

(مسند البزّار: ۲۵۴/٤، ح: ۱٤۲۵، التاریخ الکبیر للبخاری: ٤١٦/٦، مسند الحارث: ٩٦٢/٢، ح: ١٠٦٣، الترغیب لابی القاسم التیمی: ٣١٩/٢، ح: ١٦٧١)

ابوالشیخ ابن حیان اصبہانی رحمہ اللہ (العظمۃ: ۲۶۳/۲) اور امام طبرانی رحمہ اللہ (المعجم الکبیر، جلاء الافہام لابن القیم، ص: ۸۴، مجمع الزوائد للہیثمی: ۱۰/۱۶۲، الضعفاء الکبیر للعقیلی: ۳/ ۲۴۹) کے بیان کردہ الفاظ یہ ہیں:

’إِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا أَعْطَاهُ أَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ كُلِّهَا ، وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى قَبْرِي إِذَا مِتُّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، فَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِي يُصَلِّي عَلَيَّ صَلَاةً ، إِلَّا سَمَّاهُ بِاسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ ، قَالَ : يَا مُحَمَّدُ ! صَلَّى عَلَيْكَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ كَذَا وَكَذَا ، فَيُصَلِّي الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى ذٰلِكَ الرَّجُلِ بِكُلِّ وَاحِدَةٍ عَشْرًا‘

’’اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ایسا ہے جسے تمام مخلوقات کی آوازیں سننے کی صلاحیت عنایت کی گئی ہے۔ وہ میری موت کے بعد قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا۔ میرا جو بھی امتی مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا، وہ فرشتہ اس درود کو پڑھنے والے اور اس کے والد کے نام سمیت مجھ تک پہنچاتے ہوئے عرض کرے گا: اے محمد (ﷺ)! فلاں بن

فلاں نے آپ پر اتنا اتنا درود بھیجا ہے۔ اللہ رب العزت اس شخص پر ایک مرتبہ درود پڑھنے کے عوض دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔"

تبصرہ:

یہ روایت سخت ضعیف ہے، کیونکہ:

❶ اس کا راوی عمران بن حمیری جعفی مجہول الحال ہے، سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات:۵/۲۲۳) کے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔

اس کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ' "اس کی کوئی بھی تائید نہیں۔" (التاريخ الكبير:٦/٤١٦)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں کوئی جرح وتعدیل ذکر نہیں کی۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

'لَا يُعْرَفُ' "یہ مجہول راوی ہے۔" (میزان الاعتدال :۳/۲۳۶)

حافظ منذری رحمہ اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ (القول البدیع للسخاوی، ص: ۱۱۹)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ، حافظ ذہبی رحمہ اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'وَقَالَ صَاحِبُ الْمِيزَانِ : لَا يُعْرَفُ'

"صاحب میزان الاعتدال (حافظ ذہبی رحمہ اللہ) کا کہنا ہے کہ یہ راوی مجہول ہے۔" (مجمع الزوائد :١٠/١٦٢)

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ، علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: 'لَمْ أَعْرِفْهُ' "میں اسے پہچان نہیں پایا۔" (فيض القدير :٢/٦١٢)

❷ اس کا راوی نعیم بن ضمضم ضعیف ہے، اس کے بارے میں:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ضعیف الحدیث راوی ہے۔

(المغنی فی الضعفاء :۲/۷۰۱)

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'نُعَيمُ بْنُ ضَمْضَمَ ضَعِيفٌ'

''نعیم بن ضمضم ضعیف راوی ہے۔'' (مجمع الزوائد :۱۰/۱۶۲)

اس کے بارے میں ادنیٰ کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں۔

روایت نمبر ⑥:

'قَالَ (شِيرُوَيْهِ بْنُ شَهْرِدَارَ) الدَّيْلَمِيُّ : اَنْبَانَا وَالِدِي (شَهْرِدَارُ بْنُ شِيرُوَيْهِ) : اَنْبَانَا اَبُو الْفَضْلِ الْكَرَابِيسِيُّ (مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَمْدَوَيْهِ): اَنْبَانَا اَبُو الْعَبَّاسِ بْنُ تُرْكَانَ (الْفَرْضِيُّ): حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ سَعِيدٍ (لَعَلَّهُ ابْنُ مُوسَى بْنِ سَعِيدٍ اَبُو عِمْرَانَ الْهَمْدَانِيُّ) : حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَمَّادِ بْنِ سُفْيَانَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَالِحٍ الْمَرْوَزِيُّ : حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خِرَاشٍ عَنْ فِطْرِ بْنِ خَلِيفَةَ ، عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ ، عَنْ اَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ): اَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ ، فَإِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ بِي مَلَكًا عِنْدَ قَبْرِي ، فَإِذَا صَلّٰى عَلَيَّ رَجُلٌ مِّنْ اُمَّتِي ، قَالَ لِي ذٰلِكَ الْمَلَكُ : يَا مُحَمَّدُ إِنَّ فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ صَلّٰى عَلَيْكَ السَّاعَةَ'

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر زیادہ سے زیادہ درود پڑھا کرنا۔ اللہ تعالیٰ میری قبر کے پاس ایک فرشتے کو مامور کرے گا۔ جب میری امت میں سے کوئی فرد مجھ پر درود بھیجے گا تو یہ فرشتہ میری جناب

میں عرض کرے گا: اے محمد (ﷺ)! فلاں بن فلاں نے ابھی آپ پر درود بھیجا ہے۔"

(اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة للسیوطی: ۲۵۹/۱، الصحیحة للالبانی: ۱۵۳۰)

تبصرہ:

اس کی سند ضعیف ہے، کیونکہ:

1. اس کا راوی بکر بن خداش مجہول الحال ہے۔ سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات: ۱۴۸/۸) کے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔
2. محمد بن عبداللہ بن صالح مروزی کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔
3. ابو الفضل کرابیسی کے حالات اور توثیق بھی نہیں ملی۔

حافظ سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'وَفِی سَنَدِہٖ ضَعْفٌ' "اس کی سند میں کمزوری ہے۔"

(القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع، ص: ۱۶۱)

یوں یہ دونوں روایات بلحاظِ سند ضعیف ہیں۔

روایت نمبر 7:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ، يُبَلِّغُونِّي عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ، قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ، تُحَدِّثُونَ وَنُحَدِّثُ لَكُمْ، وَوَفَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ، تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ، فَمَا رَأَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَمِدْتُّ اللّٰهَ عَلَيْهِ، وَمَا رَأَيْتُ مِنْ شَرٍّ اسْتَغْفَرْتُ اللّٰهَ لَكُمْ'

"زمین میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے گشت کر رہے ہیں جو میری امت کی طرف سے پیش

کیا گیا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ راویٔ حدیث کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا: میری زندگی بھی تمہارے لیے بہتر ہے کہ ہم آپس میں ہم کلام ہوتے رہتے ہیں اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہوگی کہ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے رہیں گے۔ میں جو بھلائی دیکھوں گا، اس پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جو بُرائی دیکھوں گا، تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کروں گا۔"

(مسند البزّار: ۳۰۸/۵، ح: ۱۹۲۵)

تبصرہ:

اس کی سند ضعیف ہے، کیونکہ:

1. امام سفیان ثوری رحمہ اللہ بصیغۂ عن روایت کر رہے ہیں، مسلّم اصول ہے کہ ثقہ "مدلس" جب بخاری و مسلم کے علاوہ محتمل الفاظ سے حدیث بیان کرے تو جب تک سماع کی تصریح نہ ملے، وہ ضعیف ہی ہوتی ہے۔

2. اس میں عبدالمجید بن ابی رواد بھی "مدلس" ہے۔ سماع کی تصریح موجود نہیں۔ نیز عبدالمجید بن ابی رواد جمہور محدثین کرام کے نزدیک ضعیف اور مجروح بھی ہے، اس پر امام حمیدی رحمہ اللہ (الضعفاء الکبیر للبخاری: ۳۰۷)، امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ۶۵/۶)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (کتاب المجروحین: ۱۶۰/۲)، امام دارقطنی رحمہ اللہ (سوالات البرقانی: ۳۱۷)، امام محمد بن یحییٰ بن ابی عمر رحمہ اللہ (الضعفاء الکبیر للعقیلی: ۹۶/۳، وسندہٗ صحیحٌ)، امام ابن سعد رحمہ اللہ (الطبقات الکبریٰ: ۵۰۰/۵)، امام ابن عدی رحمہ اللہ (الکامل فی ضعفاء الرجال: ۳۴۶/۵)، امام ابوزرعہ رحمہ اللہ (اسامی الضعفاء: ۶۳۷) وغیرہم نے سخت جروح کر رکھی ہیں۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'فَقَدْ ضَعَّفَهُ كَثِيرُوْنَ' - ''یقیناً اسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(المغنی عن حمل الاسفار فی تخریج الاحیاء :١٤٤/٤)

لہٰذا حافظ بوصیری رحمہ اللہ کا اسے (وَثَّقَهُ الْجُمْهُوْرُ) کہنا صحیح نہیں۔

روایت نمبر 8:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ مِائَةً مِنَ الصَّلَاةِ؛ قَضَى اللّٰهُ لَهُ مِائَةَ حَاجَةٍ، سَبْعِينَ مِنْ حَوَائِجِ الْآخِرَةِ، وَثَلَاثِينَ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا، وَوَكَّلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِذٰلِكَ مَلَكًا يُدْخِلُهُ عَلٰى قَبْرِيْ كَمَا يُدْخَلُ عَلَيْكُمُ الْهَدَايَا، إِنَّ عِلْمِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ كَعِلْمِيْ فِي الْحَيَاةِ'

''جو آدمی مجھ پر جمعہ کے دن اور رات سو مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری کر دیتا ہے، جن میں ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی شامل ہوتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے، جو وہ درود اس طرح میری قبر انور میں پیش کرتا ہے جس طرح تمہیں تحائف پیش کیے جاتے ہیں، میرا علم وفات کے بعد میری دنیاوی حیات کی مثل ہے۔''

(الفوائد لابن مندۃ: ٥٦، الترغیب والترھیب لابی القاسم الاصبھانی : ٣٢٠/٢-٣٢١؛ ح:١٦٧٤)

تبصرہ:

یہ جھوٹی اور باطل روایت ہے، حکامہ بنت عثمان کے بارے میں امام ابن حبان رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'لَا شَيْئًا'۔ ''اس کی کوئی حیثیت نہیں۔'' (الثقات: ۱۹۴/۷)

اس کی توثیق ثابت نہیں، لہٰذا یہ مجہولہ ہے۔

حافظ عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'تَرْوِي عَنْهُ (عثمان بن دينار) حَكَّامَةُ ابْنَتُهُ أَحَادِيثَ بَوَاطِيلَ لَيْسَ لَهَا أَصْلٌ'

''عثمان بن دینار سے اس کی بیٹی حکامہ نے باطل روایتیں بیان کی ہیں، جن کی کوئی اصل نہیں۔'' (الضعفاء الکبیر: ۲۰۰/۳)

نیز فرماتے ہیں:

'أَحَادِيثُ حَكَّامَةَ تُشْبِهُ حَدِيثَ الْقُصَّاصِ، لَيْسَ لَهَا أُصُولٌ'

احادیث حکامہ حدیث قصاص کی ہم مثل ہیں، ان کی کوئی بنیاد نہیں۔

(الضعفاء الکبیر: ۲۰۰/۳)

حکامہ کے باپ عثمان بن دینار کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے الثقات (۴۹۱/۷) میں ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ کسی نے اس کی توثیق نہیں کی لہٰذا یہ مجہول الحال راوی ہے جیسا کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'لَا شَيْئٌ'۔ ''اس کی کوئی حیثیت نہیں۔'' (میزان الاعتدال: ۳۳/۳)

روایت نمبر ⑨:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'إِنَّ أَقْرَبَكُمْ مِنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي كُلِّ مَوْطِنٍ أَكْثَرُكُمْ عَلَيَّ صَلَاةً فِي الدُّنْيَا مَنْ صَلَّى عَلَيَّ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ، قَضَى اللّٰهُ لَهُ مِائَةَ حَاجَةٍ،

سَبْعِينَ مِنْ حَوَائِجِ الْآخِرَةِ ، وَثَلَاثِينَ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا ، ثُمَّ يُوَكِّلُ اللّٰهُ بِذٰلِكَ مَلَكًا يُدْخِلُهُ فِي قَبْرِهِ كَمَا يُدْخِلُ عَلَيْكُمُ الْهَدَايَا ، يُخْبِرُنِي مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ بِاسْمِهِ وَنَسَبِهِ إِلَى عَشِيرَتِهِ فَأُثْبِتُهُ عِنْدِي فِي صَحِيفَةٍ بَيْضَاءَ'

''بے شک روز قیامت ہر ایک مقام پر تم میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہو گا جو دنیا میں سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجتا ہے، چنانچہ جو آدمی مجھ پر جمعہ کے دن اور رات درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری کر دیتا ہے، جن میں ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی شامل ہوتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے، جو وہ درود اس طرح میری قبر انور میں پیش کرتا ہے جس طرح تمہیں تحائف پیش کیے جاتے ہیں، وہ فرشتہ مجھے اس شخص کا نام اور اس کے خاندان کا سلسلہ نسب بتاتا ہے، پس میں یہ ساری معلومات اپنے پاس ایک روشن کتاب میں محفوظ کر لیتا ہوں۔''

(شعب الایمان للبیھقی:۲۷۷۳؛ حیاۃ الانبیاء فی قبورھم للبیھقی: ۱۳؛ فضائل الاوقات للبیھقی:۲۷۶؛ تاریخ دمشق لابن عساکر:۳۰۱/۵۴)

تبصرہ:

یہ روایت سخت ضعیف ہے، اس میں وہی علتیں ہیں جو اوپر والی حدیث میں موجود ہیں۔

روایت نمبر⑩:

حاتم بن وردان کا بیان ہے:

'كَانَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ يُوَجِّهُ بِالْبَرِيدِ قَاصِدًا إِلَى الْمَدِينَةِ ، لِيُقْرِئَ عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'

''امام عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ ایک قاصد کو ڈاک دے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ کرتے کہ وہ ان کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کو سلام پیش کرے۔''

(شعب الایمان للبیهقی :٣٨٦٩)

تبصرہ:

اس روایت کی سند ضعیف اور باطل ہے، کیونکہ:

1. اس کے راوی ابراہیم بن فراس کی توثیق نہیں ملی۔
2. اس کا استاذ احمد بن صالح رازی بھی مجہول ہے۔

روایت نمبر ⑪:

یزید بن ابو سعید مقبری بیان کرتے ہیں:

'قَدِمْتُ عَلٰی عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیزِ، إِذْ کَانَ خَلِیفَةً، بِالشَّامِ، فَلَمَّا وَدَّعْتُه قَالَ: إِنَّ لِی إِلَیْكَ حَاجَةً، إِذَا اَتَیْتَ الْمَدِینَةَ فَتَرٰی قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَاقْرَئْهُ مِنِّی السَّلَامَ'

''میں امام عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی خلافت کے زمانے میں ان کے پاس شام میں گیا۔ جب میں واپس ہونے لگا تو انہوں نے فرمایا: مجھے تم سے ایک کام ہے، وہ یہ کہ جب مدینہ منورہ میں جاؤ اور نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کرو تو میری طرف سے آپ ﷺ کو سلام پیش کرنا۔''

(شعب الایمان للبیهقی :٣٨٧٠، تاریخ دمشق لابن عساکر: ٢٠٣/٦٥)

تبصرہ:

اس قول کی سند ضعیف ہے، اس کا راوی رباح بن بشیر مجہول ہے۔ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ نے اسے مجہول قرار دیا ہے۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ۴۹۰/۳) امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات: ۲۴۲/۸) کے علاوہ کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔

روایت نمبر ⑫:

نُبَیہ بن وہب سے روایت ہے کہ کعب احبار رحمہ اللہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سیّدہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کا ذکر کیا، کعب کہنے لگے: جب بھی دن طلوع ہوتا ہے، ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کو گھیر لیتے ہیں اور قبر پر اپنے پَر لگاتے ہیں اور آپ ﷺ پر درود پڑھتے ہیں۔

(الزهد للامام عبد الله بن المبارك: ١٦٠٠، مسند الدارمی: ٤٧/١، ح: ٩٤، فضل الصلاة علی النبی لاسماعيل بن إسحاق القاضی: ١٠٢، حلية الاولياء لابی نعيم الاصبهانی: ٣٩٠/٥)

تبصرہ:

اس روایت میں نُبَیہ بن وہب، کعب احبار سے بیان کر رہے ہیں، جبکہ ان کا کعب احبار سے سماع و لقاء ثابت نہیں۔ یوں یہ سند منقطع ہے۔ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۲۳۸-۳۲۱ھ) ایک منقطع روایت کے بارے میں لکھتے ہیں

'فَدَخَلَ هٰذَا الْحَدِيثُ فِي الْاَحَادِيثِ الْمُنْقَطِعَةِ الَّتِي لَا يَحْتَجُّ اَهْلُ الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهَا'

”یہ حدیث منقطع روایات میں سے ہے، جنہیں محدثین کرام قابل حجت نہیں سمجھتے۔“(شرح مشكل الآثار للطحاوى :١٠/٣٦، ح :٤١٤٠)

الحاصل:

دین قرآنِ کریم اور صحیح احادیث سے ثابت شدہ تعلیمات کا نام ہے۔ سند امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا امتیازی وصف اور خاص شناخت ہے۔ مسلمانوں کا پورا دین صحیح احادیث میں موجود ہے۔ دین اسلام کو ضعیف اور من گھڑت روایات کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایسی روایات کو اپنانا کسی مسلمان کو زیبا نہیں۔ اہل حق کو صرف وہی احادیث کافی ہیں، جو محدثین کے اجماعی اصولوں کے مطابق صحیح ہیں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح احادیث ہی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین!
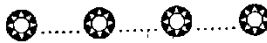
قبر نبوی سے توسل و تبرک کی شرعی حیثیت

نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک ہے کیونکہ اس میں آپ ﷺ کا جسدِ اطہر مدفون ہے، متبرک نہیں، کسی صحابیِ رسول، کسی تابعی یا تبع تابعی سے با سند صحیح آپ ﷺ کی قبر مبارک سے تبرک حاصل کرنا ثابت نہیں، بلکہ دین میں غلوّ ہے، غلوّ اسلام میں ممنوع ہے، اسی طرح قبرِ نبی کو مَس کرنا اور بوسہ دینا بھی ثابت نہیں، حق دین وہ ہے جو سلف صالحین نے اپنایا، شریعت میں غیر ثابت باتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

بعض الناس نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک سے تبرک حاصل کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں، ان کے مزعومہ دلائل کا انتہائی مختصر اور جامع تبصرہ پیش خدمت ہے:

روایت نمبر ①:

ابو حرب بیان کرتے ہیں:

'حَجَّ أَعْرَابِیٌّ فَلَمَّا جَاءَ إِلَی بَابِ مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَعَقَلَهَا ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ حَتَّی أَتَی الْقَبْرَ وَوَقَفَ بِحِذَاءِ وَجْهِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: بِأَبِی أَنْتَ وَأُمِّی يَا رَسُولَ اللّٰهِ جِئْتُكَ مُثْقَلًا بِالذُّنُوبِ وَالْخَطَايَا مُسْتَشْفِعًا بِكَ عَلَی رَبِّكَ لِأَنَّهُ قَالَ فِي مُحْكَمِ كِتَابِهِ ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوٓا أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا﴾

''ایک دیہاتی نے فریضہ حج ادا کیا، پھر وہ مسجد نبوی کے دروازے پر آیا، وہاں اپنی اونٹنی بٹھا کر اسے باندھنے کے بعد مسجد میں داخل ہوگیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس آیا اور آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کی جانب کھڑا ہوکر کہنے لگا: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں بڑے بھاری گناہوں اور خطاؤں کا بوجھ اٹھا کر آیا ہوں، چنانچہ آپ ﷺ اپنے رب کے ہاں میری سفارش کردیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم میں فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا﴾ (سورة النساء٤:٦٤) ''اے نبی! جب یہ اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھے تھے تو تمہارے پاس آ جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے، اور رسول بھی ان کے لیے معافی کی درخواست کرتا، تو یقیناً اللہ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔''

(شعب الایمان للبیهقی: ٤٩٥/٣؛ ح:٤١٧٨؛ وفی نسخة :٣٨٨٠)

حالانکہ یہ سخت قسم کی ضعیف روایت ہے، کیونکہ:

۱۔ محمد بن روح بن یزید مصری کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

۲۔ ابوحرب ہلالی کون ہے؟ معلوم نہیں۔

۳۔ عمرو بن محمد بن عمرو بن الحسین کے نہ حالات ملے ہیں، نہ توثیق۔

یہ مجہول راویوں میں سے کسی کی کارستانی ہے، ایسی روایت سے دلیل لینا اہل حق کا وطیرہ نہیں۔ حافظ ابن الہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'بِإِسْنَادٍ مُظْلِمٍ' ''یہ واقعہ سخت مجہول سند سے مروی ہے۔''

(الصارم المنکی فی الرد علی السبکی، ص:٣٨٤)

روایت نمبر 2:

ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ رحمہ اللہ تابعی بیان کرتے ہیں:

'قُحِطَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ قَحْطًا شَدِيدًا، فَشَكَوْا إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ: انْظُرُوا قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوا مِنْهُ كِوًى إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى لَا يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ. قَالَ: فَفَعَلُوا، فَمُطِرْنَا مَطَرًا حَتَّى نَبَتَ الْعُشْبُ، وَسَمِنَتِ الْإِبِلُ حَتَّى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ، فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ'

''مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ شدید قحط سالی پڑی، لوگ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکایت لے کر آئے، انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک قبر کی طرف دیکھو اور آسمان کی طرف سوراخ بناؤ، یہاں تک کہ آسمان اور قبر کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہے، لوگوں نے ایسا ہی کیا تو اتنی بارش ہوئی یہاں سبزہ اُگ آیا اور اونٹ موٹے تازے ہو کر چربی سے بھر گئے، یوں اس سال کا نام خوشحالی کا سال پڑ گیا۔''

(مسند الدارمی:٥٨/١، ح:٩٣؛ مشکوٰۃ المصابیح:٥٩٥٠)

تبصرہ:

اس روایت کی سند ضعیف ہے، اس کے راوی عمرو بن مالک نکری (ثقہ و حسن الحدیث) کی حدیث ابوالجوزاء سے غیر محفوظ ہوتی ہے، یہ روایت بھی ایسی ہی ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'وَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ: حَدَّثَ عَنْهُ عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ قَدْرَ عَشْرَةِ

أَحَادِيثَ غَيْرِ مَحْفُوظَةٍ'

''امام ابن عدی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ابوالجوزاء رحمہ اللہ سے عمرو بن مالک نے تقریباً دس غیر محفوظ احادیث بیان کی ہیں۔'' (تهذيب التهذيب:۳۳۶/۱)

یہ جرح مفسر ہے، یہ اثر بھی عمرو بن مالک نکری نے اپنے استاذ ابو الجوزاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، لہٰذا غیر محفوظ ہے۔

اس کی نکارت پر وہ دلالت کرتی ہے، جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَمَا رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مِنْ فَتْحِ الْكَوَّةِ مِنْ قَبْرِهِ إِلَى السَّمَاءِ، لِيَنْزِلَ الْمَطَرُ فَلَيْسَ بِصَحِيحٍ، وَلَا يَثْبُتُ إِسْنَادُهُ، وَمِمَّا يُبَيِّنُ كِذْبَ هٰذَا أَنَّهُ فِي مُدَّةِ حَيَاةِ عَائِشَةَ لَمْ يَكُنْ لِلْبَيْتِ كَوَّةٌ، بَلْ كَانَ بَاقِيًا كَمَا كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، بَعْضُهُ مَسْقُوفٌ وَبَعْضُهُ مَكْشُوفٌ، وَكَانَتِ الشَّمْسُ تَنْزِلُ فِيهِ، كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا، لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ بَعْدُ، وَلَمْ تَزَلِ الْحُجْرَةُ النَّبَوِيَّةُ كَذٰلِكَ فِي مَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ .... وَمِنْ حِينَئِذٍ دَخَلَتِ الْحُجْرَةُ النَّبَوِيَّةُ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ إِنَّهُ بُنِيَ حَوْلَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ الَّتِي فِيهَا الْقَبْرُ جِدَارٌ عَالٍ، وَبَعْدَ ذٰلِكَ جُعِلَتِ الْكَوَّةُ لِيَنْزِلَ مِنْهَا مَنْ يَنْزِلُ إِذَا احْتِيجَ إِلَى ذٰلِكَ لِأَجْلِ كَنْسٍ أَوْ تَنْظِيفٍ. وَأَمَّا وُجُودُ الْكَوَّةِ فِي حَيَاةِ عَائِشَةَ، فَكَذِبٌ بَيِّنٌ'

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بارش کے لیے جو قبر نبوی پر سے روشن دان کھولنے کی روایت

مروی ہے، وہ صحیح نہیں اور سند ضعیف ہے، اس کے راوی مشہور جھوٹے ہیں، اس کا جھوٹ اس سے واضح ہوتا ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیات مبارکہ میں حجرۂ میں کوئی روشن دان نہیں تھا، وہ حجرہ تو اسی طرح تھا، جس طرح نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں تھا کہ اس کا بعض حصہ چھت والا اور بعض کھلا تھا، دھوپ اس داخل ہوتی تھی جیسا کہ صحیح البخاری (۵۲۲) و مسلم (۶۱۱) میں ثابت ہے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ جب عصر کی نماز ادا فرماتے تو ابھی حجرۂ مبارکہ میں دھوپ ہوتی اور ابھی تک سایہ نہ آیا ہوتا تھا، مسجد نبوی کے ساتھ یہ حجرہ نبویہ بالکل اسی طرح قائم رہا، (پھر جب مسجد میں توسیع ہوئی) تو اس وقت سے حجرہ مسجد میں داخل ہوگیا، پھر حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا جس میں نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک ہے، اس کے گرد ایک بلند دیوار بنا دی گئی، اس کے بعد اس دیوار میں ایک کھڑکی رکھی گئی تاکہ صفائی وغیرہ کی ضرورت کے لیے اس میں داخل ہوا جا سکے، رہی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیات مبارکہ میں اس کھڑکی کے ہونے کی بات تو یہ کھلا جھوٹ ہے۔" (الرد علی البکری ص:۶۸۔۷۴)

اگر اس روایت کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس سے توسل کی وہ صورت ثابت نہیں ہوتی جس کا اثبات بعض لوگ اس سے کرتے ہیں بلکہ اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کی ذات سے توسل نہیں کرتے تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'لَوْ صَحَّ ذٰلِكَ لَكَانَ حُجَّةً وَّدَلِيلًا عَلٰى اَنَّ الْقَوْمَ لَمْ يَكُونُوا يُقْسِمُونَ عَلَى اللّٰهِ بِمَخْلُوقٍ، وَّلَا يَتَوَسَّلُونَ فِي دُعَائِهِمْ بِمَيِّتٍ، وَلَا يَسْأَلُونَ اللّٰهَ بِهٖ، وَإِنَّمَا فَتَحُوا عَلَى الْقَبْرِ لِتَنْزِلَ الرَّحْمَةُ عَلَيْهِ، وَلَمْ يَكُنْ

هُنَاكَ دُعَاءٌ يُقْسِمُونَ بِهِ عَلَيْهِ ، فَأَيْنَ هٰذَا مِنْ هٰذَا'

''اگر یہ روایت صحیح ہو تو بھی اس بات پر دلیل بنے گی کہ صحابہ کرام تو اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی قسم دیتے تھے، نہ اپنی دعا میں فوت شدگان کا وسیلہ دیتے تھے، نہ اللہ تعالیٰ سے اس کے وسیلے سے مانگتے تھے، انہوں نے تو صرف اس قبر مبارک سے روشن دان کھولا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو وہاں انہوں نے کوئی دعا تو نہیں مانگی تھی، اس کا مسئلہ توسل سے کیا تعلق؟۔'' (الرد علی البکری، ص:٧٤)

یعنی یہ روایت فوت شدگان سے توسل لینے والوں کو کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

ایک الزامی جواب

اس روایت کا ایک الزامی جواب یہ بھی ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

'وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ الغَيْبَ ، فَقَدْ كَذَبَ ، وَهُوَ يَقُولُ : لاَ يَعْلَمُ الغَيْبَ إِلَّا اللهُ'

''جو کوئی تمہیں بتائے کہ سیّدنا محمد ﷺ غیب جانتے ہیں، وہ جھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ غیب کی باتوں کو ان کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔''

(صحیح البخاری:٧٣٨٠، صحیح مسلم:١٧٧)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ بات چونکہ قبوری مذہب کے خلاف ہے، اس لیے اس کے جواب میں بعض الناس نے لکھا ہے:

''آپ رضی اللہ عنہا کا یہ قول اپنی رائے سے ہے، اس پر کوئی حدیث مرفوع پیش نہیں فرماتیں، بلکہ آیات سے استدلال فرماتی ہیں۔'' (جاء الحق:١/١٢٤)

ہم پوچھتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم غیب کے متعلق قول قبول نہیں تو ان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے متعلق یہ قول کیوں قبول ہے؟ جبکہ وہ اس پر بھی کوئی آیت و حدیث پیش نہیں فرما رہیں، پھر اس پر یہ سہاگہ کہ یہ قول ثابت بھی نہیں ہے۔

روایت نمبر③:

قاضی عیاض بن موسیٰ رحمہ اللہ (544ھ) لکھتے ہیں:

'حَدَّثَنَا الْقَاضِي اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَشْعَرِيُّ وَاَبُو الْقَاسِمِ اَحْمَدُ ابْنُ بَقِيٍّ الْحَاكِمُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ فِيمَا اَجَازُونِيهِ، قَالُوا: اَخْبَرَنَا اَبُو الْعَبَّاسِ اَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ دِلْهَاثٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ فِهْرٍ، حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ الْفَرَجِ، حَدَّثَنَا اَبُو الْحَسَنِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُنْتَابِ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ اَبِي إِسْرَائِيلَ، حَدَّثَنَا ابْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: نَاظَرَ اَبُو جَعْفَرٍ اَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ مَالِكًا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَه مَالِكٌ: يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَدَّبَ قَوْمًا، فَقَالَ: ﴿لَا تَرْفَعُوا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ......﴾ الآيَةَ، وَمَدَحَ قَوْمًا، فَقَالَ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ﴾ الآيَةَ، وَذَمَّ قَوْمًا، فَقَالَ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ﴾ الآيَةَ، وَإِنَّ حُرْمَتَه مَيِّتًا كَحُرْمَتِهِ حَيًّا، فَاسْتَكَانَ لَهَا اَبُو جَعْفَرٍ، وَقَالَ: يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ! اَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَاَدْعُو، اَمْ اَسْتَقْبِلُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: وَلِمَ تَصْرِفُ وَجْهَكَ عَنْهُ وَهُوَ وَسِيلَتُكَ وَوَسِيلَةُ اَبِيكَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى يَوْمَ

الْقِيَامَةِ؟ بَلِ اسْتَقْبِلْهُ واسْتَشْفِعْ بِهِ، فَيُشَفِّعُهُ اللّٰهُ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ........﴾ الآيَةَ'

''محمد بن حمید رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مسجد نبوی میں امیر المومنین ابو جعفر رحمہ اللہ کا امام مالک رحمہ اللہ سے مناظرہ ہوا، امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: امیر المومنین! اس مسجد میں اپنی آواز بلند نہ کیجیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو ادب سکھاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ......﴾ تم اپنی آوازوں کو میرے نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔ نیز کچھ لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللّٰهِ﴾ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں۔ کچھ لوگوں کی مذمت میں فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ﴾ جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی عزت و تکریم وفات کے بعد بھی اسی طرح ہے، جس طرح زندگی میں تھی، یہ سن کر ابو جعفر لاجواب ہو گئے اور کہنے لگے: ابو عبداللہ! میں قبلہ رخ ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کروں، یا رسول اللہ ﷺ! کی طرف رخ کر کے؟ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: آپ رسول اللہ ﷺ سے اپنا چہرہ کیوں پھیریں گے؟ نبی کریم ﷺ ہی تو روز قیامت اللہ تعالیٰ کے دربار میں آپ کا اور آپ کے باپ سیدنا آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہوں گے، آپ رسول اللہ ﷺ ہی کی طرف منہ کر کے دعا کریں اور آپ ﷺ کو سفارشی بنائیں، اللہ تعالیٰ آپ کی سفارش قبول فرمائے گا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ﴾ اے نبی! جب یہ اپنے نفس پر ظلم کر

بیٹھے تھے........"(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ:۲/۴۱)

تبصرہ:

یہ روایت درج ذیل نامعلوم اور مجہول راویوں کی کارروائی ہے:

۱۔ ابوالحسن علی بن فہر ۲۔ ابوبکر محمد بن احمد بن فرج

۳۔ ابوالحسن عبداللہ بن منتاب

ان تینوں راویوں کی توثیق ثابت نہیں ہوسکی، علامہ سبکی (شفاء السقام ص:۱۱۵) اور سمہودی (وفاء الوفاء:۲/۴۲۲) کا اس کی سند کو "جید" قرار دینا اور بعض لوگوں کا ان کی بات پر اعتماد کر لینا بالکل بے تکی بات ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَكَذٰلِكَ مَنْ نَقَلَ عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ جَوَّزَ سُؤَالَ الرَّسُولِ أَوْ غَيْرِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمْ أَوْ نَقَلَ ذٰلِكَ عَنْ إِمَامٍ مِنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ غَيْرِ مَالِكٍ كَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَغَيْرِهِمَا فَقَدْ كَذَبَ عَلَيْهِمْ وَلٰكِنْ بَعْضُ الْجُهَّالِ يَنْقُلُ هٰذَا عَنْ مَالِكٍ وَيَسْتَنِدُ إِلَى حِكَايَةٍ مَكْذُوبَةٍ عَنْ مَالِكٍ وَلَوْ كَانَتْ صَحِيحَةً لَمْ يَكُنْ التَّوَسُّلُ الَّذِي فِيهَا هُوَ هٰذَا؛ بَلْ هُوَ التَّوَسُّلُ بِشَفَاعَتِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلٰكِنْ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُحَرِّفُ نَقْلَهَا وَأَصْلُهَا ضَعِيفٌ'

"اسی طرح جو امام مالک رحمہ اللہ یا دیگر ائمہ مسلمین، مثلاً امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ وغیرہما سے ثابت کرے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ یا کسی اور نیک انسان کی موت کے بعد ان سے سوال کرنا جائز قرار دیا، وہ ان ائمہ پر جھوٹ باندھتا ہے، بعض جاہل لوگ اس بات کو امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں اور اس سلسلہ

میں ایک جھوٹی روایت پر اعتماد کرتے ہیں، اگر یہ روایت صحیح بھی ہوتو اس میں مذکورہ وسیلہ وہ نہیں جو متنازع فیہ ہے، بلکہ اس سے قیامت کے روز آپ ﷺ کی شفاعت مراد ہے، لیکن بعض لوگ اس میں تحریف معنوی کرتے ہیں، بہر حال اس روایت کی سند ہی ضعیف ہے۔" (مجموع الفتاویٰ: ۲۲۵/۱؛ قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ ص:۱۲۸)

علامہ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ اس کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں:

'إِسْنَادُهَا إِسْنَادٌ لَيْسَ بِجَيِّدٍ، بَلْ هُوَ إِسْنَادٌ مُظْلِمٌ مُنْقَطِعٌ'

"اس کی سند جید نہیں، بلکہ جہالت سے بھرپور اور منقطع ہے۔"

(الصارم المنکی فی الرد علی السبکی ص:۲۶۰)

روایت نمبر 4:

اس سلسلہ میں ایک اور روایت یوں ہے:

'رَوٰى أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكَرْخِيُّ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْهَيْثَمِ الطَّائِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِي صَادِقٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا أَعْرَابِيٌّ بَعْدَ مَا دَفَنَّا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، فَرَمٰى بِنَفْسِهِ عَلٰى قَبْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَثَا عَلٰى رَأْسِهِ مِنْ تُرَابِهِ، فَقَالَ: قُلْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَسَمِعْنَا قَوْلَكَ، وَوَعَيْتَ عَنِ اللّٰهِ، فَوَعَيْنَا عَنْكَ، وَكَانَ فِيمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ...﴾ الْآيَةَ، وَقَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَجِئْتُكَ تَسْتَغْفِرُ لِي، فَنُودِيَ مِنَ الْقَبْرِ: إِنَّهُ قَدْ

غُفِرَ لَكَ'

''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تدفین کے تین دن بعد ہمارے پاس ایک بدوی آیا، وہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر لیٹ گیا، اس کی مٹی اپنے سر پر ڈالی، پھر کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا تو ہم نے آپ کی بات کو غور سے سنا، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے وحی کو محفوظ کر لیا تو ہم نے آپ سے، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی آپ پر نازل فرمائی تھی: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ...﴾ ''اے نبی! جب یہ اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھے تھے.....''

میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور آپ ﷺ کے پاس آ گیا ہوں، آپ ﷺ میرے لیے اللہ رب العزت سے مغفرت طلب کیجیے، اسی اثنا میں قبر مبارک سے آواز آئی کہ تجھے معاف کر دیا گیا ہے۔'' (كنز العمال فی سنن الاقوال للمتقی الهندی:٤٣٢٢، الصارم المنكی فی الرد علی السبكی لابن عبد الهادی ص:٤٣٠؛ تفسير القرطبی:٤٣٩/٦؛ جامع الاحاديث للسيوطی:٣٤١٥٣)

تبصرہ:

یہ جھوٹی اور من گھڑت حکایت ہے۔

علامہ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ اسے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

'إِنَّ هٰذَا خَبَرٌ مُّنْكَرٌ مَّوْضُوعٌ، وَاَثَرٌ مُّخْتَلَقٌ مَّصْنُوعٌ، لَا يَصِحُّ الِاعْتِمَادُ عَلَيْهِ، وَلَا يَحْسُنُ الْمَصِيرُ إِلَيْهِ، وَإِسْنَادُه ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ، وَالْهَيْثَمُ جَدُّ اَحْمَدَ بْنِ الْهَيْثَمِ، اَظُنُّهُ ابْنَ عَدِيٍّ الطَّائِيِّ، فَإِنْ يَّكُنْ هُوَ، فَهُوَ مَتْرُوكٌ كَذَّابٌ، وَإِلَّا فَهُوَ مَجْهُولٌ'

''یہ روایت منکر، موضوع، من گھڑت اور خودساختہ ہے، اس پر اعتماد کرنا اور اس کے مطابق عقیدہ بنانا درست نہیں، اس کی سند میں اندھیرے ہی اندھیرے ہیں۔ ہیثم جو کہ احمد بن ہیثم کا دادا ہے، میرے خیال میں وہ عدی طائی کا بیٹا ہے، اگر یہ واقعی وہی ہے تو متروک وکذاب ہے، ورنہ مجہول ہے۔''

(الصارم المنکی فی الرد علی السبکی ص:٤٣٠)

اس روایت کا راوی ہیثم بن عدی کذاب اور متروک ہے، اس کے بارے میں امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'لَيْسَ بِثِقَةٍ ، كَانَ يَكْذِبُ' ''یہ معتبر راوی نہیں، بلکہ جھوٹ بولتا تھا۔''

(تاریخ یحییٰ بن معین:٦٢٦/٢)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'سَكَتُوْا عَنْهُ' ''یہ متروک الحدیث راوی ہے۔''

(التاریخ الکبیر: ٢١٨/٨؛ الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ١٠٤/٧؛ وسندہٗ حسنٌ)

امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔

(کتاب الضعفاء والمتروکین:٦٣٧)

امام عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'كَذَّابٌ ، وَقَدْ رَاَيْتُه' ''یہ سخت جھوٹا شخص تھا، یہ میرا دیکھا بھالا ہے۔''

(تاریخ العجلی:١٩٢٤)

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'لَيْسَ بِشَيْئٍ'' ''یہ چنداں قابل اعتبار راوی نہیں۔''(تاریخ ابی زرعة:٤٣١/٢)

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ، مَحَلُّه مَحَلُّ الْوَاقِدِيِّ'

''متروک الحدیث راوی ہے، یہ واقدی (کذاب) کا ہم پلہ ہے۔''

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم:٨٥/٢)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس کی حدیث کو جھوٹی قرار دیا ہے۔

(الضعفاء الکبیر للعقیلی:٣٥٢/٤؛ وسندہٗ صحیحٌ)

علامہ جوزجانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'سَاقِطٌ، قَدْ كُشِفَ قِنَاعُه'' ''اس متروک راوی کا پردہ چاک ہو چکا ہے۔''

(احوال الرجال:٣٦٨)

امام یعقوب بن شیبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'وَالْهَيْثَمُ بْنُ عَدِيٍّ كَانَتْ لَه مَعْرِفَةٌ بِأُمُورِ النَّاسِ وَأَخْبَارِهِمْ، وَلَمْ يَكُنْ فِي الْحَدِيثِ بِالْقَوِيِّ، وَلَا كَانَتْ لَه بِه مَعْرِفَةٌ، وَبَعْضُ النَّاسِ يَحْمِلُ عَلَيْهِ فِي صِدْقِه'

''ہیثم بن عدی کو لوگوں کے قصوں اور واقعات سے کچھ معرفت تھی، لیکن حدیث میں وہ مضبوط نہیں تھا، نہ اسے حدیث کی کوئی معلومات تھیں، بعض محدثین کرام اس کی سچائی میں بھی شک کرتے تھے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب:٥٣/١٤؛ وسندہٗ صحیحٌ)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف اور متروک راویوں میں ذکر کیا ہے۔

(كتاب الضعفاء والمتروكين:٥٦٥)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'رَوٰى عَنِ الثِّقَاتِ اَشْيَاءَ، كَاَنَّهَا مَوْضُوعَةٌ، بِسَبْقٍ إِلَى الْقَلْبِ اَنَّه كَانَ يُدَلِّسُهَا، فَالْتَزَقَ تِلْكَ الْمُعْضَلَاتُ بِهٖ، وَوَجَبَ مُجَانَبَةُ حَدِيثِهٖ عَلٰى عِلْمِهٖ بَالتَّارِيخِ وَمَعْرِفَتِهٖ بِالرِّجَالِ'

''اس نے ثقہ راویوں سے بہت سی من گھڑت قسم کی روایات بیان کیں، محسوس یوں ہوتا ہے کہ وہ ان کے بیان میں تدلیس سے کام لیتا تھا، یہی منقطع روایات اس کے لیے نقصان دہ ثابت ہوئیں اور باوجود اس کے تاریخ اور رجال کا عالم ہونے کے اس کی حدیث سے بچنا ضروری ہو گیا۔''

(كتاب المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين:٣/٩٣)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'أَجْمَعُوا عَلٰى ضَعْفِ الْهَيْثَمِ'

''محدثین کرام کا ہیثم کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔''

(سير اعلام النبلاء:٩/٤٦٢)

سابق مفتی دار العلوم دیوبند، محمد شفیع دیوبندی حیاتی صاحب اس جھوٹی روایت کو اپنے عقیدے کی بنیاد بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اور آنحضرت کی خدمت میں حاضری جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی، اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اس حکم میں ہے، حضرت علی کرم

اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار رسول کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اس کے لیے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی، اس لیے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں، اس وقت جو لوگ حاضر تھے، ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے آواز آئی: قد غفر لك (بحر محیط) یعنی مغفرت کر دی گئی۔'' (معارف القرآن: ۲/۴۵۸-۴۵۹)

صحابہ کرام، تابعین عظام اور سلف صالحین میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں تھا کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ سے دعائے مغفرت کی درخواست کی جائے، اگر قرآن و حدیث میں کوئی اس کی دلیل ہوتی، تو اسلاف امت ضرور اس کے قائل و فاعل ہوتے، سلف صالحین کے خلاف بدعی عقیدہ گھڑ کر اسے جھوٹی روایات کا کمزور اور بیکار سہارا دینے کی کوشش کرنا اہل حق کا وطیرہ نہیں، جن روایت کو جھوٹے اور متروک راویوں نے بیان کر رکھا ہے، محدثین کرام انہیں بے فیض سمجھ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں، انہی روایات کو جھاڑ پونچھ کر اپنے ماتھے کا جھومر بنانا کونسی دینداری ہے؟۔

روایت نمبر 5:

محمد بن حرب ہلالی رحمہ اللہ بیان کرتا ہے:

دَخَلْتُ الْمَدِينَةَ، فَأَتَيْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَزُرْتُه

وَجَلَسْتُ بِحِذَائِهِ، فَجَاءَ اَعْرَابِيٌّ فَزَارَهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا خَيْرَ الرُّسُلِ! إِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ عَلَيْكَ كِتَابًا صَادِقًا، قَالَ فِيهِ: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوا اَنْفُسَهُمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ (رَحِيمًا)، وَإِنِّي جِئْتُكَ مُسْتَغْفِرًا رَبَّكَ مِنْ ذُنُوبِي، مُتَشَفِّعًا بِكَ..........'

''میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا، نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر گیا، اس کی زیارت کی غرض سے اس کے سامنے بیٹھ گیا، اتنے میں ایک بدوی شخص آیا اور قبر مبارک کی زیارت کے بعد کہنے لگا: اے خیر الرسل! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر سچی کتاب نازل کی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اے نبی! جب یہ اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھے تھے تو تمہارے پاس آ جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے، اور رسول بھی ان کے لیے معافی کی درخواست کرتے تو یقیناً اللہ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔''

مَیں آپ ﷺ کی خدمت میں آپ ﷺ کے رب سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں، نیز آپ ﷺ کو سفارشی بناتا ہوں۔''

(وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ للسمهودي: ١٣٦١/٤؛ اتحاف الزائر لابن عساكر: ٦٨-٦٩؛ اخبار المدينة لابن النجار: ١٤٧؛ مثير العزم الساكن لابن الجوزي: ٤٧٧؛ شفاء الغرام باخبار البلد الحرام لمحمد بن احمد بن علي الفاسي: ٣٦٩/٤؛ وقد ذكره ابن بشكوال ايضاً كما في قول البديع للسخاوي: ١٦٢-١٦٣)

تبصرہ:

یہ بھی جھوٹی داستان ہے، اس حکایت کے بارے میں حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ

فرماتے ہیں:

’وَهٰذِهِ الْحِكَايَةُ الَّتِي ذَكَرَهَا بَعْضُهُمْ يَرْوِيهَا عَنِ الْعُتْبِيِّ، بِلَا إِسْنَادٍ، وَبَعْضُهُمْ يَرْوِيهَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَرْبٍ الْهِلَالِيِّ، وَبَعْضُهُمْ يَرْوِيهَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الزَّعْفَرَانِيِّ، عَنِ الْأَعْرَابِيِّ، وَقَدْ ذَكَرَهَا الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ شُعَبِ الْإِيمَانِ بِإِسْنَادٍ مُظْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رَوْحِ بْنِ يَزِيدَ الْبَصْرِيِّ، حَدَّثَنِي أَبُو حَرْبٍ الْهِلَالِيُّ، قَالَ: حَجَّ أَعْرَابِيٌّ، فَلَمَّا جَاءَ إِلَى بَابِ مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَاخَ رَاحِلَتَه فَعَقَلَهَا، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ حَتّٰى أَتَى الْقَبْرَ، ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ مَا تَقَدَّمَ، وَقَدْ وَضَعَ لَهَا بَعْضُ الْكَذَّابِينَ إِسْنَاداً إِلٰى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، كَمَا سَيَأْتِي ذِكْرُه .وَفِي الْجُمْلَةِ: لَيْسَتْ هٰذِهِ الْحِكَايَةُ الْمَنْكُورَةُ عَنِ الْأَعْرَابِيِّ مِمَّا يَقُومُ بِهِ حُجَّةٌ، وَإِسْنَادُهَا مُظْلِمٌ مُخْتَلِفٌ، وَلَفْظُهَا مُخْتَلِفٌ أَيْضًا، وَلَوْ كَانَتْ ثَابِتَةً لَمْ يَكُنْ فِيهَا حُجَّةٌ عَلٰى مَطْلُوبِ الْمُعْتَرِضِ، وَلَا يَصْلُحُ الِاحْتِجَاجُ بِمِثْلِ هٰذِهِ الْحِكَايَةِ، وَلَا الِاعْتِمَادُ عَلٰى مِثْلِهَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ‘

’’اس حکایت کو بعض لوگوں نے عتبی نے بلا سند ذکر کیا ہے، جبکہ کچھ نے محمد بن حرب ہلالی سے اسے روایت کیا ہے، کچھ لوگوں نے اس کی سند یوں بیان کی ہے: محمد بن حرب، ابوالحسن زعفرانی سے بیان کرتا ہے اور وہ بدوی سے، امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو اپنی کتاب شعب الایمان میں ایک سخت ضعیف سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ سند یوں ہے: محمد بن روح بن یزید بن بصری کہتے ہیں کہ ہمیں ابوحرب ہلالی نے بیان کیا کہ ایک بدوی نے حج کیا، پھر مسجد نبوی کے پاس آ کر اپنا اونٹ باندھ دیا، مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر آیا...... بعض جھوٹے لوگوں نے اس کی

سند سیّدنا علی رضی اللہ عنہ تک گھڑ لی ہے، اس کا تذکرہ آئندہ آ رہا ہے، الغرض بدوی والے اس منکر قصے سے دلیل نہیں لی جا سکتی، اس کی سند سخت ضعیف ہے اور اس کی سند و متن دونوں میں اختلاف ہے......... اس جیسی حکایت سے دلیل لینا اور اس پر اعتماد کرنا اہل علم کے نزدیک جائز نہیں۔'' (الصارم المنکی فی الرد علی السبکی ص:۲۱۲)

اب اس کے راویوں کا حال بھی ملاحظہ فرمالیں:

۱۔ ابن الفضیل نحوی ۲۔ محمد بن روح ۳۔ محمد بن حرب ہلالی

تینوں کی توثیق نہیں مل سکی، جس کے دین کا علم نہ ہو، اس کی بیان کردہ روایت کو اپنا دین بنانا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ یہ داستان انہی تینوں میں سے کسی ایک کی کارستانی لگتی ہے۔

روایت نمبر ۶:

حکایت عتبی

عتبی والی حکایت حافظ نووی رحمہ اللہ (الاذکار:۲۰۶؛ الایضاح:۴۵۱)، علامہ قرطبی رحمہ اللہ (تفسیر القرطبی:۵/ ۲۶۵)، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (تفسیر ابن کثیر:۲/ ۳۰۶) اور ابن قدامہ رحمہ اللہ (المغنی:۳/ ۵۵۷) نے بغیر سند کے ذکر کی ہے۔

معجم الشیوخ لابن عساکر (ص:۶۰۰) میں بھی اس کی سند موجود ہے، لیکن یاد رہے کہ یہ بھی جھوٹی سند ہے، کیونکہ:

۱۔ اس کے راوی ابن فضیل نحوی کی توثیق نہیں مل سکی۔

۲۔ عبدالکریم بن علی راوی کی تعیین و توثیق بھی معلوم نہیں ہو سکی۔

۳۔ محمد بن محمد بن نعمان راوی کون ہے؟ اگر یہ ابن شبل ہے تو یہ متہم بالوضع ہے

اور اگر یہ مقری ہے تو مجہول ہے۔

۴۔ محمد بن حرب ہلالی کی توثیق درکار ہے۔

جس حکایت کی سند کا یہ حال ہو، اسے عقیدے میں دلیل بنانے کا کیا مطلب سمجھا جائے؟

حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ اس حکایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

'وَاَمَّا حِكَايَةُ الْعُتْبِيِّ الَّذِي اَشَارَ إِلَيْهَا، فَإِنَّهَا حِكَايَةٌ ذَكَرَهَا بَعْضُ الْفُقَهَاءِ وَالْمُحَدِّثِينَ، وَلَيْسَتْ بِصَحِيحَةٍ وَّلَا ثَابِتَةٍ إِلَى الْعُتْبِيِّ، وَقَدْ رُوِيَتْ عَنْ غَيْرِهٖ بِإِسْنَادٍ مُّظْلِمٍ كَمَا بَيَّنَّا ذٰلِكَ فِيمَا تَقَدَّمَ، وَهِيَ فِي الْجُمْلَةِ حِكَايَةٌ لَّا يَثْبُتُ بِهَا حُكْمٌ شَرْعِيٌّ، لَا سِيَّمَا فِي مِثْلِ هٰذَا الْاَمْرِ الَّذِي لَوْ كَانَ مَشْرُوعًا مَّنْدُوبًا، لَكَانَ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ اَعْلَمَ بِهٖ وَاَعْمَلَ بِهٖ مِنْ غَيْرِهِمْ'

"عتبی والی حکایت جس کی طرف سبکی نے اشارہ کیا ہے، اسے بعض فقہا اور محدثین نے ذکر کیا ہے، لیکن یہ عتبی تک صحیح اور ثابت نہیں ہے، عتبی کے علاوہ دوسرے لوگوں سے بھی یہ گم نام سند کے ساتھ مذکور ہے، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، الغرض اس حکایت سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہو سکتا، خصوصاً ایسے معاملے میں جو اگر مشروع و مستحب ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین عظام بعد والوں سے بڑھ کر اس کو جانتے اور اس پر عمل کرتے۔" (الصارم المنكى في الرد على السبكى ص:۳۲۱؛ وفي نسخة:٤٩٠)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'فَمِثْلُ هٰذَا الْإِمَامِ كَيْفَ يَشْرَعُ دِينًا لَّمْ يُنْقَلْ عَنْ أَحَدِ السَّلَفِ وَيَأْمُرُ الْأُمَّةَ أَنْ يَطْلُبُوا الدُّعَاءَ وَالشَّفَاعَةَ وَالِاسْتِغْفَارَ بَعْدَ مَوْتِ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ مِنْهُمْ عِنْدَ قُبُورِهِمْ وَهُوَ أَمْرٌ لَمْ يَفْعَلْهُ أَحَدٌ مِنْ سَلَفِ الْأُمَّةِ؟'

”تقی جیسا امام ایسی بات کو دین کیسے قرار دے سکتا ہے، جو سلف صالحین میں سے کسی سے منقول نہیں، کیسے ممکن ہے کہ تقی انبیائے کرام اور صالحین کی وفات کے بعد ان کی قبروں پر جا کر ان سے دعا، شفاعت اور استغفار طلب کرنے کا حکم دے، حالانکہ یہ ایسا کام ہے، جسے اسلاف امت میں سے کسی نے نہیں کیا۔“ (مجموع الفتاویٰ:1/221)

تنبیہ 1:

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے بھی ایک اعرابی کا واقعہ بیان کیا ہے جو نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر آیا تھا............

(المنتقیٰ من مسموعات مرو للضیاء المقدسی:٤١٨؛ المکتبة الشاملة)

لیکن یہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ پر صریح بہتان ہے، کیونکہ:

١۔ ابن بنت یزید بن ہارون کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

٢۔ حسن بن یوسف کاتب کون ہے؟ معلوم نہیں ہو سکا۔

٣۔ ابوالحسن محمد بن اسحاق التمار کی توثیق نہیں مل سکی۔

٤۔ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن یزداد رازی کی توثیق نہیں ملی۔

٥۔ ابوعلی حسین بن ابراہیم قنطری کے حالات نہیں مل سکے۔

جس سند میں کئی نامعلوم افراد موجود ہوں، وہ ثابت کیسے ہو سکتی ہے، یہ کسی نامعلوم جھوٹے کی مذموم کوشش ہے۔

تنبیہ 2:

سعید بن ابی مریم بھی قبر نبی کے متعلق ایک دیہاتی کا واقعہ نقل کرتے ہیں۔

(المجلس من امالی ابی الفتح المقدسی ص:١٥)

یہ بھی سخت باطل روایت ہے کیونکہ:

۱۔ ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عمر بن نصر بن محمد شیبانی کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَقَالَ ابْنُ عَسَاكِرٍ :اتُّهِمَ فِي لِقَاءِ أَبِي إِسْحَاقَ بْنِأَبِي ثَابِتٍ'

''امام ابن عساکر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابواسحاق بن ابوثابت کے ساتھ دعویٰ ملاقات کی وجہ سے اس پر جھوٹ کا الزام تھا۔''(میزان الاعتدال:۵۸۰/۲)

یہی بات علامہ عبدالعزیز کتانی رحمہ اللہ نے کہی ہے۔

(لسان المیزان لابن حجر:۴۲۴/۳)

۲۔ ابوالحسن علی بن خضر بن سلیمان بن سعید سلمی رحمہ اللہ کے بارے میں حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'سَمِعَ الْكَثِيرَ ، وَجَمَعَ مَا لَوْ لَمْ يَجْمَعْهُ ، كَانَ خَيْرًا لَّهُ'

''اس نے بہت سے لوگوں سے سماع کیا ہے اور ایسی روایات جمع کیں کہ ان کو جمع نہ کرنا ہی اس کے لیے بہتر تھا۔''(تاریخ دمشق:۴۶۱/۴۱)

نیز فرماتے ہیں:'وَسَمِعَ مِنْ شَيْخِنَا أَبِي الْحَسَنِ بْنِ قَيْسٍ ، وَلَمْ يَقَعْ إِلَيْنَا مِنْ حَدِيثِهِ عَنْهُ شَيْءٌ إِلَّا بَعْدَ مَوْتِ ابْنِ قَيْسٍ ، وَكَانَجَدِّي أَبُو الْمُفَضَّلِ يَذْكُرُ أَنَّه سَمِعَ مِنْهُ ، وَلَمْ يُجْرِ سَمَاعَهُ مِنْهُ'

''اس نے ہمارے شیخ ابوالحسن بن قیس سے سماع کیا تھا، ہمارے پاس ابوالحسن بن قیس کی احادیث بواسطہ علی بن خضر ان کی موت کے بعد ہی پہنچیں، میرے دادا ابوالمفضل

بیان کرتے تھے کہ انہوں نے علی بن خضر سے سماع کیا، لیکن انہوں نے اس سے سنی ہوئی روایات کو آگے بیان نہیں کیا۔" (تاریخ دمشق:٤٦٢/٤١)

علامہ عبدالعزیز کتانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'صَنَّفَ کُتُبًا کَثِیرَۃً، لَمْ یَکُنْ ھٰذَا الشَّأْنُ مِنْ صُنْعَتِہٖ، وَخُلِّطَ تَخْلِیطًا عَظِیمًا، کَانَ یَرْوِی اَشْیَاءَ لَیْسَتْ لَہ سَمَاعٌ وَّلَا إِجَازَۃٌ'' "اس نے بہت سی کتابیں تصنیف کی تھیں، لیکن یہ کام اس کے بس کا نہیں تھا، اس کا حافظہ بہت زیادہ خراب ہوگیا تھا، وہ ایسی روایات بیان کرتا تھا، جس کا نہ اس نے سماع کیا تھا، نہ ان کو بیان کرنے کی اسے اجازت ملی تھی۔" (تاریخ دمشق لابن عساکر:٤٦٣/٤١)

روایت نمبر 7:

ابواسحاق قرشی کہتے ہیں:

'کَانَ عِنْدَنَا رَجُلٌ بِالْمَدِینَۃِ، إِذْ رَاٰی مُنْکَرًا لَّا یُمْکِنُہٗ أَنْ یُّغَیِّرَہٗ اَتَی الْقَبْرَ، فَقَالَ:

اَیَا قَبْرَ النَّبِیِّ وَصَاحِبَیْہِ ------- اَلَا یَا غَوْثَنَا، لَوْ تَعْلَمُوْنَا'

"مدینہ میں ہمارے قریب ایک آدمی رہتا تھا۔ جب وہ کسی ایسی برائی کو دیکھتا جس کو ختم کرنے کی اس میں طاقت نہ ہوتی تو نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر کہتا: اے نبی اکرم ﷺ اور آپ کے دو ساتھیوں (سیّدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی قبر! اگر آپ ہمیں جانتے ہیں تو ہماری مدد کیجیے۔" (شعب الایمان للبیہقی:٣٨٧٩)

تبصرہ:

اس روایت کی سند میں ابواسحاق قرشی کون ہے؟ اس کا تعین درکار ہے، نیز

اس کی توثیق بھی مطلوب ہے۔

روایت نمبر 8:

داؤد بن ابی صالح حجازی کا بیان ہے:

'أَقْبَلَ مَرْوَانُ يَوْمًا، فَوَجَدَ رَجُلًا وَّاضِعًا وَجْهَه عَلَى الْقَبْرِ، فَقَالَ: أَتَدْرِي مَا تَصْنَعُ؟ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ، فَإِذَا هُوَ أَبُو أَيُّوبَ، فَقَالَ: نَعَمْ، جِئْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ آتِ الْحَجَرَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تَبْكُوا عَلَى الدِّينِ إِذَا وَلِيَه أَهْلُه، وَلٰكِنِ ابْكُوا عَلَيْهِ إِذَا وَلِيَه غَيْرُ أَهْلِه'

''ایک دن مروان آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے تھا۔ مروان نے کہا: تمہیں معلوم ہے کہ کیا کر رہے ہو؟ اس شخص نے مروان کی طرف چہرہ موڑا تو وہ سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں! مجھے خوب معلوم ہے، میں آج حجر اسود کے پاس نہیں گیا، بلکہ رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آیا ہوں۔ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ جب دین کا والی کوئی دین دار شخص بن جائے تو اس پر نہ رونا۔ اس پر اس وقت رونا جب اس کے والی نااہل لوگ بن جائیں۔''

(مسند الامام احمد: ٤٢٢/٥، المستدرك على الصحيحين للحاكم: ٥١٥/٤)

تبصرہ:

اس روایت کی سند ضعیف ہے، اس کے راوی داود بن ابی صالح حجازی کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'لَا یُعْرَفُ'۔ ''یہ مجہول راوی ہے۔'' (میزان الاعتدال :۹/۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

'مَقْبُولٌ' ۔ ''یہ مجہول الحال شخص ہے۔'' (تقریب التہذیب :۱۷۹۲)

لہٰذا امام حاکم رحمہ اللہ کا اس کی بیان کردہ اس روایت کی سند کو ''صحیح'' کہنا اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا ان کی موافقت کرنا صحیح نہیں۔

دین کی باتیں ثقہ لوگوں سے قبول کی جائیں گی نہ کہ مجہول اور لاپتہ افراد سے۔

فائدہ:

یہ روایت قبر کے ذکر کے بغیر معجم کبیر طبرانی (۴/ ۱۸۹، ح:۳۹۹۹) اور معجم اوسط طبرانی (۱/ ۹۴، ح:۲۸۴) میں بھی موجود ہے، لیکن اس کی سند درج ذیل وجوہ سے ضعیف ہے:

1. سفیان بن بشر کوفی راوی نامعلوم اور غیر معروف ہے۔
حافظ ہیثمی رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:
'وَلَمْ أَعْرِفْهُ'' میں اسے نہیں پہچانتا۔'' (مجمع الزوائد :۹/ ۱۳۰)

2. مطلب بن عبداللہ بن حنطب راوی ''مدلس'' ہے اور وہ بصیغہ ''عن'' روایت کر رہا ہے۔ اس کے سماع کی تصریح نہیں ملی۔

3. مطلب بن عبداللہ کا سیّدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ سے سماع بھی ثابت نہیں۔

4. اس روایت میں امام طبرانی رحمہ اللہ کے دو استاذ ہیں، ایک ہارون بن سلیمان ابوذر ہے اور وہ مجہول ہے، جبکہ دوسرا احمد بن محمد بن حجاج بن رشدین ہے اور وہ ضعیف ہے۔ اس کے بارے میں امام ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'سَمِعْتُ مِنْهُ بِمِصْرَ، وَلَمْ أُحَدِّثْ عَنْهُ، لِمَا تَكَلَّمُوا فِيهِ'

''میں نے اس سے مصر میں احادیث سنی تھیں، لیکن میں وہ احادیث بیان نہیں کرتا کیونکہ محدثین کرام نے اس پر جرح کی ہے۔'' (الجرح والتعدیل :۷۵/۲)

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'صَاحِبُ حَدِيثٍ كَثِيرٍ، أُنْكِرَتْ عَلَيْهِ أَشْيَاءُ، وَهُوَ مِمَّنْ يُكْتَبُ حَدِيثُه مَعَ ضُعْفِهِ'

''اس کے پاس بہت سی احادیث تھیں، ان میں سے کئی ایک روایات کو محدثین کرام نے منکر قرار دیا ہے، اس کے ضعیف ہونے کے باوجود اس کی حدیث (متابعات و شواہد میں) لکھی جائے گی۔'' (الکامل فی ضعفاء الرجال :۱۹۸/۱)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے بھی احمد بن محمد بن حجاج بن رشدین کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(مجمع الزوائد :۲۵/۲، ۶۹۴/۶)

فائدہ:

اس کی تیسری سند ابوالحسین یحییٰ بن حسن بن جعفر بن عبیداللہ حسینی کی کتاب ''اخبار المدینۃ'' میں آتی ہے۔ (شفاء السقام للسبکی، ص:۳۴۳) اس میں عمر بن خالد راوی نامعلوم ہے، باقی مطلب بن عبداللہ کی تدلیس اوران کا سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے عدم سماع کا مسئلہ بھی ہے۔

روایت نمبر ⑨:

'قَالَ ابْنُ عَسَاكِرِ: أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ الْأَكْفَانِيِّ: نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ

اَحْمَدَ : اَنَا تَمَّامُ بْنُ مُحَمَّدٍ:نَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ:نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَيْضِ:نَا اَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالِ بْنِ اَبِى الدَّرْدَاءِ: حَدَّثَنِى اَبِى مُحَمَّدُ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ، قَالَ:إِنَّ بِلَالًا رَاٰى فِى مَنَامِهِ النَّبِىَّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)، وَهُوَ يَقُولُ لَه :مَا هٰذِهِ الْجَفْوَةُ يَا بِلَالُ !اَمَا اٰنَ لَكَ أَنْ تَزُورَنِى يَا بِلَالُ؟ فَانْتَبَهَ حَزِينًا وَّجِلًا خَائِفًا، فَرَكِبَ رَاحِلَتَه وَقَصَدَ الْمَدِينَةَ، فَاَتٰى قَبْرَ النَّبِىِّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)، فَجَعَلَ يَبْكِى عِنْدَه، وَيُمَرِّغُ وَجْهَه عَلَيْهِ، وَاَقْبَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ، فَجَعَلَ يَضُمُّهُمَا وَيُقَبِّلُهُمَا، فَقَالَا لَه:يَا بِلَالُ ! نَشْتَهِى نَسْمَعُ اَذَانَكَ الَّذِى كُنْتَ تُؤَذِّنُه لِرَسُولِ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فِى السَّحَرِ، فَفَعَلَ، فَعَلَا سَطْحَ الْمَسْجِدِ، فَوَقَفَ مَوْقِفَهُ الَّذِى كَانَ يَقِفُ فِيهِ، فَلَمَّا أَنْ قَالَ : اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، ارْتَجَّتِ الْمَدِينَةُ، فَلَمَّا أَنْ قَالَ : اَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، زَادَ تَعَاجِيجُهَا، فَلَمَّا أَنْ قَالَ:اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، خَرَجَ الْعَوَاتِقُ مِنْ خُدُورِهِنَّ، فَقَالُوا: أَبُعِثَ رَسُولُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)، فَمَا رُئِىَ يَوْمٌ اَكْثَرَ بَاكِيًا وَّلَا بَاكِيَةً بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مِنْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ'

''سیّدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے بلال! یہ کیا بے رُخی ہے؟ کیا تمہارے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ تم میری زیارت کرو؟ اس پر سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے۔ انہوں نے اپنی سواری کا رخ مدینہ منورہ کی طرف کرلیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر پہنچے اور اس کے پاس رونا شروع کردیا۔

اپنا چہرہ اس پر ملنے لگے۔ سیّدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما ادھر آئے تو سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ان سے معانقہ کیا اور ان کو بوسہ دیا۔ ان دونوں نے سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: ہم آپ کی وہ اذان سننا چاہتے ہیں جو آپ مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہا کرتے تھے۔ انہوں نے ہاں کر دی۔ مسجد کی چھت پر چڑھے اور اپنی اس جگہ کھڑے ہو گئے جہاں دورِ نبوی میں کھڑے ہوتے تھے۔ جب انہوں نے (اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اللّٰہُ اَکْبَرُ) کہا تو مدینہ (رونے کی آواز سے) گونج اٹھا۔ پھر جب انہوں نے (اَشْھَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ) کہا تو آوازیں اور زیادہ ہو گئیں۔ جب وہ (اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ) پر پہنچے تو دوشیزائیں اپنے پردوں سے نکل آئیں اور لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ زندہ ہو گئے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نے مدینہ میں مَردوں اور عورتوں کے رونے والا اس سے بڑا دن کوئی نہیں دیکھا۔"

(تاریخ دمشق لابن عساکر :۱۳۷/۷)

تبصرہ:

یہ گھڑنتل ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَهِيَ قِصَّةٌ بَيِّنَةُ الْوَضْعِ'

"یہ داستان واضح طور پر کسی کی گھڑنتل ہے۔" (لسان المیزان :۱۰۸/۱)

علامہ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'هٰذَا الْأَثَرُ الْمَذْكُورُ عَنْ بِلَالٍ لَيْسَ بِصَحِيحٍ'

"سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ سے منسوب مذکورہ روایت ثابت نہیں۔"

(الصارم المنکی فی الردّ علی السبکی، ص:۳۱٤)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'إِسْنَادُہ لَيِّنٌ، وَھُوَ مُنْكَرٌ'

''اس کی سند کمزور ہے اور یہ روایت منکر ہے۔''(سیر أعلام النبلاء :۳۵۸/۱)

ابن عراق کنانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'وَھِیَ قِصَّةٌ بَيِّنَةُ الْوَضْعِ'

''یہ قصہ مبینہ طور پر گھڑا ہوا ہے۔''(تنزیه الشریعة :۵۹)

اس روایت کی سند میں کئی خرابیاں ہیں۔ تفصیل یہ ہے:

1. ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن سلیمان بن بلال کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ مجہول ہے۔(تاریخ الاسلام :٦٧/١٧)

نیز فرماتے ہیں:

'فِيهِ جَهَالَةٌ'' یہ نامعلوم راوی ہے۔''(میزان الاعتدال :٦٤/١، ت :٢٠٥)

حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'هٰذَا شَيْخٌ لَّمْ يُعْرَفْ بِثِقَةٍ وَّأَمَانَةٍ، وَلَا ضَبْطٍ وَّعَدَالَةٍ، بَلْ هُوَ مَجْهُولٌ غَيْرُ مَعْرُوفٍ بِالنَّقْلِ، وَلَا مَشْهُورٍ بِالرِّوَايَةِ، وَلَمْ يَرْوِ عَنْهُ غَيْرُ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَيْضِ، رَوٰى عَنْهُ هٰذَا الْأَثَرَ الْمُنْكَرَ'' یہ ایسا راوی ہے جس کی امانت و دیانت اور ضبط و عدالت معلوم نہیں۔ یہ مجہول ہے اور نقل روایت میں غیر معروف ہے۔ اس سے محمد بن فیض کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی اور اس نے بھی یہ منکر قصہ اس سے روایت کیا ہے۔''(الصارم المنکی، ص :۳۱٤)

❷ اس روایت کے دوسرے راوی سلیمان بن بلال بن ابو درداء کے بارے میں حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'بَلْ هُوَ مَجْهُولُ الْحَالِ، وَلَمْ يُوَثِّقْهُ أَحَدٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ، فِيمَا عَلِمْنَاهُ'

"یہ مجہول الحال شخص ہے، ہمارے علم کے مطابق اسے کسی ایک بھی عالم نے معتبر قرار نہیں دیا۔" (الصارم المنکی فی الرّد علی السبکی، ص:٣١٤)

❸ سلیمان بن بلال کا سیّدہ ام درداء رضی اللہ عنہا سے سماع بھی ثابت نہیں، یوں یہ روایت منقطع بھی ہے، حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَلَا يُعْرَفُ لَه سَمَاعٌ مِّنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ'

اس کا سیّدہ ام درداء رضی اللہ عنہا سے سماع بھی معلوم نہیں ہو سکا۔

(الصارم المنکی فی الرّد علی السبکی، ص:٣١٤)

حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے آخری فیصلہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں:

'وَهُوَ أَثَرٌ غَرِيبٌ مُّنْكَرٌ، وَإِسْنَادُه مَجْهُولٌ، وَفِيهِ انْقِطَاعٌ'

"یہ روایت غریب اور منکر ہے۔ اس کی سند مجہول ہے اور اس میں انقطاع بھی ہے۔"

(الصارم المنکی فی الرّد علی السبکی، ص:٣١٤)

تنبیہ:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'إِسْنَادُه جَيِّدٌ، مَا فِيهِ ضَعِيفٌ، لٰكِنْ إِبْرَاهِيمُ هٰذَا مَجْهُولٌ'

''اس کی سند عمدہ ہے۔ اس میں کوئی ضعیف راوی نہیں، البتہ یہ ابراہیم نامی راوی مجہول ہے۔''

(تاریخ الاسلام : ٣٧٣/٥، بتحقیق بشّار، وفی نسخة :٦٧/١٧)

یہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ کا علمی تسامح ہے۔ جس روایت کی سند میں دو راوی مجہول ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ انقطاع بھی ہو، وہ عمدہ کیسے ہو سکتی ہے؟ پھر خود انہوں نے اپنی دوسری کتاب (سیر اعلام النبلاء :١/ ٣٥٨) میں اس کی سند کو کمزور اور اس روایت کو منکر بھی قرار دے رکھا ہے جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں۔

اس بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ کی بات درست ہے کہ یہ قصہ جھوٹا اور من گھڑت ہے۔ یہ ان مجہول راویوں میں سے کسی کی کارروائی ہے۔ واللہ اعلم!

روایت نمبر ⑩:

محمد بن منکدر بیان کرتے ہیں:

رَأَیْتُ جَابِرًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهُوَ یَبْکِی عِنْدَ قَبْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ یَقُولُ: هٰهُنَا تُسْکَبُ الْعَبَرَاتُ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُولُ: مَا بَیْنَ قَبْرِی وَمِنْبَرِی رَوْضَةٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ'

''میں نے سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس روتے دیکھا۔ وہ فرما رہے تھے: آنسو بہانے کی جگہ یہی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: میری قبر اور میرے منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغیچوں مں سے ایک باغیچہ ہے۔'' (شعب الایمان للبیهقی :٣٨٦٦)

تبصرہ:

اس کی سند سخت ترین ضعیف ہے، کیونکہ:

❶ امام بیہقی رحمہ اللہ کا استاذ محمد بن حسین ابو عبدالرحمن سلمی ضعیف ہے۔

اس کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'تَكَلَّمُوا فِيهِ، وَلَيْسَ بِعُمْدَةٍ'

''محدثین کرام نے اس پر جرح کی ہے، یہ اچھا شخص نہیں تھا۔''

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال: ٥٢٣/٣)

انہوں نے اسے ''ضعیف'' بھی کہا ہے۔ (تذکرۃ الحفّاظ: ١٦٦/٣)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس پر جرح کی ہے۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة: ٢٥٢/٢)

محمد بن یوسف قطان نیشاپوری فرماتے ہیں:

'غَيْرُ ثِقَةٍ، وَكَانَ يَضَعُ لِلصُّوفِيَةِ الْأَحَادِيثَ'

''یہ قابل اعتبار شخص نہیں تھا اور یہ صوفیوں کے لیے روایات گھڑتا تھا۔''

(تاریخ بغداد للخطیب: ٢٤٧/٢، وسندہٗ صحیحٌ)

❷ اس کے مرکزی راوی محمد بن یونس بن موسیٰ کدیمی کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'اُتُّهِمَ بِوَضْعِ الْحَدِيثِ وَبِسَرِقَتِهِ'

''اس پر حدیث گھڑنے اور چوری کرنے کا الزام ہے۔''

(الکامل فی ضعفاء الرجال: ٢٩٢/٦)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَكَانَ يَضَعُ عَلَى الثِّقَاتِ الْحَدِيثَ وَضْعًا، وَلَعَلَّه قَدْ وَضَعَ أَكْثَرَ مِنْ أَلْفِ حَدِيثٍ'

''یہ شخص ثقہ راویوں سے منسوب کر کے خود حدیث گھڑ لیتا تھا۔ شاید اس نے ایک ہزار سے زائد احادیث گھڑی ہیں۔''

(كتاب المجروحين: ٣١٣/٢)

امام دار قطنی رحمہ اللہ نے اسے ''متروک'' قرار دیا ہے۔ (سوالات الحاکم: ۱۷۳)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

'كَانَ الْكُدَيْمِيُّ يُتَّهَمُ بِوَضْعِ الْحَدِيثِ'

''کُدیمی پر حدیث گھڑنے کا الزام تھا۔'' (سوالات السهمي: ٧٤)

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کے سامنے اس کی ایک روایت پیش کی گئی تو انہوں نے فرمایا: 'لَيْسَ هٰذَا حَدِيثٌ مِّنْ أَهْلِ الصِّدْقِ'

''یہ سچے شخص کی بیان کردہ حدیث نہیں۔''

(الجرح والتعديل لابن ابي حاتم: ١٢٢/٨)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'أَحَدُ الْمَتْرُوكِينَ' ''یہ ایک متروک راوی ہے۔''

(ميزان الاعتدال في نقد الرجال: ٧٤/٤، ت: ٨٣٥٣)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(تقريب التهذيب: ٦٤١٩)

روایت نمبر ⑪:

جب سیّدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے خط پر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو شام کی طرف کوچ کرنے کے لئے شہر سے باہر نکلنے کو کہا تو سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مسجد نبوی میں حاضر ہو کر چار رکعت نماز ادا کی پھر قبر رسول کی زیارت کی اور سلام کیا۔ (فتوح الشام للواقدی:۱/۳۰۶-۳۰۷)

تبصرہ:

یہ بے سند کہانی ہے، محمد بن عمر واقدی کی گھڑنتل ہے، امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'عِنْدِیْ مِمَّنْ یَّضَعُ الْحَدِیْثَ'

''میرے نزدیک اس کا شمار حدیث گھڑنے والوں میں سے تھا۔''

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم:۸/۲۱؛ وسندہٗ صحیحٌ)

اسے امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ (الجرح والتعدیل:۸/۲۱)، امام بخاری رحمہ اللہ (الضعفاء الکبیر للعقیلی:۴/۱۰۷؛ وسندہٗ صحیحٌ)، امام مسلم رحمہ اللہ (الکنی والاسماء:۱۹۵۲) امام نسائی رحمہ اللہ (الضعفاء:۵۵۷) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تقریب التہذیب:۶۱۷۵) نے ''متروک الحدیث'' کہا ہے۔

امام بندار بن بشار رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'مَا رَأَیْتُ أَکْذَبَ شَفَتَیْنِ مِنَ الْوَاقِدِیِّ'

''میں نے واقدی سے بڑھ کر جھوٹے ہونٹوں کا راوی نہیں دیکھا۔''

(تاریخ بغداد للخطیب:۳/۱۴؛ وسندہٗ صحیحٌ)

اسے امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ۸/ ۲۱)، امام دارقطنی رحمہ اللہ (سنن الدارقطنی: ۲/ ۱۶۴) نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'يَرْوِي أَحَادِيثَ غَيْرَ مَحْفُوظَةٍ وَّالْبَلَاءُ مِنْهُ، وَمُتُونُ أَخْبَارِ الْوَاقِدِيِّ غَيْرُ مَحْفُوظَةٍ، وَهُوَ بَيِّنُ الضَّعْفِ'

''یہ غیر محفوظ احادیث بیان کرتا ہے اور یہ مصیبت اسی کی طرف سے ہے، نیز واقدی کی روایات کے متون غیر محفوظ اور واضح ضعیف ہیں۔'' (الكامل في ضعفاء الرجال: ٦/ ٢٤٣)

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَالْوَاقِدِيُّ عِنْدَ أَئِمَّةِ أَهْلِ النَّقْلِ ذَاهِبُ الْحَدِيْثِ'

''واقدی ائمہ محدثین کرام کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔''

(تاريخ بغداد: ١/ ٣٧)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'ضَعَّفَهُ الْجُمْهُوْرُ' ''اسے جمہور محدثین کرام نے ضعیف کہا ہے۔''

(مجمع الزوائد: ٣/ ٢٥٥)

حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'وَقَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُوْرُ' ''یقیناً اسے جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے۔''

(البدر المنير: ٥/ ٣٢٤)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'وَقَدْ تَقَرَّرَ أَنَّ الوَاقِدِيَّ ضَعِيفٌ'

''یہ بات مسلّم ہے کہ واقدی ضعیف راوی ہے۔'' (سیر اعلام النبلاء :۹/۴۵۴)

روایت نمبر ⑫:

کعب الاحبار رحمہ اللہ کے قبولِ اسلام کے بعد سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: ''کیا آپ قبرِ رسول کی زیارت کے لئے میرے ساتھ چلو گے؟ انہوں نے کہا: امیر المومنین جی ہاں! پھر جب کعب الاحبار اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو سب سے پہلے قبر رسول کی زیارت کی اور سلام کہا، پھر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر پر کھڑے ہو کر سلام کیا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔'' (فتوح الشام للواقدی:۱/۳۱۸)

تبصرہ:

یہ بے سند روایت ہے، محمد بن عمر واقدی کی کارستانی ہے، ایسی بے سند باتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

روایت نمبر ⑬:

اسماعیل بن یعقوب تیمی کہتے ہیں:

'كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ يَجْلِسُ مَعَ أَصْحَابِهِ فَكَانَ يَصِيبُهُ الصَّمَاتُ فَكَانَ يَقُومُ كَمَا هُوَ يَضَعُ خَدَّهُ عَلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَرْجِعُ فَعُوتِبَ فِي ذٰلِكَ فَقَالَ: إِنَّهُ تُصِيبُنِي خَطَرٌ فَإِذَا وَجَدْتُ ذٰلِكَ اِسْتَغَثْتُ بِقَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَأْتِي مَوْضِعًا فِي الْمَسْجِدِ فِي الصَّحْنِ فَيَتَمَرَّغُ وَيَضْطَجِعُ فَقِيلَ لَهُ فِي ذٰلِكَ فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْمَوْضِعِ؛ قَالَ: أَرَاهُ فِي النَّوْمِ'

''محمد بن منکدر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بیٹھتے تو ان کو بہرہ پن کی مرض لاحق ہو جاتی،

وہ وہاں سے اُٹھ کر نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر اپنے رخسار رکھتے، پھر واپس پلٹ آتے، اس فعل پر انہیں ملامت کیا گیا تو انہوں نے کہا: جب مجھے اس مرض کا خطرہ محسوس ہوتا ہے تو میں نبی کریم ﷺ کی قبر پر جا کر فریاد کرتا ہوں، اسی طرح وہ مسجد کے صحن میں مٹی میں پلٹیاں مارتے اور وہاں لیٹ جاتے، ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: اس جگہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا تھا۔''

(التاريخ الكبير لابن أبي خيثمة: ٢/٢٥٨-٢٥٩، ت: ٢٧٧٨، تاريخ دمشق لابن عساكر: ٥٦/٥٠، سير أعلام النبلاء للذهبي: ٥/٣٥٨-٣٥٩)

تبصرہ

یہ اثر سخت ضعیف اور منکر ہے، اس کے راوی اسماعیل بن یعقوب تیمی کے بارے میں امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'هُوَ ضَعِيفُ الْحَدِيثِ'

''یہ ضعیف الحدیث راوی ہے۔''

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ٢/٢٠٤)

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اسے ''الضعفاء والمتروکون'' (١/١٢٣، ت: ٤٢٩) میں ذکر کیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'فِيهِ لِينٌ' ''اس میں کمزوری ہے۔'' (تاریخ اسلام: ٣/٥٢١، ت: بشار)

نیز فرماتے ہیں:

'ضَعَّفَهُ أَبُو حَاتِمٍ. وَلَهُ حِكَايَةٌ مُنْكَرَةٌ عَنْ مَالِكٍ سَاقَهَا الْخَطِيبُ'

”اسے امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے، اس نے امام مالک رحمہ اللہ سے ایک منکر حکایت بیان کی ہے، جسے امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔“ (میزان الاعتدال: ۱/۲۵٤)

امام ابن حبان رحمہ اللہ کا اسے ”الثقات“ (۸/۹۳) میں ذکر کرنا ناقابلِ التفات ہے۔

معلوم ہوا کہ بعض الناس کا دامن دلائل سے خالی ہے تب ہی تو وہ عقیدہ کے باب میں جھوٹوں کی بات عام کر رہے ہیں۔

فائدہ:

ان غیر ثابت شدہ دلائل کے برعکس کچھ ایسے ثابت شدہ دلائل موجود ہیں جو قبر نبی سے توسل و تبرک کے ناجائز ہونے پر دلالت کرتے ہیں، ملاحظہ ہوں:

۱۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

’أَنَّهُمْ لَمَّا فَتَحُوا تُسْتَرَ قَالَ: فَوَجَدَ رَجُلًا أَنْفُهُ ذِرَاعٌ فِي التَّابُوتِ، كَانُوا يَسْتَظْهِرُونَ وَيَسْتَمْطِرُونَ بِهِ، فَكَتَبَ أَبُو مُوسَى إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِذٰلِكَ، فَكَتَبَ عُمَرُ: إِنَّ هٰذَا نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالنَّارُ لَا تَأْكُلُ الْأَنْبِيَاءَ، وَالْأَرْضُ لَا تَأْكُلُ الْأَنْبِيَاءَ، فَكَتَبَ أَنِ انْظُرْ أَنْتَ وَأَصْحَابُكَ يَعْنِي أَصْحَابَ أَبِي مُوسَى فَادْفِنُوهُ فِي مَكَانٍ لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ غَيْرُكُمَا قَالَ: فَذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُو مُوسَى فَدَفَنَّاهُ‘

”جب صحابہ کرام نے تستر کو فتح کیا تو وہاں تابوت میں ایک شخص کا جسم دیکھا، ان کی ناک ہمارے ایک ہاتھ کے برابر تھی، وہاں کے لوگ اس تابوت کے وسیلے سے غلبہ و بارش طلب کیا کرتے تھے، سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سیدنا عمر بن

خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھ کر سارا واقعہ بیان کیا، سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں سے ایک نبی ہیں۔ نہ آگ نبی کو کھاتی ہے نہ زمین۔ پھر فرمایا: تم اور تمہارے ساتھی کوئی ایسی جگہ دیکھو جس کا تم دونوں کے علاوہ کسی کو علم نہ ہو، وہاں اس تابوت کو دفن کر دو۔''

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''میں اور سیّدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما گئے اور انہیں (ایک گم نام جگہ میں) دفن کر دیا۔''

(مصنف ابن ابی شیبة: ۲۷/۱۳؛ وسندہٗ صحیحٌ)

اگر نبی کی قبر سے تبرک لینا جائز ہوتا تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کبھی یہ نہ فرماتے: تم اور تمہارے ساتھی کوئی ایسی جگہ دیکھو جس کا تم دونوں کے علاوہ کسی کو علم نہ ہو، وہاں اس تابوت کو دفن کر دو۔ انہوں نے ایسا کیا بھی۔ حکمت کی بات تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر کے علاوہ کسی نبی کی قبر کا علم ہمیں نہیں دیا اور نبی کریم ﷺ کی قبر کو ہر قسم کے غلوّ سے بچائے بھی رکھا، اسی طرح بہت سے صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کی قبروں کا ہمیں علم نہیں، کیونکہ قبروں سے تبرک اور وسیلہ پکڑنا جائز نہیں، ورنہ انبیائے کرام کی قبریں ہم پر ظاہر کر دی جائیں۔

۲۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر سے واپسی کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کرتے تو آپ ﷺ کی قبر پر کھڑے ہو کر سلام کرتے۔

(الموطا امام مالک: ۱۶۶/۱، ح: ۶۸؛ وسندہٗ صحیحٌ)

۳۔ نافع تابعی رحمہ اللہ اپنے استاذ، صحابی جلیل کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

'إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَكْرَهُ مَسَّ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'

''سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کو چھونا مکروہ سمجھتے تھے۔''

(جزء محمد بن عاصم الثقفی، ص: ۱۰۶، ح: ۲۷، سیر اعلام النبلاء للذهبی: ۳۷۸/۱۲، وسندهٗ صحیحٌ)

۴۔ مشہور تابعی ابو العالیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

'لَمَّا افْتَتَحْنَا تُسْتَرَ وَجَدْنَا فِي بَيْتِ مَالِ الْهُرْمُزَانِ سَرِيرًا عَلَيْهِ رَجُلٌ مَيِّتٌ، عِنْدَ رَأْسِهِ مُصْحَفٌ لَهُ، فَأَخَذْنَا الْمُصْحَفَ، فَحَمَلْنَاهُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَدَعَا لَهُ كَعْبًا، فَنَسَخَهُ بِالْعَرَبِيَّةِ، أَنَا أَوَّلُ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ قَرَأَهُ. قَرَأْتُهُ مِثْلَ مَا أَقْرَأُ الْقُرْآنَ هٰذَا. فَقُلْتُ لِأَبِي الْعَالِيَةِ: مَا كَانَ فِيهِ؟ فَقَالَ: سِيرَتُكُمْ، وَأُمُورُكُمْ، وَدِينُكُمْ، وَلُحُونُ كَلَامِكُمْ، وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدُ. قُلْتُ: فَمَا صَنَعْتُمْ بِالرَّجُلِ؟ قَالَ: حَفَرْنَا بِالنَّهَارِ ثَلَاثَةَ عَشَرَ قَبْرًا مُتَفَرِّقَةً، فَلَمَّا كَانَ فِي اللَّيْلِ دَفَنَّاهُ وَسَوَّيْنَا الْقُبُورَ كُلَّهَا، لِنُعَمِّيَهُ عَلَى النَّاسِ لَا يَنْبُشُونَهُ، فَقُلْتُ: وَمَا تَرْجُونَ مِنْهُ؟ قَالَ: كَانَتِ السَّمَاءُ إِذَا حُبِسَتْ عَلَيْهِمْ بَرَزُوا بِسَرِيرِهِ فَيُمْطَرُونَ. قُلْتُ: مَنْ كُنْتُمْ تَظُنُّونَ الرَّجُلَ؟ قَالَ: رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: دَانْيَالُ، فَقُلْتُ: مُذْ كَمْ وَجَدْتُمُوهُ مَاتَ؟ قَالَ: مُذْ ثَلَاثِمِائَةِ سَنَةٍ. فَقُلْتُ: مَا كَانَ تَغَيَّرَ شَيْءٌ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا شُعَيْرَاتٌ مِنْ قَفَاهُ، إِنَّ لُحُومَ الْأَنْبِيَاءِ لَا تُبْلِيهَا الْأَرْضُ، وَلَا تَأْكُلُهَا السِّبَاعُ'

''ہم نے جب تستر شہر کو فتح کیا تو ہرمزان کے بیت المال میں ایک چارپائی دیکھی، جس پر ایک فوت شدہ شخص پڑا تھا، ان کے سر کے پاس ایک کتاب پڑی تھی، ہم نے وہ کتاب اٹھالی اور اسے سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے۔ انہوں نے کعب الاحبار تابعی کو بلایا، جنہوں نے اس کتاب کا عربی میں ترجمہ کر دیا، میں

عربوں میں پہلا شخص تھا جس نے اس کتاب کو پڑھا، میں اس کتاب کو یوں پڑھ رہا تھا گویا کہ قرآن کو پڑھ رہا ہوں۔

ابو العالیہ رحمہ اللہ کے شاگرد کہتے ہیں: میں نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے پوچھا: اس کتاب میں کیا لکھا تھا؟ انہوں نے فرمایا: اس میں امت محمدیہ کی سیرت، معاملات، دین، تمہارے لہجے اور بعد کے حالات پر روشنی ڈالی گئی تھی۔

میں نے عرض کیا: آپ نے اس فوت شدہ شخص کا کیا کیا؟ انہوں نے فرمایا: ہم نے دن کے وقت مختلف جگہوں پر تیرہ (۱۳) قبریں کھودیں، پھر رات کے وقت ان میں سے ایک میں انہیں دفن کر دیا اور سب قبریں زمین کے برابر کر دیں۔ اس طرح کرنے کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو صحیح قبر کا علم نہ ہو اور قبر کشائی نہ کر سکیں، میں نے عرض کیا: وہ لوگ اس فوت شدہ سے کیا امید رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ان کا خیال یہ تھا کہ جب وہ قحط سالی میں مبتلا ہوتے ہیں تو ان کی چارپائی کو باہر نکالنے سے بارش برسائی جاتی ہے، میں نے پوچھا: آپ کے خیال میں وہ شخص کون ہو سکتا تھا؟ انہوں نے کہا: ایک آدمی تھا جسے دانیال کہا جاتا تھا۔ میں نے پوچھا: آپ کے خیال کے مطابق وہ کتنے عرصے سے فوت ہو چکے تھے؟ انہوں نے فرمایا: تین سو (۳۰۰) سال سے۔ میں نے کہا: کیا ان کے جسم میں کوئی تبدیلی آئی تھی؟ انہوں نے فرمایا: بس گدی سے چند بال گرے تھے، کیونکہ انبیائے کرام کے اجسام میں نہ زمین تصرف کرتی ہے، نہ درندے اسے کھاتے ہیں۔''

(السیرۃ لابن اسحاق: ٦٦۔٦٧؛ طبع دار الفکر، دلائل النبوۃ للبیھقی: ۳۸۲/۱، وسندہٗ حسنٌ)

مؤرخ اسلام ومحدث حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (700-774ھ) لکھتے ہیں:

'وَهٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ إِلَى أَبِي الْعَالِيَةِ'

''ابوالعالیہ رحمہ اللہ تک اس کی سند صحیح ہے۔''

(البداية والنهاية:٢/٤٩)

نیز مذکور روایت کے متعلق ایک اشکال کو حل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'وَلٰكِنْ إِنْ كَانَ تَارِيخُ وَفَاتِهِ مَحْفُوظًا مِنْ ثَلَاثِمِائَةِ سَنَةٍ فَلَيْسَ بِنَبِيٍّ بَلْ هُوَ رَجُلٌ صَالِحٌ لِأَنَّ عِيسَى بْنَ مَرْيَمَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ بِنَصِّ الْحَدِيثِ الَّذِي فِي الْبُخَارِيِّ وَالْفَتْرَةُ الَّتِي كَانَتْ بَيْنَهُمَا أَرْبَعُمِائَةِ سَنَةٍ وَقِيلَ سِتُّمِائَةٍ وَقِيلَ سِتُّمِائَةٍ وَعِشْرُونَ سَنَةً وَقَدْ يَكُونُ تَارِيخُ وَفَاتِهِ مِنْ ثَمَانِمِائَةِ سَنَةٍ وَهُوَ قَرِيبٌ مِنْ وَقْتِ دَانْيَالَ'

''اگر تین سو سال والی تاریخ وفات درست ہے تو پھر یہ نبی نہیں ہیں بلکہ کوئی نیک آدمی ہیں، کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث جو کہ اس مسئلہ میں نص ہے، کے مطابق سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی وقفہ میں کوئی نبی نہیں ہے اور یہ درمیانی عرصہ چار سو سال ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ درمیانی وقفہ چھ سو سال اور ایک قول کے مطابق چھ سو بیس سال ہے، لیکن اگر یہ تاریخ وفات آٹھ سو سال مان لی جائے تو پھر یہ سیدنا دانیال علیہ السلام کا قریبی دور بن جاتا ہے۔''

(البداية والنهاية:٢/٥٠)

ان آثار سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام انبیائے کرام کے جسموں اور ان کی قبروں سے تبرک اور توسل کو ناجائز سمجھتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے بڑے اہتمام سے ایک نبی کے جسم مبارک کو چھپا دیا تا کہ نہ لوگوں کو ان کی قبر کا علم ہو، نہ وہ ان سے تبرک اور توسل حاصل کر سکیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱۔۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

'فَفِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ مَا فَعَلَهُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْاَنْصَارُ، مِنْ تَعْمِيَةِ قَبْرِهِ، لِئَلَّا يَفْتَتِنَ بِهِ النَّاسُ، وَهُوَ إِنْكَارٌ مِّنْهُمْ لِذٰلِكَ'

''اس واقعہ میں مہاجرین و انصار صحابہ کرام نے سیدنا دانیال علیہ السلام کی قبر کو چھپایا ہے، تاکہ لوگ اس کی وجہ سے فتنۂ شرک و بدعت میں مبتلا نہ ہوں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام انبیائے کرام اور صلحا کی قبروں سے تبرک و توسل ناجائز سمجھتے تھے۔''

(اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة اصحاب الجحيم :۲/۲۰۰)

شیخ الاسلام ثانی عالم ربانی علامہ ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ (۶۹۱۔۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

'فَفِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ مَا فَعَلَهُ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ مِنْ تَعْمِيَةِ قَبْرِهٖ لِئَلَّا يُفْتَتَنَ بِهِ النَّاسُ، وَلَمْ يُبْرِزُوْهُ لِلدُّعَاءِ عِنْدَهُ وَالتَّبَرُّكِ بِهٖ، وَلَوْ ظَفَرَ بِهِ الْمُتَأَخِّرُوْنَ لَجَادَلُوْا عَلَيْهِ بِالسُّيُوْفِ، وَلَعَبَدُوْهُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، فَهُمْ قَدِ اتَّخَذُوْا مِنَ الْقُبُوْرِ أَوْثَانًا مَنْ لَّا يُدَانِيْ هٰذَا وَلَا يُقَارِبُهٗ، وَأَقَامُوْا لَهَا سَدَنَةً، وَجَعَلُوْهَا مَعَابِدَ أَعْظَمَ مِنَ الْمَسَاجِدِ.

فَلَوْ كَانَ الدُّعَاءُ عِنْدَ الْقُبُوْرِ وَالصَّلَاةُ عِنْدَهَا وَالتَّبَرُّكُ بِهَا فَضِيْلَةً أَوْ سُنَّةً أَوْ مُبَاحًا، لَنَصَبَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ هٰذَا الْقَبْرَ عِلْمًا لِذٰلِكَ، وَدَعَوْا عِنْدَهٗ، وَسَنُّوْا ذٰلِكَ لِمَنْ بَعْدَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا أَعْلَمَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَدِيْنِهٖ مِنَ الْخُلُوْفِ الَّتِيْ خَلَفَتْ بَعْدَهُمْ، وَكَذٰلِكَ التَّابِعُوْنَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ رَاحُوْا عَلٰى هٰذَا السَّبِيْلِ، وَقَدْ كَانَ عِنْدَهُمْ مِنْ قُبُوْرِ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَمْصَارِ عَدَدٌ كَثِيْرٌ، وَهُمْ مُتَوَافِرُوْنَ. فَمَا مِنْهُمْ

مَنِ اسْتَغَاثَ عِنْدَ قَبْرِ صَاحِبٍ، وَلَا دَعَاهُ، وَلَا دَعَا بِهِ، وَلَا دَعَا عِنْدَهُ، وَلَا اسْتَشْفَى بِهِ، وَلَا اسْتَسْقَى بِهِ، وَلَا اسْتَنْصَرَ بِهِ، وَمِنَ الْمَعْلُومِ أَنَّ مِثْلَ هٰذَا مِمَّا تَتَوَفَّرُ الْهِمَمُ وَالدَّوَاعِيْ عَلَى نَقْلِهِ، بَلْ عَلَى نَقْلِ مَا هُوَ دُوْنَهُ.

وَحِيْنَئِذٍ، فَلَا يَخْلُوْ، إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ الدُّعَاءُ عِنْدَهَا وَالدُّعَاءُ بِأَرْبَابِهَا أَفْضَلَ مِنْهُ فِيْ غَيْرِ تِلْكَ الْبُقْعَةِ، أَوْلَا يَكُوْنَ، فَإِنْ كَانَ أَفْضَلُ، فَكَيْفَ خَفِيَ عِلْمًا وَعَمَلاً عَلَى الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَتَابِعِيْهِمْ؟ فَتَكُوْنُ الْقُرُوْنُ الثَّلَاثَةُ الْفَاضِلَةُ جَاهِلَةً بِهٰذَا الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ، وَتَظْفَرَ بِهِ الْخُلُوْفُ عِلْمًا وَعَمَلاً؟ وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَعْلَمُوْهُ وَيَزْهَدُوْا فِيْهِ، مَعَ حِرْصِهِمْ عَلَى كُلِّ خَيْرٍ لَا سِيَّمَا الدُّعَاءُ، فَإِنَّ الْمُضْطَرَّ يَتَشَبَّثُ بِكُلِّ سَبَبٍ، وَإِنْ كَانَ فِيْهِ كَرَاهَةٌ مَا، فَكَيْفَ يَكُوْنُوْنَ مُضْطَرِّيْنَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الدُّعَاءِ، وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ فَضْلَ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْقُبُوْرِ، ثُمَّ لَا يَقْصُدُوْنَهُ؟ هٰذَا مَحَالٌ طَبْعاً وَشَرْعاً.

فَتَعَيَّنَ الْقِسْمُ الْآخَرُ. وَهُوَ أَنَّهُ لَا فَضْلَ لِلدُّعَاءِ عِنْدَهَا، وَلَا هُوَ مَشْرُوْعٌ، وَلَا مَأْذُوْنٌ فِيْهِ بِقَصْدِ الْخُصُوْصِ، بَلْ تَخْصِيْصُهَا بِالدُّعَاءِ عِنْدَهَا ذَرِيْعَةٌ إِلَى مَا تَقَدَّمَ مِنَ الْمَفَاسِدِ. وَمِثْلُ هٰذَا مِمَّا لَا يَشْرَعُهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ الْبَتَّةَ، بَلْ اِسْتِحْبَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَهَا شَرْعُ عِبَادَةٍ لَمْ يَشْرَعْهَا اللّٰهُ، وَلَمْ يُنَزِّلْ بِهَا سُلْطَاناً

''اس واقعہ میں مہاجرین وانصار صحابہ کرام نے سیدنا دانیال علیہ السلام کی قبر کو چھپایا ہے، تاکہ لوگ اس کی وجہ سے فتنہ شرک و بدعت میں مبتلا نہ ہوں، انہوں نے دعا اور تبرک کی خاطر قبر کو ظاہر نہیں کیا۔ اگر بعد والے مشرک وہاں ہوتے تو تلواریں لے کر ٹوٹ پڑتے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس کی عبادت کرتے، ان کی قبروں کو بت خانہ بنا لیتے، وہاں ایک قبہ بنا دیتے، اس پر مجاور بن بیٹھتے، اسے مساجد سے بھی بڑی عبادت گاہ بنا

ڈالتے، کیونکہ وہ ان لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا چکے ہیں، جو ان سے کم درجہ ہیں۔

اگر قبروں کے پاس دعا مانگنا اور وہاں نماز پڑھنا اور فیض روحانی حاصل کرنا فضیلت والا کام یا سنت بلکہ مباح بھی ہوتا تو مہاجرین وانصار اس قبر پر جھنڈا گاڑ دیتے، وہاں اپنے لئے دعا کرتے اور بعد والوں کے لئے ایک طریقہ جاری کر دیتے، لیکن وہ بعد والوں کی نسبت اللہ اور اس کے رسول کے دین کو زیادہ جاننے والے تھے، یہی حال تابعین عظام کا تھا کہ وہ بھی انہی کے راستے پر چلتے رہے، حالانکہ ان کے پاس مختلف شہروں میں صحابہ کرام کی بے شمار قبریں تھیں، لیکن انہوں نے صحابی کی قبر سے فریاد نہیں کی، نہ اسے پکارا، نہ اس کے ذریعے دعا کی، نہ اس کے پاس جا کر دعا کی، نہ اس کے واسطے سے شفا طلب کی، نہ اس کے واسطے سے بارش طلب کی، نہ اس کے ذریعے سے مدد طلب کی، یہ بات تو طے شدہ ہے کہ ان کے پاس ایسی باتوں کو نقل کرنے کی استطاعت اور اسباب موجود تھے، بلکہ انہوں نے اس کے برعکس باتیں نقل کی ہیں۔

اس طرح یہ بحث دو باتوں سے خالی نہیں ہے کہ یا تو قبر کے پاس دعا کرنا اور اس کے وسیلے سے مانگنا دوسری جگہوں سے افضل ہے یا نہیں۔ اگر افضل ہے تو اس کا علم اور عمل صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین سے کیسے مخفی رہا؟ کیا پھر تین افضل ادوار اس فضل عظیم سے لاعلم رہے اور برے جانشینوں نے اسے ڈھونڈ لیا؟۔

کیونکہ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ انہیں پتہ بھی چل جائے مگر وہ اس سے صرف نظر کر جائیں، حالانکہ وہ ہر نیکی بالخصوص دعا کے حریص تھے، یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مجبور آدمی تو ہر ذریعہ استعمال کرتا ہے، اگرچہ اس میں کراہت ہی ہو؟ تو کیسے ہو سکتا

ہے کہ وہ دعاؤں کی قبولیت کے سلسلے میں مجبور بھی ہوں، کیا پھر وہ قبروں کے پاس دعا کی فضیلت جانتے ہوئے بھی اس کا قصد نہیں کرتے تھے؟ حالانکہ یہ بات طبعاً اور شرعاً ناممکن ہے؟

اب دوسری قسم کا تعین ہو گیا کہ ان قبروں کے پاس دعا کرنے میں فضیلت اور مشروعیت نہیں ہے، نہ خصوصی طور پر وہاں جانے کی اجازت ہے، بلکہ وہاں خصوصیت کے ساتھ دعا کرنا ان خرابیوں کا سبب بنتا ہے، جو شروع کتاب میں بیان ہو چکی ہیں، وہاں اپنے لئے دعا مانگنے کو جائز اور افضل جاننا عبادت ہے، جس کی شرع میں اجازت نہیں، نہ ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اسے جائز رکھا اور نہ ہی اس کے حق میں کوئی دلیل نازل کی ہے۔"

(اغاثة اللهفان من مصايد الشيطان: ۱/۲۰۳_۲۰۴)

من وعن یہی عبارت علامہ برکوی رحمہ اللہ (۹۸۱ھ) نے اپنی کتاب زیارۃ القبور (ص: ۳۹_۴۰) میں ذکر کی ہے۔

معلوم ہوا کہ سلف صالحین انبیائے کرام کی قبروں سے تبرک حاصل نہیں کرتے تھے۔

قبروں کو چھونے اور ان کو بوسہ دینے کے بارے میں علمائے اسلام کی آرا ملاحظہ ہوں:

ابو حامد محمد بن محمد طوسی المعروف بہ علامہ غزالی (۴۵۰_۵۰۵ھ) قبروں کو چھونے اور ان کو بوسہ دینے کے بارے میں فرماتے ہیں:

'إِنَّه عَادَةُ النَّصَارٰی وَالْيَهُودِ'' "ایسا کرنا یہود ونصاریٰ کی عادت ہے۔"

(إحياء علوم الدين: ۱/۲۴۴)

حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۳۱-۶۷۶ھ) نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کو چومنے اور اس پر ماتھا وغیرہ ٹیکنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

'لَا یَجُوزُ أَنْ یُّطَافَ بِقَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَیُکْرَہُ إِلْصَاقُ الْبَطْنِ وَالظَّهْرِ بِجِدَارِ الْقَبْرِ، قَالَهُ الْحَلِیمِیُّ وَغَیْرُہُ، وَیُکْرَہُ مَسْحُهُ بِالْیَدِ وَتَقْبِیلُهُ، بَلِ الْأَدَبُ أَنْ یَّبْعُدَ مِنْهُ کَمَا یَبْعُدُ مِنْهُ لَوْ حَضَرَ فِی حَیَاتِهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، هٰذَا هُوَ الصَّوَابُ، وَهُوَ الَّذِی قَالَهُ الْعُلَمَاءُ وَأَطْبَقُوا عَلَیْهِ، وَیَنْبَغِی أَنْ لَّا یَغْتَرَّ بِکَثِیرٍ مِّنَ الْعَوَامِّ فِی مُخَالَفَتِهِمْ ذٰلِكَ فَإِنَّ الْاِقْتِدَاءَ وَالْعَمَلَ إِنَّمَا یَکُونُ بِأَقْوَالِ الْعُلَمَاءِ، وَلَا یُلْتَفَتُ إِلٰی مُحْدَثَاتِ الْعَوَامِّ وَجَهَالَاتِهِمْ، وَلَقَدْ أَحْسَنَ السَّیِّدُ الْجَلِیلُ أَبُو عَلِیٍّ الْفُضَیْلُ بْنُ عِیَاضٍ رَحِمَهُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی قَوْلِهِ مَا مَعْنَاہُ: اتَّبِعْ طُرُقَ الْهُدٰی وَلَا یَضُرُّكَ قِلَّةُ السَّالِکِینَ، وَإِیَّاكَ وَطُرُقَ الضَّلَالَةِ، وَلَا تَغْتَرَّ بِکَثْرَةِ الْهَالِکِینَ، وَمَنْ خَطَرَ بِبَالِهِ أَنَّ الْمَسْحَ بِالْیَدِ وَنَحْوِهِ أَبْلَغُ فِی الْبَرَکَةِ، فَهُوَ مِنْ جَهَالَتِهِ وَغَفْلَتِهِ، لِأَنَّ الْبَرَکَةَ إِنَّمَا هِیَ فِیمَا وَافَقَ الشَّرْعَ وَأَقْوَالَ الْعُلَمَاءِ، وَکَیْفَ یَبْتَغِی الْفَضْلَ فِی مُخَالَفَةِ الصَّوَابِ'

''نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کا طواف کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح قبر مبارک کی دیوار سے اپنا پیٹ اور اپنی پشت چمٹانا بھی مکروہ ہے، علامہ حلیمی وغیرہ نے یہ بات فرمائی ہے۔ قبر کو (تبرک کی نیت سے) ہاتھ لگانا اور اسے بوسہ دینا بھی مکروہ عمل ہے۔ قبر مبارک کا اصل ادب تو یہ ہے کہ اس سے دور رہا جائے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ کے پاس حاضر ہونے والے کے لیے ادب دور رہنا ہی تھا۔ یہی بات درست ہے اور علمائے کرام نے اسی بات کی صراحت کی ہے اور اس پر اتفاق

بھی کیا ہے۔کوئی مسلمان عام لوگوں کے ان ہدایات کے برعکس عمل کرنے سے دھوکا نہ کھا جائے، کیونکہ اقتدا تو علمائے کرام کے (اتفاقی) اقوال کی ہوتی ہے، نہ کہ عوام کی بدعات اور جہالتوں کی۔سید جلیل ابوعلی فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے: (راہِ ہدایت کی پیروی کرو، اس راہ پر چلنے والوں کی قلت نقصان دہ نہیں۔گمراہیوں سے بچو اور گمراہوں کی کثرتِ افراد سے دھوکا نہ کھاو) (ہم اس قول کی سند پر مطلع نہیں ہو سکے)، جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ قبر مبارک کو ہاتھ لگانے اور اس طرح کے دوسرے بدعی کاموں سے زیادہ برکت حاصل ہوتی ہے، وہ اپنی جہالت اور کم علمی کی بنا پر ایسا سوچتا ہے، کیونکہ برکت تو شریعت کی موافقت اور اہل علم کے اقوال کی روشنی میں ملتی ہے۔ خلافِ شریعت کاموں میں برکت کا حصول کیسے ممکن ہے؟۔''

(الایضاح فی مناسك الحجّ والعمرة، ص :٤٥٦)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٦٦١۔٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

'وَاَمَّا التَّمَسُّحُ بِالْقَبْرِ اَوِ الصَّلَاةُ عِنْدَه، اَوْ قَصْدُه لِاَجْلِ الدُّعَاءِ عِنْدَه، مُعْتَقِدًا اَنَّ الدُّعَاءَ هُنَاكَ اَفْضَلُ مِنَ الدُّعَاءِ فِي غَيْرِهٖ، اَوِ النَّذْرُ لَه وَنَحْوُ ذٰلِكَ، فَلَيْسَ هٰذَا مِنْ دِينِ الْمُسْلِمِينَ، بَلْ هُوَ مِمَّا اُحْدِثَ مِنَ الْبِدَعِ الْقَبِيحَةِ الَّتِي هِيَ مِنْ شُعَبِ الشِّرْكِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَاَحْكَمُ'

''قبر کو (تبرک کی نیت سے) ہاتھ لگانا، اس کے پاس نماز پڑھنا، دُعا مانگنے کے لیے قبر کے پاس جانا، یہ اعتقاد رکھنا کہ وہاں دُعا کرنا عام جگہوں پر دُعا کرنے سے افضل ہے اور قبر پر نذر و نیاز کا اہتمام کرنا وغیرہ ایسے کام ہیں جن کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔یہ کام تو ان قبیح بدعات میں سے ہیں جو شرک کے مختلف شعبہ جات سے تعلق

رکھتی ہیں۔ واللہ اعلم واحکم!۔'' (مجموع الفتاویٰ :٣٢١/٢٤)

نیز فرماتے ہیں:

'وَاَمَّا التَّمَسُّحُ بِالْقَبْرِ، اَیَّ قَبْرٍ کَانَ، وَتَقْبِیلُه وَتَمْرِیغُ الْخَدِّ عَلَیْهِ، فَمَنْهِیٌّ عَنْهُ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِینَ، وَلَوْ کَانَ ذٰلِكَ مِنْ قُبُورِ الْاَنْبِیَاءِ، وَلَمْ یَفْعَلْ هٰذَا اَحَدٌ مِنْ سَلَفِ الْاُمَّةِ وَاَئِمَّتِهَا، بَلْ هٰذَا مِنَ الشِّرْكِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا ○ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا﴾ (نوح٧١:٢٣-٢٤)، وَقَدْ تَقَدَّمَ اَنَّ هٰؤُلَاءِ اَسْمَاءُ قَوْمٍ صَالِحِینَ، کَانُوا مِنْ قَوْمِ نُوحٍ، وَاَنَّهُمْ عَكَفُوا عَلٰی قُبُورِهِمْ مُدَّةً، ثُمَّ طَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ، فَصَوَّرُوا تَمَاثِیلَهُمْ، لَاسِیَّمَا إِذَا اقْتَرَنَ بِذٰلِكَ دُعَاءُ الْمَیِّتِ وَالِاسْتِغَاثَةُ بِهِ.......'

''قبر کسی کی بھی ہو، اس کو (تبرک کی نیت سے) چھونا، اس کو بوسہ دینا اور اس پر اپنے رخسار ملنا منع ہے اور اس بات پر سب مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ یہ کام انبیائے کرام کی قبور مبارکہ کے ساتھ بھی کیا جائے تو اس کا یہی حکم ہے۔ اسلافِ امت اور ائمہ دین میں سے کسی نے ایسا کام نہیں کیا، بلکہ یہ کام شرک ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا ○ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا﴾ (نوح٧١:٢٣-٢٤) (وہ (قوم نوح کے مشرکین) کہنے لگے: ہم کسی بھی صورت وَد، سُوَاع، یَغُوث، یَعُوق اور نَسر کو نہیں چھوڑیں گے، (یوں) انہوں نے بے شمار لوگوں کو گمراہ کر دیا) یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ یہ سب قوم نوح کے نیک لوگوں کے نام تھے۔ ایک عرصہ تک یہ لوگ ان کی قبروں پر ماتھے ٹیکتے رہے، پھر جب صدیاں بیت گئیں تو انہوں نے ان نیک ہستیوں کی مورتیاں گھڑ

لیں۔قبروں کی یہ تعظیم اس وقت خصوصاً شرک بن جاتی ہے جب اس کے ساتھ میت کو پکارا جانے لگے اور اس سے مدد طلب کی جانے لگے......"

(مجموع الفتاوٰی :۲۷/۹۱-۹۲)

شیخ موصوف ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

'اِتَّفَقَ السَّلَفُ عَلٰی اَنَّه لا يَسْتَلِمُ قَبْرًا مِّنْ قُبُورِ الْاَنْبِيَاءِ وَغَيْرِهِمْ، وَلَا يَتَمَسَّحُ بِهٖ، وَلَا يُسْتَحَبُّ الصَّلَاةُ عِنْدَه، وَلَا قَصْدُه لِلدُّعَاءِ عِنْدَه اَوْ بِهٖ؛ لِاَنَّ هٰذِهِ الْاُمُورَ كَانَتْ مِنْ اَسْبَابِ الشِّرْكِ وَعِبَادَةِ الْاَوْثَانِ'

"سلف صالحین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قبریں انبیائے کرام کی ہوں یا عام لوگوں کی، ان کو نہ بوسہ دینا جائز ہے، نہ ان کو (تبرک کی نیت سے) چھونا۔قبروں کے پاس نماز کی ادائیگی اور دعا کی قبولیت کی غرض سے جانا یا ان قبروں کے وسیلے سے دُعا کرنا مستحسن نہیں۔یہ سارے کام شرک اور بت پرستی کا سبب بنتے ہیں۔"

(مجموع الفتاوٰی :۲۷/۳۱)

علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (م:۷۳۷ھ) قبر نبوی کے بارے میں بات کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'فَتَرٰی مَنْ لَّا عِلْمَ عِنْدَه يَطُوفُ بِالْقَبْرِ الشَّرِيفِ، كَمَا يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ الْحَرَامِ، وَيَتَمَسَّحُ بِهٖ وَيُقَبِّلُه، وَيُلْقُونَ عَلَيْهِ مَنَادِيلَهُمْ وَثِيَابَهُمْ، يَقْصِدُونَ بِهِ التَّبَرُّكَ، وَذٰلِكَ كُلُّه مِنَ الْبِدَعِ، لِاَنَّ التَّبَرُّكَ إِنَّمَا يَكُونُ بِالِاتِّبَاعِ لَهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَمَا كَانَ سَبَبُ عِبَادَةِ الْجَاهِلِيَّةِ لِلْاَصْنَامِ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْبَابِ'

"آپ جاہلوں کو دیکھیں گے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کا کعبہ کی طرح طواف کرتے ہیں، اور تبرک کی نیت سے اس کو چھوتے ہیں، بوسہ دیتے ہیں، اس پر اپنے

رومال اور کپڑے ڈالتے ہیں۔ یہ سارے کام بدعت ہیں، کیونکہ برکت تو صرف اور صرف آپ علیہ السلام کے اتباع سے حاصل ہوتی ہے۔ دور جاہلیت میں بتوں کی عبادت کا سبب یہی چیزیں بنی تھیں۔'' (المدخل :۲۶۳/۱)

احمد ونشریسی (م:۹۱۴ھ) لکھتے ہیں:

'وَمِنْهَا تَقْبِيلُ قَبْرِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ اَوِ الْعَالِمِ، فَإِنَّ هٰذَا كُلَّه بِدْعَةٌ'

''ان کاموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی نیک شخص یا عالم کی قبر کو چوما جائے، یہ سب کام بدعت ہیں۔'' (المعيار المعرب :۲/۴۹۰)

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی (م:۱۲۳۱ھ) کہتے ہیں:

'وَلَا يَمَسُّ الْقَبْرَ وَلَا يُقَبِّلُهُ فَإِنَّهُ مِنْ عَادَةِ أَهْلِ الْكِتَابِ'

''(قبروں کی زیارت کرنے والا) نہ قبر کو چھوئے اور نہ بوسہ دے کیونکہ یہ یہود ونصاریٰ کا وطیرہ ہے۔''

(حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح: ٦٢٠)

تنبیہ:

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'سَأَلْتُهُ عَنِ الرَّجُلِ يَمَسُّ مِنْبَرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَتَبَرَّكُ بِمَسِّهِ وَيُقَبِّلُهُ وَيفْعَلُ بِالْقَبْرِ مِثْلَ ذٰلِك أَوْ نَحْوَ هٰذَا يُرِيْدُ بِذٰلِكَ التَّقَرُّبَ إِلَى اللّٰهِ جَلَّ وَعَزَّ فَقَالَ لا بَأْس بِذٰلِكَ'

''میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اس آدمی کے بارے میں سوال کیا کہ جو نبی

کریم ﷺ کے منبر کو چھونے سے تبرک حاصل کرنا ہے، اسے بوسہ دیتا اور قبر نبی ﷺ سے بھی ایسے کام سرانجام دیتا ہے؟ اس پر انہوں نے کہا: اگر وہ اس سے تقرب الی اللہ کا ارادہ رکھتا ہے تو پھر ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔"

(العلل و معرفة الرجال:٢/٢٩٤؛ ت:٣٢٤٣)

یہ امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی علمی اور اجتہادی خطا ہے، اس مسئلہ میں سلف صالحین میں سے کوئی ان کا ہم خیال نہیں، خوب یاد رہے کہ ہر ایک کی بات کو قرآن وحدیث اور خیر القرون کے اسلاف پر پیش کیا جائے گا، اگر موافق ہو تو قبول، ورنہ رد کر دی جائے گی، یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے اگر ائمہ اہل سنت میں سے کسی کی بات قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے مخالف ہو تو وہ اس کی اجتہادی خطا ہے، چونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا حق گو عالم ہے، اگر وہی بات کوئی غالی، بدعتی، معاند اور متعصب کہے تو وہ بدعت ہوگی کیونکہ وہ حق سے چشم پوشی کرتا ہے، قرآن و حدیث اور سلف صالحین کے عقیدہ پر نہیں ہے، کیونکہ ایک کی بنیاد تقویٰ اور علم پر ہے، دوسرے کی بنیاد جہالت اور تعصب پر ہے۔

اس ضمن میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ (٧٤٨-٦٧٣ھ) کی بات پیش خدمت ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ مَسَّ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: كَرِهَ ذٰلِكَ لِأَنَّهُ رَآهُ إِسَاءَةَ أَدَبٍ، وَقَدْ سُئِلَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ مَسِّ الْقَبْرِ النَّبَوِيِّ وَتَقْبِيلِهِ، فَلَمْ يَرَ بِذٰلِكَ بَأْسًا، رَوَاهُ عَنْهُ وَلَدُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ. فَإِنْ قِيلَ: فَهَلَّا فَعَلَ ذٰلِكَ الصَّحَابَةُ؟ قِيلَ: لِأَنَّهُمْ عَايَنُوهُ حَيًّا وَتَمَلَّوْا بِهِ وَقَبَّلُوا يَدَهُ وَكَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وُضُوئِهِ وَاقْتَسَمُوا شَعْرَهُ الْمُطَهَّرَ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ، وَكَانَ إِذَا تَنَخَّمَ لَا تَكَادُ نُخَامَتُهُ تَقَعُ إِلَّا فِي يَدِ رَجُلٍ فَيُدَلِّكُ

بِهَا وَجْهَهُ، وَنَحْنُ فَلَمَّا لَمْ يَصِحْ لَنَا مِثْلُ هٰذَا النَّصِيبِ الْأَوْفَرِ تَرَامَيْنَا عَلَى قَبْرِهِ بِالِالْتِزَامِ وَالتَّبْجِيلِ وَالِاسْتِلَامِ وَالتَّقْبِيلِ، أَلَا تَرَى كَيْفَ فَعَلَ ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ؟ كَانَ يُقَبِّلُ يَدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَيَضَعُهَا عَلَى وَجْهِهِ وَيَقُولُ: يَدٌ مَسَّتْ يَدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وَهٰذِهِ الْأُمُورُ لَا يُحَرِّكُهَا مِنَ الْمُسْلِمِ إِلَّا فَرْطُ حُبِّهِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ هُوَ مَأْمُورٌ بِأَنْ يُحِبَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ أَشَدَّ مِنْ حُبِّهِ لِنَفْسِهِ، وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ'

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ منقول ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کو مس کرنا ناپسند کرتے تھے۔ میں (حافظ ذہبی رحمہ اللہ) یہ کہتا ہوں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ناپسند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسے بے ادبی خیال کرتے تھے، حالانکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے قبرِ نبی کو مس کرنے اور بوسہ دینے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا، اس روایت کو ان سے ان کے بیٹے عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

اگر کوئی کہے: کیا صحابہ کرام نے ایسا کیا؟ تو اسے کہا جائے گا: وہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ ﷺ کے ساتھ رہے، آپ ﷺ سے ملاقات کرتے رہے، انہوں نے آپ ﷺ کے مبارک ہاتھوں کو بوسے دیئے، آپ ﷺ کے وضو کے بچے پانی پر جھگڑے کے قریب جا پہنچتے، انہوں نے حجِ اکبر کے موقع پر آپ ﷺ کے بابرکت بالوں کو تقسیم کیا، جب آپ ﷺ لعابِ دہن پھینکتے تو صحابہ کرام اسے اپنے ہاتھوں پر مَل کر اپنے چہروں کے اوپر مَل لیتے، لیکن ہمارا اتنا نصیب کہاں؟ اب ہمارے مقدر میں آئی تو صرف قبر کی مٹی! کہ اس سے جسم کو چمٹا لیں، اس کی تکریم

کریں، اُسے چھوئیں اور بوسہ دیں۔

کیا آپ ثابت بنانی رحمہ اللہ کے عمل کو نہیں دیکھتے کہ وہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے پھر انہیں اپنے چہرے پر پھیر لیتے اور ساتھ کہتے: یہ وہ ہاتھ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کو چھوا ہے۔

یہ سارے کام ایک مسلمان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت میں افراط کی وجہ سے صادر ہو جاتے ہیں، جبکہ اسے حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے اپنی جان، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبت کرے۔'' (معجم الشیوخ الکبیر: ۷۳/۱)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی اس عبارت سے عیاں ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اور خیر القرون میں کوئی فردِ بشر ایسا نہیں گزرا، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو مس کرنے، بوسہ دینے اور تبرک حاصل کرنے کو جائز سمجھتا ہو، حافظ صاحب کہتے ہیں کہ صحابہ کرام چونکہ تبرکات سے مستفید ہوتے رہے، اب ہمارے لئے یہ ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے ایسا ایسا کر لیں، جس دلیل کی بنیاد پر یہ کہتے ہیں، وہ ثابت نہیں، جب وہ دلیل ثابت نہیں تو مؤقف بے دلیل ہوا، بے دلیل مؤقف کا کیا اعتبار؟۔ دوسری بات یہ کہتے ہیں کہ اس میں اصل تبرک محبت رسول ہے، اس ضمن میں ہم کہتے ہیں کہ محبت رسول کا طریقہ کون متعین کرے گا؟ کیا ہر ایک محبت رسول کے دعویٰ میں جو اس کے دل میں آئے گا، کرے گا، یا اس کا کوئی سلف ہو گا یا پھر کوئی دلیل راہنما ہو گی، محبت رسول کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو بوسہ دینا شروع کر دیں، اس کے ساتھ جسم ملتے رہیں، محبت رسول کے اظہار کے لئے معیار صحابہ کرام ہیں، وہ ایسا نہیں کرتے تھے، لہٰذا ہم بھی ایسا نہیں کریں گے کیونکہ یہ دین نہیں ہے۔ نہ ہی محبت رسول کا تقاضا ہے۔

رہا حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے جو ثابت بنانی والی روایت ذکر کی ہے۔ وہ حدیث محمد بن عبداللہ بن انصاری (٦٣)، شعب الایمان للبیہقی (١٤٩٢)، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصبہانی (٢/ ٣٢٧) اور تاریخ دمشق لابن عساکر (٩/ ٣٥٩) میں موجود ہے۔

اس میں جمیلہ مولاۃ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ مجہولہ ہے، اس کی توثیق ثابت نہیں، لہٰذا یہ روایت بھی ثابت نہیں۔

اس ضمن میں پیش کیے جانے والے دلائل کا تفصیلی اور تحقیقی جائزہ ہم نے اپنی کتاب ''وسیلہ کی شرعی حیثیت'' (مطبوع) اور دوسری کتاب ''تبرکات کی شرعی حیثیت'' میں ذکر کر دیا ہے، تحقیق کے شائقین وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

قبر رسول ﷺ سے اذان کی آواز

بعض لوگ یہ بیان کرتے سنائی دیتے ہیں کہ سانحۂ حرہ (63ھ) کے دوران نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک سے اذان سنائی دیتی رہی۔ کسی بھی واقعے، حادثے یا سانحے کی صحت و سقم کا پتہ اس کی سند سے لگایا جا سکتا ہے۔ محدثین کرام رحمہم اللہ پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، انہوں نے قرآن و سنت کی روشنی میں سند کی پرکھ کے لیے مبنی بر انصاف قوانین وضع کیے، پھر راویانِ اسانید کے کوائف بھی سپرد کتب کر دیئے۔ ذخیرۂ روایات کی جانچ کا یہ انداز اسلامی ورثے کا امتیازی پہلو ہے۔ دیگر مذاہب میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

کتبِ حدیث ہوں یا سیرت و تاریخ، اہل علم ان میں اپنی سندیں ذکر کر کے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو چکے ہیں، اب یہ بعد والوں پر ہے کہ وہ ان اصول و قوانین اور راویوں کے کوائف کو مدنظر رکھتے ہوئے صحت و سقم کا لحاظ کریں یا اپنے مفاد میں ملنے والی ہر روایت کو اندھا دھند پیش کرتے جائیں۔

ذیل میں سانحۂ حرہ کے دوران قبر نبوی سے اذان کے بارے میں ملنے والی روایت اپنی تمام تر سندوں اور ان پر تبصرے کے ساتھ پیش خدمت ہے۔ فیصلہ خود فرمائیں!

❶ سعید بن عبد العزیز تنوخی رحمہ اللہ (م: ۹۰ھ) بیان کرتے ہیں:

لَمَّا كَانَ أَيَّامُ الْحَرَّةِ لَمْ يُؤَذَّنْ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ثَلَاثًا، وَلَمْ يُقَمْ، وَلَمْ يَبْرَحْ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ الْمَسْجِدَ، وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلَاةِ، إِلَّا بِهَمْهَمَةٍ، يَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

''سانحۂ حرہ کے دوران تین دن تک مسجدِ نبوی میں اذان و اقامت نہیں ہوئی تھی۔ ان دنوں امام سعید بن مسیب رحمہ اللہ مسجدِ نبوی ہی میں مقیم تھے۔ انہیں نماز کا وقت نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک سے سنائی دینے والی آواز ہی سے ہوتا تھا۔''

(مسند الدارمي: ۱/٤٤)

تبصرہ:

اس کی سند ''انقطاع'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔ سانحۂ حرہ اسے بیان کرنے والے راوی سعید بن عبد العزیز تنوخی رحمہ اللہ کی پیدائش سے بہت پہلے رونما ہو چکا تھا۔ پھر سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی امام سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے ملاقات بھی نہیں ہوئی۔ حرہ کا واقعہ ۶۳ ہجری میں رونما ہوا اور امام سعید بن مسیّب رحمہ اللہ ۹۴ ہجری میں فوت ہوئے، جبکہ سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی پیدائش ۹۰ ہجری کو ہوئی۔

پھر امام سعید بن مسیّب رحمہ اللہ مدینہ منورہ میں فوت ہوئے، جبکہ سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ شام میں پیدا ہوئے۔ اب کیسے ممکن ہے کہ سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے یہ روایت سعید بن میسّب رحمہ اللہ سے خود سنی ہو؟ انہیں کس شخص نے یہ بات بیان کی، معلوم نہیں۔ لہٰذا یہ روایت ''انقطاع'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

2 امام ابن سعد رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو یوں نقل کیا ہے:

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَيَّامَ الْحَرَّةِ فِي الْمَسْجِدِ، ...، قَالَ:

فَكُنْتُ إِذَا حَانَتِ الصَّلاةُ أَسْمَعُ أَذَانًا يَخْرُجُ مِنْ قِبَلِ الْقَبْرِ، حَتَّى أَمِنَ النَّاسُ'

''امام سعید بن میب رحمہ اللہ سانحۂ حرہ کے دنوں میں مسجدِ نبوی ہی میں مقیم تھے۔۔۔وہ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی اذان کا وقت ہوتا، میں قبر نبوی سے اذان کی آواز سنتا۔ جب تک امن نہ ہوگیا، یہ معاملہ جاری رہا۔'' (الطبقات الکبریٰ : ۱۳۲/۵)

تبصرہ :

یہ من گھڑت قصہ ہے، کیونکہ اس کی سند میں:

1. محمد بن عمر واقدی جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''ضعیف'' اور ''متروک'' ہے۔
2. دوسرا راوی طلحہ بن محمد بن سعید ''مجہول'' ہے۔

اس کے بارے میں امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'لَا أَعْرِفُ'' ''میں اسے نہیں جانتا۔'' (الجرح والتعدیل لابن أبي حاتم: ٤٨٦/٤)

3. تیسرے راوی محمد بن سعید بن میب کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''مقبول'' (مجہول الحال) قرار دیا ہے۔ (تقریب التهذیب : ۵۹۱۳)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے اپنی کتاب [الثقات (۴۲۱/۷)] میں ذکر کیا ہے، کسی معتبر امام نے اس کی توثیق نہیں کی۔

[الطبقات الکبری لابن سعد (۱۳۱/۵)]، [تاریخ ابن ابی خیثمہ (۲۰۱۱)]، [دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبہانی (۵۱۰)] اور [مثیر العزم الساکن لابن الجوزی (۴۷۶)] میں جو سند مذکور ہے۔ اس کا راوی عبد الحمید بن سلیمان مدنی جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔ اس کے بارے میں:

- امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: 'لَيْسَ بِشَيْءٍ . '' یہ فضول راوی ہے۔''
(تاريخ ابن معين برواية العباس الدوري : ١٦٠/٣)

- امام علی بن مدینی رحمہ اللہ نے اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔
(سؤالات ابن أبي شيبة لعليّ المديني : ١١٧)

- امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: 'ضَعِيفُ الْحَدِيثِ '
''اس کی بیان کردہ حدیث ضعیف ہوتی ہے۔''
(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : ١٤/٦)

- امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
'لَيْسَ بِقَوِيٍّ' ''یہ بالکل بھی مضبوط نہیں۔''
(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : ١٤/٦)

- امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے [كتاب الضعفاء والمتروكين(351)] میں ذکر فرمایا ہے۔

- امام یعقوب بن سفیان فسوی رحمہ اللہ نے انہیں ایسے راویوں میں ذکر کیا ہے، جن کی روایت قابل التفات نہیں ہوتی، پھر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھی محدثین سے سنا ہے کہ وہ اسے ''ضعیف'' کہتے ہیں۔ (المعرفة والتاريخ : ١٥٠/٣)

- امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔
(كتاب الضعفاء والمتروكين : ٣٩٧)

- امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
'لَا شَيْءَ' ''یہ کسی کام کا نہیں۔'' (الثقات : ٥٩٢٧)

- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اسے ''ضعیف'' کہا ہے۔ (تقريب التهذيب: ٣٧٦٤)

جمہور محدثین کرام کی اس تضعیف کے مقابلے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا [مَا أَرٰی بِهٖ بَأْسًا (العلل: ۱۹۴)] کہنا اور امام ابن عدی رحمہ اللہ کا [وَهُوَ مِمَّنْ يُكْتَبُ حَدِيثُهُ' (الکامل: ۵/۵۱۹)] کہنا اس کو ثقہ ثابت نہیں کرسکتا۔

4 حافظ، ابو عبد اللہ، محمد بن محمود، ابن نجار رحمہ اللہ (۵۷۸۔۶۴۳ھ) نقل کرتے ہیں:

'أَنْبَأَنَا ذَاكِرُ بْنُ كَامِلِ بْنِ أَبِي غَالِبٍ الْخَفَّافِ، فِيمَا أُذِنَ لِي فِي رِوَايَتِهِ عَنْهُ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ أَبُو عَلِيٍّ الْحَدَّادِ، عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ الْأَصْبَهَانِيِّ، قَالَ: أَنْبَأَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نَصِيرٍ: أَخْبَرَنَا أَبُو يَزِيدَ الْمَخْزُومِيُّ: أَخْبَرَنَا الزُّبَيْرُ بْنُ بَكَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ (بْنِ زَبَالَةَ): حَدَّثَنِي غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ، أَنَّهُ لَمَّا كَانَ أَيَّامُ الْحَرَّةِ تُرِكَ الْأَذَانُ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَخَرَجَ النَّاسُ إِلَى الْحَرَّةِ، وَجَلَسَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَاسْتَوْحَشْتُ، فَدَنَوْتُ مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، سَمِعْتُ الْأَذَانَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'

''جن دنوں حادثۂ حرہ رونما ہوا، مسجد نبوی میں تین دن تک اذان نہ ہوئی۔ لوگ حرہ کی طرف نکل چکے تھے، لیکن سعید بن مسیّب رحمہ اللہ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں تنہائی میں وحشت محسوس کرنے لگا تو نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے قریب ہوگیا۔ جب نماز کا وقت ہوا تو میں نے آپ ﷺ کی قبر مبارک سے اذان کی آواز سنی۔'' (الدرّة الثمينة في أخبار المدينة، ص: ۱۵۹)

تبصرہ :

یہ سفید جھوٹ ہے۔اس کا راوی محمد بن حسن بن زبالہ مخزومی ''کذاب'' اور جھوٹی حدیثیں گھڑنے کا شیدائی تھا۔

اس کے بارے میں:

❶ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'لَيْسَ بِثِقَةٍ ، كَانَ يَسْرِقُ الْحَدِيثَ ، كَانَ كَذَّابًا ، وَلَمْ يَكُنْ بِشَيْءٍ'

''یہ قابل اعتماد نہیں تھا، حدیثوں کا سرقہ کرتا تھا، جھوٹا اور فضول شخص تھا۔'' (تاريخ ابن معين برواية العباس الدوري : ٥١١، ٥١٠/٢)

❷ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاهِي الْحَدِيثِ ، ضَعِيفُ الْحَدِيثِ ، مُنْكَرُ الْحَدِيثِ ، عِنْدَهُ مَنَاكِيرُ ، وَلَيْسَ بِمَتْرُوكِ الْحَدِيثِ .

''اس کی بیان کردہ حدیث کمزور، ضعیف اور منکر ہوتی ہے۔اس کے پاس عجیب و غریب قسم کی روایات ہیں، البتہ یہ متروک الحدیث نہیں۔'' (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : ٢٢٨/٧)

❸ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ' ''محدثین نے اس کی روایات چھوڑ دی ہیں۔''

(كتاب الضعفاء والمتروكين : ٥٣٥)

❹ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَهُوَ وَاهِي الْحَدِيثِ' ''اس کی بیان کردہ حدیث کمزور ہوتی ہے۔''

(الجرح والتعديل : ٢٢٨/٧)

5. امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی اسے ''متروک'' قرار دیا ہے۔

(سؤالات البرقاني للدارقطني : ٤٢٧)

6. امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'كَانَ يَسْرِقُ الْحَدِيثَ، وَيَرْوِي عَنِ الثِّقَاتِ مَا لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُمْ، مِنْ غَيْرِ تَدْلِيسٍ مِّنْهُمْ'

''یہ حدیثوں کا سرقہ کرتا تھا اور ثقہ راویوں سے بغیر تدلیس کے وہ روایات بیان کرتا تھا، جو اس نے ان سے نہیں سنی ہوتی تھیں۔''

(المجروحين : ٢٧٥/٢)

7. حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'كَذَّبُوهُ' ''محدثین کے نزدیک یہ شخص جھوٹا تھا۔'' (تقريب التهذيب : ٨٥١٥)

نیز فرماتے ہیں:

'مُتَّفَقٌ عَلٰى ضَعْفِهٖ' ''اس کے ضعیف ہونے پر سب محدثین کا اتفاق ہے۔''

(فتح الباري : ٢٩٨/١١)

یہ جروح میں لتھڑا ہوا راوی ہے، اس کے بارے میں ادنیٰ کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں۔

قبر نبوی سے اذان کی آواز آنے کے بارے میں دنیا جہان میں یہی چار سندیں ہیں، جن کا حال آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہے۔ دین کی بنیاد سند پر ہے، جب کسی قصے کہانی کی سندیں جھوٹی اور ناقابل اعتبار ہوں تو اس کو بیان کرنا جھوٹ کو رواج دینے کی کوشش ہے۔ بعض لوگ جھوٹی سندوں پر مبنی روایات سے اپنے عقائد اخذ

کرتے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں:

❁ مشہور فلسفی، جناب ظفر احمد عثمانی، دیوبندی (م:1369ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ، ۔۔۔، وَإِنَّهُ يُصَلِّي فِي قَبْرِهٖ بِأَذَانٍ وَّإِقَامَةٍ

''بلاشبہ نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں۔۔۔،اور آپ اپنی قبر مبارک میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔''(فتح الملهم : ٤١٩/٣)

قبر مبارک میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھنے کا نظریہ قطعی طور پر ثابت نہیں۔قبر نبوی سے اذان والی روایات کی حقیقت آپ نے ملاحظہ کر ہی لی ہے۔خواہ مخواہ نبی اکرم ﷺ کے متعلق مبالغہ آمیزی پر مبنی عقیدہ گھڑ لیا گیا ہے۔

❁ دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث، جناب انور شاہ کشمیری، دیوبندی صاحب (۱۲۹۲۔۱۳۵۲ھ) کہتے ہیں:

'إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَعْمَالِ قَدْ تَثْبُتُ فِي الْقُبُورِ كَأَذَانٍ وَّالْإِقَامَةِ عِنْدَ الدَّارِمِيِّ، وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ عِنْدَ التِّرْمِذِيِّ'

''قبروں میں بہت سے اعمال ثابت ہیں،جیسا کہ سنن دارمی میں اذان و اقامت ثابت ہے اور سنن ترمذی میں قرآن کی قراءت۔''(فيض الباري : ١٨٣/١)

دارمی والی روایت کی حیثیت تو واضح کی جا چکی ہے،اب ترمذی والی روایت بھی ملاحظہ ہو:

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف یہ قول منسوب ہے:

ضَرَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِبَاءَهُ عَلَى قَبْرٍ، وَهُوَ لَا يَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرٌ، فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُورَةَ ﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ حَتَّى خَتَمَهَا، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي ضَرَبْتُ خِبَائِي عَلَى قَبْرٍ، وَأَنَا لَا أَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرٌ، فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُورَةَ تَبَارَكَ الْمُلْكِ، حَتَّى خَتَمَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هِيَ الْمَانِعَةُ، هِيَ الْمُنْجِيَةُ، تُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

''ایک صحابی نے انجانے میں کسی قبر پر اپنا خیمہ لگا لیا۔ اس میں ایک انسان سورۂ ملک کی قراءت کر رہا تھا۔ اس نے مکمل سورت پڑھی۔ صحابی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! میں نے انجانے میں ایک قبر پر اپنا خیمہ لگا لیا تو اس میں ایک انسان سورۂ ملک کی قراءت کر رہا تھا، اس نے پوری سورت پڑھی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ملک اپنے پڑھنے والے سے عذاب کو روکتی ہے اور اسے عذابِ قبر سے نجات دیتی ہے۔'' (سنن الترمذي: ٢٨٩٠)

تبصرہ:

اس کی سند سخت ترین ''ضعیف'' ہے، کیونکہ:

❶ اس کا راوی یحییٰ بن عمرو بن مالک نکری ''ضعیف'' ہے۔ اس کے بارے میں امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'كَانَ مُنْكَرَ الرِّوَايَةِ عَنْ أَبِيهِ'

''یہ اپنے والد سے منکر روایات بیان کرتا تھا۔''(المجروحین : ۱۱۴/۳)

مذکورہ بالا روایت بھی یحییٰ بن عمرو اپنے والد ہی سے بیان کر رہا ہے، لہٰذا یہ جرح مفسر ہوئی۔اس راوی کو امام یحییٰ بن معین، امام احمد بن حنبل، امام ابوزرعہ رازی، امام نسائی، امام دارقطنی (کتاب الضعفاء والمتروکین : ۸۵۰)وغیرہم نے بھی ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ کا اس کے بارے میں 'صُوَيْلِحٌ يُعْتَبَرُ بِهٖ' کہنا ثابت نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اسے ''ضعیف'' کہا ہے۔(تقریب التہذیب : ۷۶۱۴)

❷ یحییٰ بن عمرو کے والد عمرو بن مالک نکری (حسن الحدیث) یہ روایت ابوالجوزاء سے بیان کرتے ہیں اور ان کی ابوالجوزاء سے روایت ''غیر محفوظ'' ہوتی ہے۔(تہذیب التہذیب لابن حجر : ۳۳۶/۱)

یہ تھی کشمیری صاحب کی دلیل جس کا حشر آپ نے دیکھ لیا۔کسی غیر ثابت روایت کو اپنا عقیدہ بنالینا کیسے جائز ہے؟ کھوٹے سکے کسی کام کے نہیں ہوتے۔دین و عقیدہ کی بنیاد صرف صحیح احادیث بنتی ہیں۔

وللہ الحمد والمنّة ، نسألہ الموت علی الکتاب والسنّة !

الحاصل :

واقعہ حرہ کے وقت قبر نبوی سے اذان سنائی دینا ثابت نہیں۔اس بارے میں کوئی روایت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔لہٰذا اس قصے کو بیان کرنا اور اس سے مسائل کا استنباط کرنا دین اسلام کے ساتھ خیر خواہی پر مبنی نہیں۔
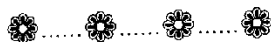
حالت بیداری میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات

گمراہ اور خرافی صوفی یہ غلط اور بے ہودہ نظریہ رکھتے ہیں کہ ان کی نبی کریم ﷺ سے حالت بیداری میں ملاقات ہوئی ہے، یہ بے حقیقت، من گھڑت، بے سروپا اور مبنی بر اوہام نظریہ ہے، اس کی بنیاد باطل پر ہے، صحابہ کرام اور خیرون القرون کے سلف صالحین اس سے بے خبر تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٦٦١۔٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

'فَأَهْلُ الْهِنْدِ يَرَوْنَ مَنْ يُعَظِّمُونَهُ مِنْ شُيُوخِهِمُ الْكُفَّارِ وَغَيْرِهِمْ .وَالنَّصَارَى يَرَوْنَ مَنْ يُعَظِّمُونَهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْحَوَارِيِّينَ وَغَيْرِهِمْ .وَالضُّلَّالُ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ يَرَوْنَ مَنْ يُعَظِّمُونَهُ: إِمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِمَّا غَيْرُهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَقَظَةً وَيُخَاطِبُهُمْ وَيُخَاطِبُونَهُ .وَقَدْ يَسْتَفْتُونَهُ وَيَسْأَلُونَهُ عَنْ أَحَادِيثَ فَيُجِيبُهُمْ .وَمِنْهُمْ مَنْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّ الْحُجْرَةَ قَدِ انْشَقَّتْ وَخَرَجَ مِنْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَانَقَهُ هُوَ وَصَاحِبَاهُ .وَمِنْهُمْ مَنْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالسَّلَامِ حَتّٰى وَصَلَ مَسِيرَةَ أَيَّامٍ وَإِلَى مَكَانٍ بَعِيدٍ .وَهٰذَا وَأَمْثَالُهُ أَعْرِفُ مِمَّنْ وَقَعَ لَهُ هٰذَا وَأَشْبَاهُهُ عَدَدًا كَثِيرًا .وَقَدْ حَدَّثَنِي بِمَا وَقَعَ لَهُ فِي ذٰلِكَ وَبِمَا أَخْبَرَ بِهِ غَيْرُهُ مِنَ الصَّادِقِينَ مَنْ يَطُولُ هٰذَا الْمَوْضِعُ بِذِكْرِهِمْ .وَهٰذَا مَوْجُودٌ عِنْدَ خَلْقٍ كَثِيرٍ كَمَا هُوَ مَوْجُودٌ عِنْدَ النَّصَارَى وَالْمُشْرِكِينَ لٰكِنْ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ يُكَذِّبُ بِهٰذَا وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ إِذَا صَدَّقَ بِهِ

يَظُنُّ أَنَّهُ مِنَ الْآيَاتِ الْإِلٰهِيَّةِ وَأَنَّ الَّذِي رَأَى ذٰلِكَ رَآهُ لِصَلَاحِهِ وَدِينِهِ. وَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّهُ مِنَ الشَّيْطَانِ وَأَنَّهُ بِحَسَبِ قِلَّةِ عِلْمِ الرَّجُلِ يُضِلُّهُ الشَّيْطَانُ. وَمَنْ كَانَ أَقَلَّ عِلْمًا قَالَ لَهُ مَا يَعْلَمُ أَنَّهُ مُخَالِفٌ لِلشَّرِيعَةِ خِلَافًا ظَاهِرًا. وَمَنْ عِنْدِهِ عِلْمٌ مِنْهَا لَا يَقُولُ لَهُ مَا يَعْلَمُ أَنَّهُ مُخَالِفٌ لِلشَّرِيعَةِ وَلَا مُفِيدًا فَائِدَةً فِي دِينِهِ؛ بَلْ يُضِلُّهُ عَنْ بَعْضِ مَا كَانَ يَعْرِفُهُ فَإِنَّ هٰذَا فِعْلُ الشَّيَاطِينِ وَهُوَ وَإِنْ ظَنَّ أَنَّهُ قَدِ اسْتَفَادَ شَيْئًا فَالَّذِي خَسِرَهُ مِنْ دِينِهِ أَكْثَرُ. وَلِهٰذَا لَمْ يَقُلْ قَطُّ أَحَدٌ مِنَ الصَّحَابَةِ: إِنَّ الْخَضِرَ أَتَاهُ وَلَا مُوسٰى وَلَا عِيسٰى وَلَا أَنَّهُ سَمِعَ رَدَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ. وَابْنُ عُمَرَ كَانَ يُسَلِّمُ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ وَلَمْ يَقُلْ قَطُّ إِنَّهُ يَسْمَعُ الرَّدَّ. وَكَذٰلِكَ التَّابِعُونَ وَتَابِعُوهُمْ. وَإِنَّمَا حَدَثَ هٰذَا مِنْ بَعْضِ الْمُتَأَخِّرِينَ. وَكَذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ يَأْتِيهِ فَيَسْأَلُهُ عِنْدَ الْقَبْرِ عَنْ بَعْضِ مَا تَنَازَعُوا فِيهِ وَأَشْكَلَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْعِلْمِ لَا خُلَفَاؤُهُ الْأَرْبَعَةُ وَلَا غَيْرُهُمْ. مَعَ أَنَّهُمْ أَخَصُّ النَّاسِ بِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى ابْنَتُهُ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَمْ يَطْمَعِ الشَّيْطَانُ أَنْ يَقُولَ لَهَا: اذْهَبِي إِلَى قَبْرِهِ فَسَلِيهِ هَلْ يُورَثُ أَمْ لَا يُورَثُ. كَمَا أَنَّهُمْ أَيْضًا لَمْ يَطْمَعِ الشَّيْطَانُ فِيهِمْ فَيَقُولُ لَهُمْ: اُطْلُبُوا مِنْهُ أَنْ يَدْعُوَ لَكُمْ بِالْمَطَرِ لَمَّا أَجْدَبُوا. وَلَا قَالَ: اُطْلُبُوا مِنْهُ أَنْ يَسْتَنْصِرَ لَكُمْ. وَلَا أَنْ يَسْتَغْفِرَ كَمَا كَانُوا فِي حَيَاتِهِ يَطْلُبُونَ مِنْهُ أَنْ يَسْتَسْقِيَ لَهُمْ وَأَنْ يَسْتَنْصِرَ لَهُمْ فَلَمْ يَطْمَعِ الشَّيْطَانُ فِيهِمْ بَعْدَ مَوْتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَطْلُبُوا مِنْهُ ذٰلِكَ. وَلَا طَمِعَ بِذٰلِكَ فِي الْقُرُونِ الثَّلَاثَةِ. وَإِنَّمَا ظَهَرَتْ هٰذِهِ الضَّلَالَاتُ مِمَّنْ قَلَّ عِلْمُهُ بِالتَّوْحِيدِ وَالسُّنَّةِ فَأَضَلَّهُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَضَلَّ النَّصَارٰى فِي أُمُورٍ لِقِلَّةِ عِلْمِهِمْ بِمَا جَاءَ بِهِ الْمَسِيحُ وَمَنْ قَبْلَهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ

عَلَيْهِمْ .وَكَذٰلِكَ لَمْ يَطْمَعْ الشَّيْطَانُ أَنْ يَطِيرَ بِأَحَدِهِمْ فِي الْهَوَاءِ وَلا أَنْ يَقْطَعَ بِهِ الْأَرْضَ الْبَعِيدَةَ فِي مُدَّةٍ قَرِيبَةٍ.كَمَا يَقَعُ مِثْلُ هٰذَا لِكَثِيرٍ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ لِأَنَّ الْأَسْفَارَ الَّتِي كَانُوا يسافرونها كَانَتْ طَاعَاتٍ كَسَفَرِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَالْجِهَادِ وَهٰذِهِ يُثَابُونَ عَلَى كُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُونَهَا فِيهِ وَكُلَّمَا بَعُدَتْ الْمَسَافَةُ كَانَ الْأَجْرُ أَعْظَمَ: كَالَّذِي يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَخُطُوَاتُهُ إِحْدَاهَا تَرْفَعُ دَرَجَةً وَالْأُخْرَى تَحُطُّ خَطِيئَةً .فَلَمْ يُمْكِنْ الشَّيْطَانَ أَنْ يُفَوِّتَهُمْ ذٰلِكَ الْأَجْرَ بِأَنْ يَحْمِلَهُمْ فِي الْهَوَاءِ أَوْ يَؤُزَّهُمْ فِي الْأَرْضِ أَزًّا حَتّٰى يَقْطَعُوا الْمَسَافَةَ الْبَعِيدَةَ بِسُرْعَةٍ .وَقَدْ عَلِمُوا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا أَسْرٰى بِهِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى لِيُرِيَهُ مِنْ آيَاتِهِ الْكُبْرٰى .وَكَانَ هٰذَا مِنْ خَصَائِصِهِ .فَلَيْسَ لِمَنْ بَعْدَهُ مِثْلُ هٰذَا الْمِعْرَاجِ وَلٰكِنَّ الشَّيْطَانَ يُخَيِّلُ إِلَيْهِ مَعَارِيجَ شَيْطَانِيَّةً كَمَا خَيَّلَهَا لِجَمَاعَةٍ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ .وَأَمَّا قَطْعُ النَّهْرِ الْكَبِيرِ بِالسَّيْرِ عَلَى الْمَاءِ فَهٰذَا قَدْ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ الْمُؤْمِنُونَ أَحْيَانًا مِثْلُ أَنْ لا يُمْكِنَهُمْ الْعُبُورُ إِلَى الْعَدُوِّ وَتَكْمِيلُ الْجِهَادِ إِلَّا بِذٰلِكَ .فَلِهٰذَا كَانَ اللّٰهُ يُكْرِمُ مَنْ احْتَاجَ إِلَى ذٰلِكَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ بِمِثْلِ ذَلِكَ كَمَا أَكْرَمَ بِهِ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ وَأَصْحَابَهُ وَأَبَا مُسْلِمِ الْخَوْلَانِيَّ وَأَصْحَابَهُ'

''برصغیر ہند میں بعض لوگ اپنے کفار پیشواؤں، اسی طرح نصاریٰ انبیا وحواریوں اور بعض گمراہ اہل قبلہ اپنے (فوت شدہ) بزرگوں جن کی وہ حد درجہ تعظیم کرتے ہیں، کو حالت بیداری میں دیکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں، نیز ایسے لوگ نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیائے کرام کو حالت بیداری میں دیکھنے کے دعوے دار ہیں، ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ

انہوں نے فلاں نبی سے اور فلاں نبی نے ان سے بات چیت کی ہے، کبھی ان سے فتویٰ طلب کرنے کا گمان رکھتے ہیں، نیز وہ ان سے مختلف احادیث کے متعلق دریافت کرنے کی بات کرتے ہیں اور انبیائے کرام آگے ان کو جواب دیتے ہیں، ان میں سے بعض کے تخیل میں آتا ہے کہ حجرہ پھٹ گیا ہے اور نبی کریم ﷺ وہاں سے باہر تشریف لائے ہیں تو اس نے نبی کریم ﷺ، سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے معانقہ کیا ہے، ان میں سے کوئی خیال کرتا ہے کہ اس نے اس قدر بلند آواز سے سلام کیا جس کی آواز کئی دنوں کی مسافت تک یا کسی دور دراز علاقے میں پہنچ گئی ہے۔

یہ قصے اور اس جیسے دیگر بے شمار واقعات کو میں جانتا ہوں، صوفیوں کی ایک کثیر تعداد نے ایسی داستانیں گھڑ رکھی ہیں، بعض لوگوں نے مجھے آ کر خود اپنا واقعہ بیان کیا ہے، اس کے علاوہ بہت سے سچے لوگوں کے واقعات بھی ہیں، اس قسم کی باتیں بہت سے لوگوں میں پائی جاتی ہیں، جیسا کہ یہ چیزیں نصاریٰ اور مشرکین میں موجود ہیں، لیکن بہت سے لوگ اس معاملہ میں کذب بیانی سے کام لیتے ہیں، مگر ان میں بہت سے لوگ جب سچ بولتے ہیں تو گمان ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے اور جو شخص ایسی چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ اس کو اپنی صالحیت اور دین داری کی بنیاد پر دیکھتا ہے اور اس کو معلوم نہیں ہوتا کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے، شیطان آدمی کو قلت علم کی بنیاد پر گمراہ کرتا ہے، جس شخص کے پاس علم کی کمی ہوتی ہے تو اس کو کہتا ہے کہ جو تیرے پاس علم ہے وہ تو واضح طور پر شریعت کے خلاف ہے، البتہ شیطان علمائے کرام کو یہ نہیں کہتا ہے کہ تیرا علم شریعت کے خلاف ہے اور نہ ہی یہ بات کرتا ہے کہ یہ علم دینی طور پر فائدہ مند ہے، بلکہ شیطان اہل علم کو ان کے علم کی وجہ سے (تکبر

میں مبتلا کر کے) گمراہ کرتا ہے، یہ سب شیطان کے ہتھکنڈے ہیں، اگر کوئی شخص گمان کرے کہ اس کو (ایسی جھوٹی ملاقاتوں سے) کچھ فائدہ پہنچ گیا ہے تو یاد رہے کہ اس شخص کا دینی نقصان اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔

اسی لئے صحابہ کرام میں سے کبھی کسی نے نہیں کہا کہ اس کے پاس سیدنا خضر، سیدنا موسیٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہم السلام تشریف لائے ہیں، نہ ہی کبھی کسی صحابی نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے میری بات کا جواب دیا ہے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر سے واپس آتے تو رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اپنے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے تو انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ قبر سے میں نے سلام کا جواب سنا ہے، اسی طرح تابعین اور تبع تابعین کے دور میں ایسے واقعات پیش نہیں آئے بلکہ یہ نظریہ تو متاخرین کے دور میں معرض وجود میں آیا۔

اسی طرح صحابہ کرام اپنے اختلاف، علمی مشکلات کی صورت میں نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر آ کر سوال نہ کیا کرتے تھے، نہ ہی خلفائے اربعہ اور دیگر علما ایسے دعوے کرتے تھے، باوجود اس بات کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے اخص الاخواص تھے، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بھی شیطان نے خواہش نہیں کی کہ وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جا کر کہے: فاطمہ! تم اپنے باپ رسول اللہ ﷺ کی قبر پر جا کر سوال کرو، کیا آپ نبی کریم ﷺ کی وارث ہیں یا نہیں؟ اسی طرح صحابہ کرام کے متعلق بھی شیطان نے نہیں چاہا کہ وہ ان سے کہے کہ قحط سالی کے دور میں تم رسول اللہ ﷺ سے بارش کے لیے دعا، رسول اللہ ﷺ کے وسیلے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب اور رسول اللہ ﷺ کو سفارشی بنا کر آپ ﷺ سے اللہ

تعالیٰ کے حضور دعائے استغفار کرنے کا مطالبہ کرو، جس طرح صحابہ کرام آپ ﷺ کی زندگی میں دعائے استقا یا دعائے استغفار کا مطالبہ کرتے تھے، نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد شیطان نے خواہش کی کہ صحابہ کرام آپ ﷺ سے ان چیزوں کا مطالبہ کریں، نہ ہی تینوں خیر القرون میں ان چیزوں کا مطالبہ کرنا چاہا، یہ خیالات و گمراہیاں ان لوگوں کی طرف سے ظاہر ہوئیں جن لوگوں کے پاس توحید و سنت کا علم کم تھا تو شیطان نے ایسے لوگوں کو یہود و نصاریٰ کی طرح بہت سے اُمور میں قلت علم کی بنیاد پر گمراہ کر دیا، نصاریٰ کو سیدنا مسیح علیہ السلام اور دیگر انبیا کے لائے ہوئے اُمور میں کم علمی کی بنیاد پر راہِ راست بھٹکا دیا۔

اسی طرح شیطان نے نہیں چاہا کہ صحابہ کرام میں سے کوئی ایک ہوا میں اُڑے اور دور دراز کی مسافت تھوڑے عرصہ میں طے کر لے جیسا کہ اس قسم کے اُمور متاخرین میں بہت سے لوگوں میں موجود ہیں، کیونکہ مسلمان جو سفر کرتے ہیں وہ تمام نیک اعمال ہیں، مثلاً: سفر حج و عمرہ اور جہاد وغیرہ۔ ان لوگوں کو ہر قدم کے بدلے ثواب دیا جاتا ہے، جتنی مسافت دور ہوگی، اتنا اجر زیادہ ہوگا، مثلاً جو آدمی گھر سے مسجد کی طرف نکلتا ہے تو ہر قدم اُٹھانے پر اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے، دوسرا پاؤں نیچے رکھنے پر ایک گناہ معاف ہوتا ہے تو شیطان کیلئے ممکن نہیں کہ وہ ان کو اس اجر سے محروم کرنے کے لیے اس طرح ہوا میں اُڑائے یا ان کو زمین میں اُکسائے حتیٰ کہ دور کی مسافت تیزی سے طے کر لیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف ایک رات میں معراج کرائی، اس طرح اپنی قدرت کی بڑی نشانیاں دکھائیں، یہ عمل رسول اللہ ﷺ کے خصائص میں سے

ہے، آپ ﷺ کے بعد آنے والوں میں سے کسی کو معراج نہیں کرایا، لیکن شیطان شیطانی معراجوں کا تخیل پیدا کرتا ہے، جس طرح متاخرین کی ایک جماعت میں یہ خیال پیدا کر دیا گیا ہے۔

رہا دریا کو پانی پر چل کر عبور کرنا تو اس قسم کے حالات سے بسا اوقات مومنوں کو گزرنا پڑتا ہے، مثال کے طور پر مسلمانوں کیلئے دشمن تک پہنچنے اور تکمیل جہاد کیلئے دریا کو عبور کرنا ایسے حالات کے بغیر ممکن نہیں، بدیں وجہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کو ایسے حالات کی ضرورت پڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی عزت افزائی کرتا ہے جس طرح سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں اور ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ اور ان کے ساتھیوں کی عزت افزائی فرمائی تھی۔" (مجموع الفتاویٰ:۲۷/۳۹۱-۳۹۴)

تنبیہ نمبر ۱:

عادل سلطانِ شام نور الدین زنگی رحمہ اللہ کے دور کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ دو فرانسیسی یہودی نبی کریم ﷺ کی قبر تک سرنگ کھود کر پہنچنا چاہتے تھے، اس واقعہ کے متعلق سلطان زنگی رحمہ اللہ کو نبی کریم ﷺ نے خواب میں آگاہ کر دیا، نور الدین زنگی رحمہ اللہ نے تدبیر کر کے ان کو قتل کروا دیا، سیسہ پگھلا کر قبر رسول ﷺ کے اندر تک رسائی بند کر دی گئی۔

یہ جھوٹی اور خود ساختہ کہانی ہے، دنیا میں سب سے پہلے یہ واقعہ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن خلف مطری (۷۴۱ھ) نے "تاریخ المدینۃ" میں ذکر کیا ہے، اسے بیان کرنے والے نامعلوم اور لاپتہ افراد ہیں، اگر اس واقعہ کی کوئی حقیقت ہوتی تو حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ اور حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ جیسے مؤرخ سلطان محمود زنگی رحمہ اللہ

کے حالات زندگی میں ضرور اسے نقل کرتے۔

تنبیہ نمبر ❷:

بعض بد باطن اور خرافی صوفی یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنی قبر سے باہر نکالا، لوگوں کی ایک جماعت نے اس کا مشاہدہ کیا، بعض نے دست بوسی بھی کی، یہ سب شیطانی وحی ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، جو لوگ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کی طرف بے بنیاد اوہام منسوب کرتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ سے ڈر جانا چاہئے۔

تنبیہ نمبر ❸:

حارث بن عمیر بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَجُلًا يَسْأَلُ أَبَا حَنِيفَةَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ عَنْ رَجُلٍ قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ الْكَعْبَةَ حَقٌّ وَلٰكِنْ لَا أَدْرِي هِيَ هٰذِهِ أَمْ لَا ، فَقَالَ:مُؤْمِنٌ حَقًّا . وَسَأَلَهُ عَنْ رَجُلٍ قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ نَبِيٌّ وَلٰكِنْ لَا أَدْرِي هُوَ الَّذِي قَبْرُهُ بِالْمَدِينَةِ أَمْ لَا .قَالَ: مُؤْمِنٌ حَقًّا

''میں نے سنا کہ ایک آدمی مسجد حرام میں امام ابو حنیفہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کر رہا تھا کہ جس نے کہا: میں خانہ کعبہ کی حقانیت کی تو گواہی دیتا ہوں، مگر مجھے نہیں معلوم کہ خانہ کعبہ یہ ہے یا نہیں؟ امام ابو حنیفہ نے جواب دیا: ایسا کہنے والا سچا مومن ہے، پھر اس نے ایک شخص کے متعلق پوچھا جس نے کہا: میں سیدنا محمد بن عبد اللہ ﷺ کی نبوت کی تو گواہی دیتا ہوں، مگر میں نہیں جانتا کہ یہ وہی ہیں جن کی قبر مدینہ منورہ میں ہے یا پھر کوئی اور ہیں؟ امام ابو حنیفہ نے جواب دیا: یہ کہنے والا سچا مومن

ہے۔"

اس فتویٰ پر امام ابوبکر حمیدیؒ رحمہ اللہ تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

'وَمَنْ قَالَ هٰذَا فَقَدْ كَفَرَ'

"جو یہ بات کہتا ہے، یقیناً اس نے کفر کیا۔"

(کتاب المعرفة والتاريخ للامام يعقوب بن سفيان الفسوي: ٧٨٧/٢، ط: مؤسسة الرسالة، تاريخ بغداد للخطيب بغدادى: ٣٦٧/١٣ وسندهٔ صحيحٌ)

❁......❁......❁......❁
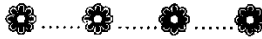
روح کی واپسی اور مسئلہ حیات النبی ﷺ

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوحِيْ حَتّٰى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ'

''(میری وفات کے بعد) جب بھی کوئی مسلمان مجھ پر سلام کہے گا تو اتنی دیر اللہ تعالیٰ میری روح لوٹا دے گا کہ میں اس پر جواب لوٹا دوں۔'' (سنن ابی داوٗد:۲۰۴۱)

اس حدیث کی سند کو حافظ نووی رحمہ اللہ (خلاصۃ الاحکام:۱/۴۴۱: ح:۱۴۴۰) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (اقتضاء الصراط المستقیم ص:۳۲۴)، حافظ ابن القیم رحمہ اللہ (جلاء الافہام:۱/۵۳)، حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ (تحفۃ المحتاج:۲/۱۹۰) وغیرہم نے ''صحیح'' اور حافظ عراقی رحمہ اللہ (تخریج احادیث الاحیاء:۱۰۱۳) حافظ ابن الہادی رحمہ اللہ (الصارم المنکی:۱/۱۱۴) نے ''جید'' کہا ہے، نیز حافظ سخاوی رحمہ اللہ (المقاصد الحسنۃ:۱/۵۸۷)، حافظ عجلونی رحمہ اللہ (کشف الخفاء:۲/۱۹۴) وغیرہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

مذکورہ حدیث تو واقعی کم از کم حسن ہے، لیکن یہ سند منقطع ہے، کیونکہ یزید بن عبداللہ بن قسیط راوی جو کہ کثیر الارسال ہیں، انہوں نے سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ڈائریکٹ یہ روایت نہیں سنی، بلکہ وہ ایک واسطے سے سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث

بیان کرتے ہیں، جو کہ (المعجم الاوسط للطبرانی:۳/۲۶۲؛ ح:۳۰۹۲) میں موجود ہے اور اس کی سند "حسن" ہے۔

اس روایت میں امام طبرانی رحمہ اللہ کے شیخ بکر بن سہل الدمیاطی جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں، کیونکہ ضیاء مقدسی رحمہ اللہ (المختارہ:۱۵۹) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۴/۱۷۷۔۶۴۳۔۶۴۶) نے ان کی توثیق کی ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

نیز مستخرج ابی نعیم (۵۸۳۔۵۸۶وغیرہ) اور مستخرج ابی عوانۃ (۲۵۲۴۔۶۹۰۳) میں بھی ان کی روایت موجود ہے جو کہ ان کے ثقہ ہونے پر واضح دلیل ہے۔

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'ضَعَّفَهُ النَّسَائِيُّ، وَوَثَّقَهُ غَيْرُهُ'

"امام نسائی رحمہ اللہ نے تو ان کو ضعیف کہا ہے، لیکن دوسروں نے انہیں ثقہ کہا ہے۔"

(مجمع الزوائد:٤/١١٧)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کو متوسط یعنی درمیانے درجے کا راوی کہا ہے۔

(المغنی فی الضعفاء :٩٧٨)

نیز فرماتے ہیں:

'حَمَلَ النَّاسُ عَنْهُ، وَهُوَ مُقَارِبُ الْحَالِ.قَالَ النَّسَائِيُّ: ضَعِيفٌ'

"محدثین کرام نے ان سے روایات لی ہیں اور وہ حسن الحدیث راوی ہیں، البتہ امام نسائی نے ان کو ضعیف کہا ہے۔" (میزان الاعتدال:٢/٦٢)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ایک سند پر حکم لگاتے ہوئے جس میں بکر بن سہل بھی موجود ہیں، لکھتے ہیں:

وَرِجَالُهُ مَوْثُوقُونَ إِلَّا سُلَيْمَانَ بْنُ أَبِي كَرِيمَةَ فَفِيهِ مَقَالٌ

''سوائے سلیمان بن ابی الکریمہ کے اس کے سارے راوی ثقہ ہیں، البتہ اس میں کچھ جرح موجود ہے۔'' (الامالی المطلقة:۱/۱۲۱)

حالانکہ لسان المیزان (۲/۵۱؛ت:۱۹۵) میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ خود بکر بن سہل الدمیاطی پر امام نسائی رحمہ اللہ کی جرح ذکر کی ہے۔

معلوم ہوا کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک بھی امام نسائی رحمہ اللہ کی بکر بن سہل دمیاطی پر جرح مقبول نہیں، بلکہ جمہور کی توثیق کی وجہ سے وہ ثقہ ہی ہیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ محدث البانی رحمہ اللہ کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ:

ضَعَّفَهُ النَّسَائِيُّ، وَلَمْ يُوَثِّقْهُ أَحَدٌ

''اس (بکر بن سہل دمیاطی) کو امام نسائی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے، ثقہ کسی نے نہیں کہا۔'' (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة:۱٤/٥٦٢)

رہا مسئلہ یہ کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں بکر بن سہل دمیاطی پر جو امام نسائی رحمہ اللہ اور مسلمہ بن قاسم رحمہ اللہ کی جرح نقل کی ہے، اس کا کیا معنی؟ تو عرض ہے کہ:

۱۔ امام نسائی رحمہ اللہ راویوں کے بارے میں بسا اوقات زیادہ احتیاط سے کام لیتے تھے، اس بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'فَكَمْ مِنْ رَجُلٍ أَخْرَجَ لَهُ أَبُوْ دَاوُدُ وَالتِّرْمِذِيُّ تَجَنَّبَ النَّسَائِيُّ إِخْرَاجَ حَدِيْثِهِ، بَلْ تَجَنَّبَ النَّسَائِيُّ إِخْرَاجَ أَحَادِيْثِ جَمَاعَةٍ مِّنْ رِجَالِ الصَّحِيْحَيْنِ وَقَالَ سَعْدُ بْنُ عَلِيٍّ الزَّنْجَانِيُّ: إِنَّ لِأَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ شَرْطًا فِي الرِّجَالِ أَشَدُّ مِنْ شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ'

''کتنے ہی راوی ہیں، جن کی روایات امام ابو داؤد اور امام ترمذی رحمہما اللہ نے بیان کی ہیں، لیکن امام نسائی رحمہ اللہ نے ان کی احادیث بیان کرنے سے اجتناب کیا ہے بلکہ انہوں نے تو (مزید احتیاط کو مدنظر رکھتے ہوئے) صحیح البخاری ومسلم کے بہت سے راویوں کی حدیث بیان کرنے سے بھی اجتناب کیا ہے، سعد بن علی زنجانی کا کہنا ہے کہ امام ابو عبدالرحمن النسائی رحمہ اللہ کی راویوں کے بارے میں شرط امام بخاری ومسلم سے بھی کڑی ہے۔'' (النکت علی کتاب ابن الصلاح: ۷۶/۱)

۲۔ امام نسائی رحمہ اللہ سے یہ جرح ثابت نہیں، امام موصوف سے اس بات کو بیان کرنے والے ان کے بیٹے عبدالکریم کے حالات ہمیں نہیں مل سکے، واللہ اعلم۔

باقی رہا مسلمہ بن قاسم کا بکر بن سہل دمیاطی پر یہ جرح کرنا کہ:

'كَلَّمَ النَّاسُ فِيْهِ' ''لوگوں نے اس پر جرح کی ہے۔'' (لسان المیزان: ۵۱/۲)

تو یہ کئی وجوہ سے مردود و باطل ہے۔

۳۔ مسلمہ بن قاسم خود ناقابل اعتبار شخص تھا، لہٰذا اس کے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔

۴۔ امام نسائی رحمہ اللہ (کی غیر ثابت شدہ جرح) کے سوا کسی محدث نے ان پر جرح کی، مسلمہ بن قاسم کے ذکر کردہ لوگ مجہول ہونے کی بنا پر لائق اعتنا نہیں۔

۵۔ مسلمہ بن قاسم ان راویوں کے بارے میں بھی یہ الفاظ ذکر کر دیتا ہے جو

خود اس کے نزدیک بھی حسن الحدیث ہوتے ہیں، لسان المیز ان ہی میں موجود ہے:

'وَقَالَ مَسْلَمَةُ بْنُ قَاسِمٍ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ تَكَلَّمَ النَّاسُ فِيهِ'

''مسلمہ بن قاسم نے کہا ہے کہ اس (یحییٰ بن ابی طالب) میں کوئی جرح نہیں، (حالانکہ وہ حسن الحدیث راوی ہے) لوگوں نے اس پر جرح کی ہے۔'' (لسان المیزان:٦/٢٦٢)

معلوم ہوا کہ بکر بن سہل دمیاطی پر تمام جروح مردود ہیں۔

تنبیہ:

طبرانی اوسط کی مذکورہ سند میں حیوۃ بن شریح کے شاگرد عبداللہ بن یزید الاسکندرانی ذکر کیے گئے ہیں، جن کا کتب تواریخ ورجال میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا، جبکہ باقی کتب احادیث میں یہ راوی عبداللہ بن یزید مقری ہیں، جو کہ صحیح البخاری وصحیح مسلم کے معروف راوی ہیں۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ طبرانی میں مذکور عبداللہ بن یزید الاسکندرانی دراصل مقری ہیں، کیونکہ حیوۃ بن شریح کے شاگردوں میں کسی اور عبداللہ بن یزید کا پتہ نہیں چل سکا۔ پھر طبرانی اوسط میں ہی امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی ایک دوسری سند بھی ذکر کی ہے، جس میں اگرچہ یزید بن عبداللہ بن قسیط اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ابو صالح کا واسطہ موجود نہیں، لیکن امام صاحب کے استاذ کے شیخ عبداللہ بن یزید کے نام کے ساتھ ''مقری'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، جیسا کہ سنن ابی داؤد وغیرہ میں ہے۔

ان کو الاسکندرانی کہے جانے کی وجہ شاید یہ ہے کہ معجم البلدان میں اسکندریہ

نامی تیرہ (۱۳) شہر ذکر کیے گئے ہیں، جو کہ اب کسی اور نام سے معروف ہیں، عین ممکن ہے کہ ان کے علاقے کو بھی اسکندریہ کہا جاتا ہو اور شاید اسی وجہ سے ہی محدث البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'قُلْتُ :وَ هُوَ الْمُقْرِئُ ، ثِقَةٌ مِنْ رِجَالِ الشَّيْخَيْنِ'

''میں کہتا ہوں کہ یہ (عبداللہ بن یزید الاسکندرانی) مقری ہی ہیں، جو کہ ثقہ ہیں، صحیح البخاری و صحیح مسلم کے ایک راوی ہیں۔'' (السلسلة الصحيحة:٣٣٨/٥؛ح:٢٢٦٦)

لیکن اگر اس میں عبداللہ بن یزید الاسکندرانی کو مجہول قرار دیا جائے تو لامحالہ طور پر سنن ابی داؤد والی سند ''حسن'' ہو جائے گی، کیونکہ اس کے ضعیف ہونے پر سوائے اس روایت کے اور کوئی دلیل نہیں کہ طبرانی اوسط میں یزید بن عبداللہ بن قسیط اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ابو صالح کا واسطہ موجود ہے، جبکہ سنن ابی داؤد میں موجود نہیں، اگر طبرانی اوسط والی یہ سند ضعیف قرار پاتی ہے تو سنن ابی داؤد کی سند میں موجود انقطاع کی یہ دلیل ختم ہو جائے گی اور پھر اسے منقطع قرار دینا بلا دلیل ہو گا۔

اگرچہ یزید بن عبداللہ بن قسیط کثیر الارسال ہیں، لیکن صرف یہ شبہ اس سند کے ضعف کی دلیل نہیں ہو گا کہ شاید یہاں بھی انہوں نے ارسال کر کے کوئی واسطہ گرا کر ڈائریکٹ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کر دیا ہو، یزید بن عبداللہ بن قسیط کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے لقا و سماع ثابت ہے۔

(السنن الكبرىٰ للبيهقي:١٢٢/١؛ح:٥٩٨؛ وسندهٗ جيد)

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس اصول پر محدثین کرام کا اجماع نقل کیا ہے کہ غیر مدلس راوی اگر بصیغہ ''عن'' روایت کرے اور اپنے شیخ سے اس کا سماع و لقا کسی دلیل

سے ثابت نہ ہو بلکہ اس کا امکان ہو تو بھی روایت اتصال پر محمول ہو گی، چہ جائیکہ کسی جگہ اس کے سماع کی صراحت بھی مل جائے، لٰہذا اگر طبرانی اوسط والی سند کو الاسکندرانی کی وجہ سے ضعیف خیال کیا جائے تو بھی اس اجماع کے خلاف صرف شبہ انقطاع کو معتبر نہیں سمجھا جائے گا۔

(إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا)

پھر ہمارے علم کے مطابق کثیر الارسال راوی کی عن والی روایت کو متقدمین میں سے امام ابن سعد رحمہ اللہ (الطبقات: ۶/۲۹۳) کے علاوہ کسی نے بھی شبہ انقطاع کی وجہ سے ضعیف قرار نہیں دیا۔ لیکن اس کو بھی اس پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ کثیر الارسال راوی کسی ایسے صحابی سے عن کے ساتھ روایت کر رہا ہو جس سے اس کا سماع کہیں بھی ثابت نہ ہو۔

ورنہ پھر امام عطاء بن ابی رباح، امام مکحول شامی (خصوصاً حدیثہ فی القراءۃ خلف الامام عنعن فیہ) امام ضحاک بن مزاحم، امام عبداللہ بن زید ابو قلابہ جرمی، امام ابو العالیہ، رفیع بن مہران رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم کی عن والی ساری روایات اس شبہ انقطاع کی نذر ہو کر ضعیف قرار پائیں گی، کیونکہ یزید بن عبداللہ بن قسیط کی طرح یہ مذکورہ ائمہ بھی کثیر الارسال ہیں، حالانکہ ان کی ایسی روایات سب کے ہاں معتبر ہوتی ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ حدیث بہر حال حسن درجہ کی ہے۔

اس حدیث کا تعلق آپ ﷺ کی وفات کے بعد والے زمانہ کے سلام سے ہے، گویا یہ کسی سوال کا جواب ہے، جسے راوی نے حدیث بیان کرتے ہوئے بیان نہیں کیا، یعنی کسی صحابی نے آپ ﷺ سے سوال کیا تھا کہ اب تو ہم آپ ﷺ

کوسلام کہتے ہیں اور آپ ﷺ جواب دیتے ہیں، آپ ﷺ کی وفات کے بعد ہمارا سلام کس طرح اور آپ ﷺ کا جواب کس طرح ہوگا؟ اس پر آپ ﷺ کی طرف سے یہ فرمان جاری ہوا۔

مسئلہ حیات النبی ﷺ:

بعض لوگ اس حدیث سے مسئلہ حیات النبی کشید کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ یوں کہ کوئی بھی اگر رسول کریم ﷺ پر سلام کہتا ہے تو آپ ﷺ پر روح لوٹائی جاتی ہے اور آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں، اس سے آپ ﷺ کی مستقل زندگی ثابت ہوتی ہے، کیونکہ اس سلام میں انقطاع نہیں ہوتا، ہر وقت کسی نہ کسی جگہ پر آپ پر سلام بھیجا جارہا ہوتا ہے اور آپ اس کا جواب دے رہے ہوتے ہیں، کوئی وقت بھی اس عمل سے خالی نہیں رہتا، ثابت ہوا کہ آپ ﷺ بھی مسلسل زندہ ہیں۔

لیکن جس بنیاد پر یہ استدلال کیا گیا ہے، وہ بہت ہی بودی اور کمزور ہے، اس پر تعمیر کی جانے والی عمارت تھوڑا سا غور کرنے پر فوراً منہدم ہو جاتی ہے، کیونکہ اس استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ نہ آپ ﷺ پر سلام کبھی منقطع ہوتا ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کی طرف سے اس کے جواب میں انقطاع ہوتا ہے جبکہ یہ بات قطعی طور پر غلط ہے کیونکہ:

۱۔ اس حدیث سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ ہر سلام کہنے والے کا جواب لوٹاتے ہیں، خواہ وہ قریب سے سلام کہے یا دور سے، بلکہ یہ حدیث تو صرف قریب سے سلام کہنے والے کے بارے میں ہے، کیونکہ دور سے سلام کہنے والے کے

بارے میں آپ ﷺ نے خود صراحتاً یہ بات فرمادی ہے کہ اس کا سلام آپ ﷺ تک فرشتے پہنچاتے ہیں اور اس کا جواب بھی خود دینا ثابت نہیں، چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو کہ سابقہ حدیث کے راوی ہیں، جس سے حیات النبی پر دلیل لی جاتی ہے، وہی آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی نقل فرماتے ہیں

'لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا ، وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا ، وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ'

''تم اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ، نہ ہی میری قبر کو میلہ گاہ بنانا، (بلکہ جہاں بھی ہو) مجھ پر درود پڑھو تم جہاں بھی ہو گے تمہارا درود مجھ تک پہنچے گا۔''

(مسند الامام أحمد: ٣٦٧/٢، ح:٨٧٩٠، سنن ابی داوٗد: ٢٠٤٢، واللفظ له وسندهٗ حسنٌ)

نیز سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'إِنَّ لِلّٰهِ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ ، يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ'

''زمین میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے گشت کر رہے ہیں جو میری امت کی طرف سے پیش کیا گیا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔'' (مسند الامام أحمد: ٣٨٧/١۔٤٤١۔٤٥٢؛ سنن النسائی الصغریٰ: ٤٤/٣؛ ح:١٢٨٢، الکبریٰ له: ٢٢/٦؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کی بہت سے ائمہ نے تصحیح کی ہے، مثلاً امام ابن حبان رحمہ اللہ (٩١٤) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (٤٥٦/٢) نے صحیح الاسناد قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

یاد رہے کہ اس حدیث میں سفیان ثوری تدلیس نہیں کر رہے۔ کیونکہ سماع کی صراحت موجود ہے۔ فضل الصلاۃ علی النبی للقاضی اسماعیل (بحوالہ الصارم المنکی:

۲۰۲/۱) اور مسند البزار (۱۹۲۴) میں اس حدیث کو امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ بیان کر رہے ہیں، وہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے وہی احادیث بیان کرتے ہیں، جن میں سماع کی صراحت ہوتی ہے، چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ نے فرمایا:

'مَا كَتَبْتُ عَنْ سُفْيَانَ شَيْئًا إِلَّا مَا قَالَ حَدَّثَنِيْ أَوْ حَدَّثَنَا'

''میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے وہ احادیث لکھی ہیں، جن میں انہوں نے ''حدثنی'' یا ''حدثنا'' کے الفاظ کہے ہیں۔''

(العلل ومعرفة الرجال لاحمد بن حنبل:۵۱۷/۱)

پھر سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس کو ہم آئندہ بیان کریں گے، اسے بھی پڑھ لیں تو بالکل وضاحت ہو جاتی ہے کہ اس سلام کا جواب اللہ تعالیٰ دس رحمتوں کی صورت میں دیتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'فَهِمَ الْعُلَمَاءُ مِنْهُ السَّلَامَ عِنْدَ قَبْرِهٖ خَاصَّةً فَلَا يَدُلُّ عَلَى الْبَعِيْدِ'

''اس حدیث سے علمائے کرام نے صرف نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس سلام (کے وقت آپ کی روح کا لوٹایا جانا) سمجھا ہے، یہ حدیث دور (سے سلام کہنے پر روح کے لوٹائے جانے پر) دلالت نہیں کرتی۔''

(الرد علی البکری:۱۰۷/۱)

نیز فرماتے ہیں:

'وَهٰذَا الْحَدِيْثُ هُوَ الَّذِيْ اِعْتَمَدَ عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ كَأَحْمَدَ

وَأَبِیْ دَاوٗدَ وَغَیْرِهِمَا فِی السَّلَامِ عَلَیْهِ عِنْدَ قَبْرِهٖ'

''یہی وہ حدیث ہے جس پر امام احمد بن حنبل اور امام ابوداؤد رحمہما اللہ وغیرہما جیسے علما نے آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس آپ ﷺ کو سلام کہنے کے سلسلہ میں اعتماد کیا ہے۔'' (الرد علی البکری:۱/۱۰۶)

علامہ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ بھی اسے اکثر علمائے کرام کی نزدیک قبر کے پاس پر محمول کرتے ہیں۔ (الصارم المنکی فی الرد علی السبکی:۱/۱۱۵)

قریب سے مراد صرف حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا ہے، جہاں آپ ﷺ دفن ہیں، یہی وجہ ہے کہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی سفر سے واپس آتے تو آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس جا کر یہ الفاظ کہتے:

'السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا أَبَا بَكْرٍ، السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا أَبَتَاهُ'

''اے اللہ کے رسول! آپ پر سلامتی ہو! اے ابو بکر! آپ پر سلامتی ہو اور میرے ابا جان! آپ پر سلامتی ہو۔''

(فضل الصلاۃ علی النبی للقاضی اسماعیل بن اسحاق ص:۸۱۔ ۸۲؛ ح:۹۹؛ السنن الکبریٰ للبیہقی:۵/۲۴۵؛ وسندہٗ صحیحٌ)

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی روح لوٹائے جانے کا تعلق صرف اس شخص سے ہے جو قبر مبارک کے عین قریب جا کر سلام کہے، جیسا کہ علامہ شنقیطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'وَمُجْمِعُونَ أَنَّ ذٰلِكَ یَحْصُلُ لِمَنْ سَلَّمَ عَلَیْهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَرِیبٍ'

''اس بات پر سب متفق ہیں کہ یہ (آپ کا جواب لوٹایا جانا) اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو کہ قریب سے آپ پر سلام کہتا ہے۔''

(أضواء البيان في ايضاح القرآن بالقرآن:٨/٨٣٨)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (تفسیر ابن کثیر:٣/٦٢١) وغیرہ نے بھی اس حدیث کا تعلق اسی شخص سے قائم کیا ہے، جو قریب سے آپ ﷺ کو سلام کہتا ہے، دور سے سلام کہنے والوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اس کا جواب تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی صورت میں لوٹایا جاتا ہے۔

علامہ ابو طیب شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'وَالْقَوْلُ الصَّحِيحُ أَنَّ هٰذَا لِمَنْ زَارَهُ وَمَنْ بَعُدَ عَنْهُ تُبَلِّغُهُ الْمَلَائِكَةُ سَلَامَهُ'

''صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث اس شخص کے بارے میں ہے، جو آپ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کرے اور جو دور سے درود پڑھے، فرشتے اس کا سلام آپ ﷺ تک پہنچاتے ہیں (اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ پر رحمت کر کے اس کا جواب دیتا ہے)۔''

(عون المعبود في شرح سنن ابي داوٗد:٦/٢٢)

علامہ ابو الحسن عبید اللہ بن محمد رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'فَإِنَّ الصَّحِيحَ أَنَّ الْمُرَادَ فِي الْحَدِيثِ السَّلَامُ عَلَيْهِ عِنْدَ قَبْرِهٖ كَمَا فَهِمَهُ كَثِيرٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ'

''صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد آپ ﷺ کی قبر مبارک کے قریب کہا جانے والا سلام ہے جیسا کہ بہت سے علمائے کرام نے سمجھا ہے۔''(مرعاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح:٣/٢٦٣)

سب سے واضح بات تو خود امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اسے قبروں کی زیارت کے باب میں نقل کر رہے ہیں، جب حدیث اور محدثین کرام کی صراحت سے یہ ثابت ہو گیا کہ حدیث میں جو روح لوٹ جانے اور جواب لوٹانے کا بیان ہے، اس کا تعلق صرف حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں کھڑے ہو کر سلام کہنے والے سے ہے، دنیا سے ہر درود و سلام پڑھنے والے سے نہیں تو اب یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے لے کر آج تک کوئی دور ایسا نہیں کہ حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہر وقت رسول اللہ ﷺ پر سلام کہا جا رہا ہو لہٰذا اس حدیث سے یہ اخذ کرنا صحیح نہیں کہ چونکہ ہر وقت کہیں نہ کہیں سلام کہا جا رہا ہوتا ہے اور روح لوٹی ہی رہتی ہے، چنانچہ آپ مستقل زندہ ہیں، یوں اس حدیث سے حیاۃ النبی کا اثبات واضح طور پر باطل ہے۔

اس حدیث کے الفاظ حیات النبی ﷺ کے منافی ہیں، جیسا کہ علامہ ابن الہادی رحمہ اللہ اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَلَيْسَ هٰذَا الْمَعْنَى الْمَذْكُوْرُ فِي الْحَدِيْثِ ، وَلَا هُوَ ظَاهِرُهٗ ، بَلْ هُوَ مُخَالِفٌ لِظَاهِرِهٖ ، فَإِنَّ قَوْلَهٗ : ((إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ))بَعْدَ قَوْلِهٖ: ((مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ.....))يَقْتَضِيْ رَدَّ الرُّوْحِ بَعْدَ السَّلَامِ ، وَلَا يَقْتَضِيْ اِسْتِمْرَارُهَا فِي الْجَسَدِ .

وَلْيُعْلَمْ أَنَّ رَدَّ الرُّوحِ (إِلَى الْبَدَنِ) وَعَوْدُهَا إِلَى الْجَسَدِ بَعْدَ الْمَوْتِ لَا يَقْتَضِي اسْتِمْرَارُهَا فِيهِ، وَلَا يَسْتَلْزِمُ حَيَاةً أُخْرٰى قَبْلَ يَوْمِ النُّشُورِ نَظِيرَ الْحَيَاةِ الْمَعْهُودَةِ، بَلْ إِعَادَةُ الرُّوحِ إِلَى الْجَسَدِ فِي الْبَرْزَخِ إِعَادَةٌ بَرْزَخِيَّةٌ، لَا تَزِيلُ عَنِ الْمَيِّتِ اسْمَ الْمَوْتِ .

وَقَدْ ثَبَتَ فِي حَدِيثِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ الطَّوِيلِ الْمَشْهُورِ، فِي عَذَابِ الْقَبْرِ

وَنَعِيمِهِ، فِي شَأْنِ الْمَيِّتِ وَحَالِهِ، أَنَّ رُوحَهُ تُعَادُ إِلَى جَسَدِهِ، مَعَ الْعِلْمِ بِأَنَّهَا غَيْرُ مُسْتَمِرَّةٍ فِيهِ، وَأَنَّ هٰذِهِ الْإِعَادَةَ لَيْسَ مُسْتَلْزِمَةً لِإِثْبَاتِ حَيَاةٍ مُّزِيلَةٍ لِّاسْمِ الْمَوْتِ، بَلْ هِيَ أَنْوَاعُ حَيَاةٍ بَرْزَخِيَّةٍ،

''یہ مذکورہ معنیٰ (حیات النبی ﷺ کا مسئلہ) حدیث میں موجود ہے، نہ ہی یہ حدیث کا ظاہری معنیٰ ہے بلکہ یہ تو اس کے ظاہری معنیٰ کے خلاف ہے، کیونکہ کسی کا سلام کہنے کا ذکر کرنے کے بعد یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ میری روح لوٹا دیتا ہے، اس بات کا مقتضی ہے کہ روح سلام کہنے کے بعد لوٹائی جاتی ہے، یہ الفاظ روح کے جسم میں ہمیشہ رہنے کا تقاضا نہیں کرتے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ بدن کی طرف روح کا لوٹایا جانا اور موت کے بعد جسم کی طرف اس کا واپس آنا اس کے ہمیشہ وہیں رہنے پر دلالت نہیں کرتا، نہ ہی وہ قیامت سے پہلے کسی دوسری زندگی کو مستلزم ہے، جو دنیوی زندگی کی طرح ہو، بلکہ برزخ میں روح کا جسم کی طرف لوٹایا جانا ایک برزخی اعادہ ہے، جو میت سے موت کا نام ختم نہیں کرتا۔

عذاب قبر اور اس کی نعمتوں کے بارے میں سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مشہور طویل حدیث (سنن ابی داود: ٤٧٥٣؛ المستدرك للحاكم: ٩٥/١؛ وسندهٗ حسن) میں ہے کہ (قبروں میں سوال وجواب کے وقت ہر) مردے کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے، حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ وہ روح اس جسم میں ہمیشہ نہیں رہتی، نہ ہی وہ ایسی زندگی کو مستلزم ہے، جو میت سے موت کا نام ہی ختم کر دے، بلکہ وہ تو برزخی زندگی کی ایک قسم ہے۔'' (الصارم المنكي في الرد على السبكي: ٢٢٢/١۔٢٢٣)

یعنی اگر روح کے لوٹائے جانے کو حیات دنیوی شمار کیا جائے تو پھر مذکورہ حدیث کے مطابق ہر مسلم و کافر مردے کی روح لوٹائی جاتی ہے، کیا وہ بھی سب دنیاوی زندگی جی رہے ہیں؟ اگر یہاں روح لوٹانے سے مراد حیات دنیوی نہیں تو وہاں کیوں ہے؟۔

بلکہ اس استدلال کے برعکس یہ حدیث تو ان لوگوں کے لیے سخت اشکال کا سبب ہے، جو لوگ حیاتِ انبیا کا اثبات کرتے ہیں، جیسا کہ علامہ عبیدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'هٰذَا مُشْكِلٌ عَلٰى مَنْ ذَهَبَ إِلٰى أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ بَعْدَ مَا قُبِضُوْا رُدَّتْ إِلَيْهِمْ أَرْوَاحُهُمْ، فَهُمْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ كَالشُّهَدَاءِ، وَوَجْهُ الْإِشْكَالِ فِيْهِ أَنَّ عَوْدَ الرُّوْحِ إِلَى الْجَسَدِ يَقْتَضِيْ اِنْفِصَالُهَا عَنْهُ، وَهُوَ الْمُوْتُ، وَهُوَ لَا يَلْتَئِمُ مَعَ كَوْنِهِ حَياً دِائِماً . . . . . .'

''یہ حدیث ان لوگوں کے لیے اشکال ہے، جو یہ مذہب رکھتے ہیں کہ انبیائے کرام کی ارواح قبض ہونے کے بعد دوبارہ ان کی طرف لوٹا دی گئیں ہیں، اب وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شہدا کی طرح زندہ ہیں، اشکال کی وجہ یہ ہے کہ روح کا جسم کی طرف لوٹایا جانا یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس سے جدا ہو، اسی کا نام موت ہے، یہ صورت حال آپ کے ہمیشہ زندہ ہونے کے (دعویٰ کے) ساتھ فٹ نہیں آتی......''

(مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: ۲۶۹/۳)

۲۔ اگر کوئی شخص اس حدیث سے قریب کا سلام نبی کریم ﷺ کا خود سننا ثابت کرے اور پھر اس سے مسئلہ حیات النبی کشید کرے تو اولا اس کی صراحت کسی صحیح

حدیث میں نہیں۔ثانیاً اس فرمان باری تعالیٰ سے اصل بات معلوم ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ﴾

(سورۃ فاطر:۲۲)

''(اے نبی ﷺ) آپ اُن لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔''

اگر قبر کے قریب سے سننا ہی عقیدہ حیات النبی کی دلیل ہے تو جب اللہ تعالیٰ چاہے تمام مسلمانوں، بلکہ غیر مسلمانوں کو بھی قبر کے قریب کی کوئی آواز سنا دیتا ہے جیسا کہ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'اَلْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهٖ، وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتّٰى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ'

''جب انسان کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس چلے جاتے ہیں اور وہ ان کے جوتوں کی آوازیں سن رہا ہوتا ہے۔''

(صحیح البخاری:۱۳۳۸؛ صحیح مسلم:۲۸۷۰)

تو کیا بزعم خود نبی کریم ﷺ کے قبر مبارک کے قریب کہے جانے والے سلام کو سن لینے کی وجہ سے حیات النبی کی دلیل بنانے والے اس حدیث کو حیات المسلمین، بلکہ حیات بنی آدم کی دلیل بنائیں گے؟۔

اسی طرح غزوۂ بدر میں کفار مکہ کے جو لوگ قتل ہو گئے تھے، ان کو نبی کریم ﷺ نے خطاب کیا اور فرمایا تھا:

'إِنَّهُمُ الْآنَ يَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ''یقیناً اب وہ میری باتیں سن رہے ہیں۔''

(صحیح البخاری:۳۹۸۰؛ صحیح مسلم:۲۸۷۰)

کیا بزعم خود قبر کے پاس سلام سننے کی وجہ سے حیات النبی کا عقیدہ رکھنے والے، کافروں کے نبی کریم ﷺ کا خطاب سننے کی وجہ سے حیات الکافرین کا عقیدہ بھی رکھیں گے؟۔

بات صرف اتنی ہے کہ اللہ رب العزت جب چاہے مردوں کو کوئی بات سنا دیتا ہے، چاہے وہ کافر ہی ہوں، چنانچہ اگر بالفرض قبر کے پاس کے سلام کے بارے میں یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ نبی کریم ﷺ اسے خود سنتے ہیں تو پھر بھی یہ حیات النبی کی دلیل نہیں بن سکتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ عام مردوں کو بھی کبھی سنا دیتا ہے، کیا پھر عام مردوں کے لیے بھی حیات ثابت ہو جائے گی۔

پھر آپ ﷺ اس کا جو جواب دیتے ہیں، اس جواب کا تعلق بھی عالم برزخ کے ساتھ ہے۔ دنیاوی کانوں سے وہ سنا ہی نہیں جا سکتا، لہٰذا اس سے حیات النبی کا عقیدہ ثابت کرنا صحیح نہیں۔

❀ نیز یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ سلام دو طرح کا ہوتا ہے، ایک سلام مامور ہے، یعنی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

(سورۃ الاحزاب:۳۳/۵۶)

''اے ایمان والو! تم ان (نبی کریم ﷺ) پر درود اور بہت زیادہ سلام بھیجو۔''

اور دوسرا سلام تحیہ کا ہے، یعنی وہ سلام جو کسی کے ملنے پر تحفتاً کہا جاتا ہے۔

جب اتنی بات سمجھ میں آ گئی ہے تو یہ بھی ذہن نشین رہے کہ سلام تحیہ آپ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کو کہا جاتا تھا تو اس کا جواب آپ ﷺ دیتے

تھے اور اب بھی کہا جاتا ہے تو اس کا جواب آپ ﷺ خود ہی دیتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں بیان ہو گیا ہے۔

یہ بات بھی بخوبی واضح کی جا چکی ہے کہ سلام تحیہ آپ ﷺ کی زندگی میں قریب سے کہا جاتا تھا، اس طرح اب بھی قریب سے ہی کہا جائے گا۔ اس حوالے سے سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہ سفر سے واپسی پر حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں قبر مبارک کے پاس جا کر یہ سلام تحیہ کہتے تھے، اس کے برعکس سلام ماموز تو سب صحابہ کرام نمازوں میں ہر جگہ ہی پڑھتے تھے، اس کے لیے بھلا قبر مبارک کے پاس آنے اور سفر سے واپسی پر حاضری دینے کی آخر کیا ضرورت تھی؟ اگر اس سلام کا آپ دُور سے بھی جواب دیتے تھے تو سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبر مبارک کے پاس کیوں جاتے تھے؟۔

سلام تحیہ آپ ﷺ کو غیر مسلم بھی کہتے تھے، جبکہ سلام ماموز صرف مومنوں کے ساتھ خاص ہے، اس کا جواب بھی آپ خود نہیں دیتے، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں اس شخص پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں، جیسا کہ حدیث نبوی ہے، سیّدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

'أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ وَالْبِشْرُ يُرَى فِي وَجْهِهِ فَقُلْنَا: إِنَّا لَنَرَى الْبِشْرَ فِي وَجْهِكَ، فَقَالَ: " إِنَّهُ أَتَانِي مَلَكٌ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ: أَمَا يُرْضِيكَ أَنْ لَا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ، إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا، وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا'

''ایک دن اللہ کے رسول تشریف لائے تو آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار تھے، ہم نے عرض کیا: ہم آپ کے چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار دیکھ رہے ہیں،

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ آیا ہے اور اس نے کہا ہے: اے محمد! آپ ﷺ کا رب فرماتا ہے کہ کیا آپ اس بات سے خوش نہیں ہیں کہ کوئی بھی آپ پر درود پڑھے گا تو میں اس پر دس رحمتیں نازل فرماؤں گا اور کوئی بھی آپ پر سلام کہے گا تو میں اس پر بھی دس سلامتیاں نازل فرماؤں گا۔"

(مسند الامام أحمد:۲۹/٤-۳۰؛ سنن النسائی:۱۲۸۳-۱۲۹۵؛وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۹۱۵) اور امام ضیاء مقدسی رحمہ اللہ (الفتح الکبیر للسیوطی ح:۱۴۲) نے "صحیح" کہا ہے، جبکہ حافظ عراقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو "جید" کہا ہے۔(تخریج الاحادیث الاحیاء، ح:۱۰۰٤)

سلیمان مولیٰ حسن بن علی ثقہ ہیں، امام ابن حبان، امام حاکم اور امام ضیاء مقدسی رحمہم اللہ وغیرہم نے ان کی حدیث کی تصحیح کر کے ان کی توثیق کی ہے۔

سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا ایک شاہد بھی مروی ہے، اس کی سند بھی حسن ہے۔(مسند الامام احمد:۱۹۱/۱)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۸۱۰) نے "صحیح" کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۳٤۵/۱) نے صحیح البخاری و صحیح مسلم کی شرط پر "صحیح" کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس کے راوی ابو الحویرث عبدالرحمٰن بن معاویہ جمہور کے نزدیک ضعیف نہیں، بلکہ جمہور کے نزدیک حسن الحدیث ہیں، کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی:۳۰۹/٤؛الجرح والتعدیل:۲۸٤/۵؛ وسندہٗ صحیحٌ)، امام نسائی رحمہ اللہ (کتاب الضعفاء والمتروکین ت:۳۶۵؛ الکامل فی ضعفاء الرجال:

۴/ ۳۰۹) اور امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ (الجرح والتعدیل: ۵/۲۸۴) کی تضعیف کے مقابلے میں امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۵) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (الجرح والتعدیل: ۵/۲۸۴؛ وسندہ صحیح) امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات: ۴۰۶) امام حاکم رحمہ اللہ (۴/۲/۷۲) اور امام ضیاء مقدسی رحمہ اللہ (الاحادیث المختارۃ: ۹۳۰) کی توثیق مقدم ہوگی، نیز امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا جمہور کی موافقت والا قول (تاریخ ابن معین بروایۃ الدارمی: ۶۰۳) (توثیق والا قول) قبول کیا جائے گا۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ سلام کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ سلام جو قریب سے کہا جاتا ہے، یعنی تحیہ سلام اس کا جواب آپ خود دیتے ہیں، بلکہ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس شخص پر سلامتی نازل فرماتا ہے، چنانچہ جب ہر سلام کے جواب کے لیے آپ ﷺ پر روح نہیں لوٹائی جاتی تو اس حدیث سے مسئلہ حیات النبی کا اثبات نہیں ہو سکتا۔

علامہ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ ان دو قسموں کو یوں بیان فرماتے ہیں:

'وَالْمَقْصُوْدُ هُنَا أَنْ نَعْرِفَ مَا كَانَ عَلَيْهِ السَّلَفُ مِنَ الْفَرْقِ بَيْنَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَيْهِ وَبَيْنَ سَلَامِ التَّحِيَّةِ الْمُوْجِبِ لِلرَّدِّ الَّذِيْ يَشْتَرِكُ فِيْهِ كُلُّ مُؤْمِنٍ حَيٌّ وَّمَيِّتٌ وَيَرِدُ فِيْهِ عَلَى الْكَافِرِ'

''یہاں مقصود یہ ہے کہ ہم سلف صالحین کے مطابق وہ فرق معلوم کریں، جو مامور من اللہ درود و سلام اور اس سلام تحیہ کے درمیان ہے، جس کا جواب دینا واجب ہے اور اس میں تمام زندہ و مردہ مسلمان مشترک ہیں اور جس میں کافر کو بھی جواب لوٹایا جائے گا۔''

(الصارم المنکی فی الرد علی السبکی: ۱/۱۲۵)

نیز لکھتے ہیں:

'وَهٰذَا السَّلَامُ لَا يَقْتَضِي رَداً مِنَ الْمُسَلَّمِ عَلَيْهِ ، بَلْ هُوَ بِمَنْزِلَةِ دُعَاءِ الْمُؤْمِنِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَاسْتِغْفَارُهُ لَهُمْ ، فِيهِ الْأَجْرُ وَالثَّوَابُ مِنَ اللّٰهِ ، لَيْسَ عَلَى الْمَدْعُوِ لَهُمْ مِثْلَ ذٰلِكَ الدُّعَاءُ ، بِخِلَافِ سَلَامِ التَّحِيَّةِ ، فَإِنَّهُ مَشْرُوْعٌ بِالنَّصِ وَالْإِجْمَاعِ فِي حَقِّ كُلِّ مُسْلِمٍ .

وَعَلَى الْمُسَلِّمِ عَلَيْهِ أَنْ يُرُدَّ السَّلَامَ وَلَوْ كَانَ الْمُسَلِّمُ عَلَيْهِ كَافِراً ، فَإِنْ هٰذَا مِنَ الْعَدْلِ الْوَاجِبِ ، وَلِهٰذَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَى الْيَهُوْدِ إِذَا سَلَّمُوْا بِقَوْلِ ((وَعَلَيْكُمْ))'

"یہ سلام (مامور) سلام کہنے والے پر جواب لوٹانے کا تقاضا نہیں کرتا، بلکہ یہ ایک مومن کی دوسرے مومنوں کے لیے دعا کرنا اور استغفار ہوتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر وثواب ہوتا ہے، جس کے لیے دعا کی گئی ہو، اس پر دعا کرنے والوں کے لیے اسی طرح کی دعا کرنا ضروری نہیں ہوتا، جبکہ سلام تحیہ کا معاملہ اس کے برعکس ہے کہ وہ قرآن وسنت کی نصوص اور اجماع امت سے ہر مسلمان کے لیے مشروع ہے، پھر جس پر سلام تحیہ کہا گیا ہے، اس پر جواب دینا بھی واجب ہے، اگرچہ وہ (سلام کہنے والا) کافر ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ یہ اس کا ضروری حق ہے، اس لیے نبی کریم ﷺ کو جب یہود سلام کہتے تو آپ ان کا جواب بھی "وعلیکم" لفظ سے دیتے تھے۔"

(الصارم المنکی فی الرد علی السبکی:۱/۱۱۸۔۱۱۹)

نیز لکھتے ہیں:

'فَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِهِ وَسَائِرِ الْمَسَاجِدِ وَسَائِرِ الْبِقَاعِ مَشْرُوْعٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ ، وَأَمَّا

السَّلَامُ عَلَيْهِ عِنْدَ قَبْرِهِ مِنْ دَاخِلِ الْحُجْرَةِ فَهٰذَا كَانَ مَشْرُوعاً لَمَّا كَانَ مُمْكِناً بِدُخُولِ مَنْ يَدْخُلَ عَلٰى عَائِشَةَ'

''آپ ﷺ پر درود وسلام مسجد نبوی، دوسری تمام مساجد اور دنیا کی تمام جگہوں میں کتاب وسنت اور اجماع کے دلائل کی وجہ سے مشروع ہے، رہا آپ ﷺ کی قبر مبارک پر حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں جا کر سلام کہنا تو یہ کسی شخص کے لیے اس وقت مشروع تھا، جب وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں داخل ہو سکتا تھا۔''

(الصارم المنکی فی الرد علی السبکی:۱/۱۱۹)

اگر سلام کی دو قسمیں تسلیم نہ کی جائیں، بلکہ یہ اصرار کیا جائے کہ ہر سلام کا یہ معاملہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اس کا جواب خود لوٹاتے ہیں تو اس میں جہاں مذکورہ احادیث، یعنی فرشتوں کا وہ سلام نبی کریم ﷺ تک پہنچانے اور اللہ تعالیٰ کا جواباً سلام کہنے والے پر رحمت کرنے کی تکذیب لازم آتی ہے، وہاں یہ بات عقلاً بھی محال ہے، پھر کسی حدیث میں اس بات کا اثبات بھی نہیں ہے۔

نیز ان دو قسموں کو نہ ماننے سے یہ بھی اعتراض آتا ہے کہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں بعض یہودی اور منافق آپ ﷺ کو سلام کہہ دیتے تھے، کیا ان پر بھی اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل فرماتا تھا؟ حالانکہ منافقین اور یہود پر رحمت الٰہی کا تصور بھی اسلام میں نہیں ہے، معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے سامنے آ کر جو سلام کہا جاتا تھا، یعنی سلام تحیہ، اس کا حکم اور ہے، یہ حدیث تو سلام مامور کے بارے میں ہے، جو مومنوں کے ساتھ خاص ہے، اسی لیے اس کا حکم صرف ایمان والوں کو دیا گیا ہے۔

۳۔ اگر آپ ﷺ قبر مبارک میں اسی طرح زندہ ہوتے، جس طرح سے وفات سے پہلے تھے، یعنی آپ ﷺ کی حیات برزخی نہیں، بلکہ دنیوی ہوتی اور کوئی

اپنی بات آپ کو سنا سکتا ہوتا تو صحابہ کرام ضرور اپنی پریشانیاں اور مشکلات آپ ﷺ کو پیش کرتے، کم از کم اس بارے میں آپ ﷺ سے دعا ہی کرواتے، لیکن ایسی کوئی بات کسی صحابی سے ثابت نہیں کہ انہوں نے کبھی سلام کے علاوہ کوئی اور درخواست آپ ﷺ کی قبر مبارک کے قریب یا دور سے کی ہو، اس کے برعکس کئی واقعات ایسے ہیں، جو صریح طور پر اس کی نفی کرتے ہیں، مثلاً: سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

'أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ: اللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ: فَيُسْقَوْنَ'

''سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ جب لوگوں پر قحط سالی آتی تو سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارش کی دعا کرتے اور کہتے: اے اللہ! یقیناً ہم تیری طرف تیرے نبی کی دعا کا وسیلہ بناتے تھے تو تُو ہمیں بارش عطا کرتا تھا اور اب ہم تیری طرف تیرے نبی کے چچا کی دعا کا وسیلہ بناتے ہیں تو ہمیں بارش عطا کر، چنانچہ ان پر بارش نازل کی جاتی تھی۔'' (صحیح البخاری: ۳۷۱۰)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کو نبی کریم ﷺ کی دعا کا واسطہ دیتے تھے، نہ کہ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کا، ورنہ ذات کا واسطہ تو آپ ﷺ کی زندگی کے بعد بھی دیا جا سکتا تھا، اگر اس واسطہ سے مراد ذات کا واسطہ تھا تو آپ ﷺ کی ذات مقدسہ کو چھوڑ کر سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کی ذات کا واسطہ دینا صریح گستاخی ہے جو صحابہ کرام سے صادر ہونا محال ہے، واسطہ یہ دعا کا تھا جو کہ آپ ﷺ زندگی میں کر دیتے تھے، لیکن آپ ﷺ کی وفات سے یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔

دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ کرام کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ ﷺ ہماری باتیں نہیں سنتے، چاہے وہ قریب سے ہوں، ورنہ وہ مشکل اوقات میں نبی کریم ﷺ سے دعا کی ہی درخواست کر دیتے۔

اگر آپ ﷺ کی حیات دنیوی ہوتی، سب کچھ سنتے اور جانتے ہوتے تو سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی رسول کبھی بھی آپ ﷺ کو چھوڑ کر آپ ﷺ کے اُمتی سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ سے دعا نہ کرواتے۔

اسی طرح پورے ذخیرۂ حدیث و تاریخ میں باسند صحیح بعداز وفات کسی ایک صحابیِ رسول سے سلام کے علاوہ کوئی بھی درخواست و دعا نبی کریم ﷺ سے کروانا ثابت نہیں۔

۴۔ پھر حیات النبی ﷺ کے قائل لوگ اس روایت کو بھی پیش کر کے استدلال کرتے ہیں: 'أَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ'

''انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔''

(مسند أبي يعلى: ۱۴۷/۶، ح:۳۴۲۵؛ اخبار أصبهان للاصبهاني: ۸۳/۲؛ بحوالة السلسلة الصحيحة للالباني: ۱۸۹/۲، حياة الانبياء في قبورهم للبيهقي:۱)

قطع نظر اس بات سے کہ اس کی استنادی حیثیت کیا ہے؟ ہم ایسے لوگوں سے ایک سوال کرنا چاہتے ہیں کہ اگر تمہارے موقف کے مطابق آپ ﷺ پر ہر وقت سلام کہا جا رہا ہے اور آپ ﷺ ہر وقت اس کا جواب دے رہے ہیں، لہٰذا حیات النبی ثابت ہوگئی ہے تو کیا آپ ﷺ نماز پڑھتے وقت بھی سلام کا جواب

دیتے ہیں جو کہ احناف کے ہاں ممنوع ہے جیسا کہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں لکھا ہے:

'وَلَا يَرُدُّ السَّلَامَ بِلِسَانِهِ لِأَنَّهُ كَلَامٌ وَلَا بِيَدِهِ لِأَنَّهُ سَلَامٌ مَّعْنًا'

''نمازی اپنی زبان سے سلام کا جواب نہیں دیگا، کیونکہ وہ تو کلام ہے اور نہ ہی ہاتھ کے اشارہ سے جواب دے گا کیونکہ یہ معنوی طور پر سلام ہی ہے۔'' (الهداية:١/١٤٢)

ٹھنڈے دل سے سوچنے کی بات ہے کہ اگر فقہ حنفی برحق ہے تو آپ ﷺ کے ہر وقت اور ہر ایک کے سلام کو سننے اور جواب دینے والا قول مردود ہے اور اگر یہ قول درست ہے تو فقہ حنفی کا جنازہ نکل جاتا ہے۔

ثانیاً: اگر انبیائے کرام قبروں میں زندہ ہیں تو روح لوٹائے جانے کا مفہوم......؟

۵۔ بعض لوگ اس حدیث سے مسئلہ حیات النبی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے بارے میں فرمایا:

'لَئِنْ قَامَ عَلَى قَبْرِي فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ لَأُجِيبَنَّهُ'

''اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہوں اور اے محمد! تو میں ضرور ان کا جواب دوں گا۔''

(مسند ابی یعلیٰ:٦٥٨٤)

لیکن اس کی سند ضعیف ہے، کیونکہ عبداللہ بن وہب مصری راوی ''مدلس'' ہیں اور لفظ ''عن'' سے بیان کر رہے ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں قبر مبارک پر کھڑے ہونے سے مراد سلام کہنا اور جواب سے مراد سلام کا جواب ہے جیسا کہ اسی حدیث کی دوسری سند میں ہے:

'وَلَيَأْتِيَنَّ قَبْرِي حَتَّى يُسَلِّمَ وَلَأَرُدَّنَّ عَلَيْهِ'

”وہ ضرور میری قبر پر سلام کہنے کے لیے آئیں گے، میں ضرور ان پر جواب لوٹاؤں گا۔“

(المستدرك علی الصحيحين للحاكم:٢/٦٥١، ح:٤١٦٢)

یہ سند بھی ضعیف ہے، اس میں محمد بن اسحاق بن یسار ”مدلس“ ہیں اور لفظ ”عن“ سے بیان کر رہے ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

ایک اور حدیث جو اس ضمن میں پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

’فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ‘ ”اللہ کے نبی زندہ ہیں، وہ رزق دیئے جاتے ہیں۔“

(سنن ابن ماجة:١٦٣٧)

اس کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’وَفِيهِ انْقِطَاعٌ بَيْنَ عُبَادَةَ بْنِ نَسِيٍّ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، فَإِنَّهُ لَمْ يُدْرِكْهُ‘

”اس سند میں عبادہ بن نسی اور سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے کیونکہ اس (عبادہ) نے ان (سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ) کا زمانہ نہیں پایا۔“

(تفسير ابن كثير:٣/٦٢٠، تحت سورة الاحزاب:٣٣/٥٦)

نیز اس میں ایک اور وجہ انقطاع بھی ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’زَيْدُ بْنُ أَيْمَنَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نَسِيٍّ، مُرْسَلٌ‘

”زید بن ایمن کی عبادہ بن نسی سے روایت مرسل (منقطع) ہوتی ہے۔“ (التاريخ الكبير للبخاری:٣/٣٨٧)

نوٹ: یہ مضمون ہمارے تلمیذ ارشد حافظ ابو یحییٰ نور پوری حفظہ اللہ کے قلم سے ہے۔

❀.....❀.....❀.....❀